امامِ زمانہ

مؤلف
احمد حسن قادری

يَوۡمَ نَدۡعُوۡا كُلَّ اُنَاسٍۢ بِاِمَامِهِمۡ (بنی اسرائیل۔۷۱)

قیامت کے دن تمام انسانوں کو ان کے امام کے نام سے پکارا جائے گا۔

وَ كُلَّ شَیۡءٍ اَحۡصَیۡنٰهُ فِیۡۤ اِمَامٍ مُّبِیۡنٍ (یٰسین۔۱۲)

اور تمام اشیاء امامِ مبین کے احاطہ میں ہیں۔

امامِ زمانہ

تالیف

احمد حسن قادری

زیرِ سرپرستی

صوفی غلام محمد قادری رحمتہ اللہ علیہ

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

نام کتاب..............................امامِ زمانہ

مؤلف .... احمد حسن قادری

باراوّل .... دسمبر ۲۰۲۱ء

قیمت .... ۱۵۰ روپے

تعداد .... ایک ہزار

ملنے کا پتہ

B-622، بلاک 13، فیڈرل بی ایریا، کراچی۔

فون نمبر: 0302-8580975

0333-2193515

ای میل: ahasan.qadri56@gmail.com

انتساب

تمام جانثارانِ امامِ زمانہ کے نام

جملہ محبانِ امامِ زمانہ کے نام

سارے واصفانِ امامِ زمانہ کے نام

بالخصوص

نائبِ امامِ زمانہ، مظہرِ شیرِ خدا علی المرتضیٰ

عاشقِ پنجتن پاک، سلطان الفقراء

حضرت صوفی غلام محمد قادری رحمتہ اللہ علیہ

کے نام

جن کی بے پایاں عنایات اور روحانی توجہ کے طفیل

اس کارِ سعید کی توفیق نصیب ہوئی۔

احمد حسن قادری

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ نمبر

دارالافتاء ناظم الشریعہ

تاریخ: 25-12-21 حوالہ نمبر: 41

مرکز اہل سنت خانقاہ شریف، جامع مسجد محمد قاسم ودارالعلوم ناظم الشریعہ نواب شاہ
دی اسلامک ریسرچ سینٹر DHA کراچی
Email: almufti83@yahoo.com, Mobile: 0301-3815991

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ وکفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ امابعد!

تصدیق نامہ

ہم تصدیق کرتے ہیں، کتاب ہذا بنام ـــــــ **امام زمانہ** ـــــــ مولف / مصنف ـــــــ **احمد حسن قادری** ـــــــ نے تالیف کی ہے۔

کتاب ہذا کا اسلوب ومنہج بہت عمدہ اور لائق تحسین ہے اور یہ کتاب اپنے موضوع پر ایک معتبر وماخذ پر مبنی ایک تحقیقی کاوش ہے۔

مولف موصوف نے کتاب ہذا کو درج ذیل امورِ تحقیقی کے ساتھ مرتب کیا ہے:

- آیت قرآنیہ واحادیث کریمہ کی حتیٰ المقدور تخریج وتحقیق۔
- احتیاط کے ساتھ پروف ریڈنگ کا اہتمام۔
- پیرابندی اور رموزِ اوقاف کا بہترین اہتمام۔
- کتاب ہذا پہ جدید کمپوزنگ۔

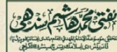
ہم دعا گو ہیں! کتابِ ہذا کے مولف اور مطبع کی اس کاوش کو اللہ تعالیٰ قبول فرمائے آمین

مصدقہ:

شعبہ دارالافتاء ناظم الشریعہ







مہر:



The Islamic Reserch Center

7/3, 4th Street, Khyaban-e-Sahr, Phase: 6, DHA, Karachi
0301-3815991, 0335-8229027
Email: almufti83@yahoo.com

نظریہ مہدویت پر ایک تحقیقی نقطہ نظر

امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کے بارے میں کثیر احادیث صحیحہ ثابت ہیں جس کا انکار یا کوئی تاویل دینا درست نہیں۔ صحاح ستہ کے علاوہ دیگر کتب احادیث میں مختلف اسناد سے امام مہدی علیہ السلام کا ظہور ثابت ہے اور ساتھ ساتھ کئی ایک سلف کے اقوال بھی موجود ہیں۔ چند احادیث پیش خدمت ہیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:((یکون فی آخر امتی خلیفة یحثی المال حثیا ولا یعدّہ عدّاً)) ۔(صحیح مسلم: ۲۹۱۳)

ترجمہ: میری امت کے آخر میں ایک خلیفہ ہو گا جو (لوگوں میں) گنے بغیر مال اڑائے گا یعنی تقسیم کرے گا۔

سیدنا ابو سعید الخدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:((یخرج فی آخر امتی المہدی ، یسقیہ اللہ الغیث وتخرج الارض نباتها ویعطی المال صحاحا وتکثر الماشیة وتعظم الامة یعیش سجا او ثمانیا یعنی حججا))۔ (المستدرک للحاکم ، ج۴ ، ص۵۵۸)۔ ترجمہ: میری امت کے آخر میں مہدی آئے گا جس کے لیے اللہ تعالیٰ بارشیں نازل فرمائے گا اور زمین اپنے نباتات اگلے گی عدل و انصاف سے مال تقسیم کرے گا، مویشی زیادہ ہو جائیں گے اور امت کا غلبہ ہو گا وہ (اپنے ظہور کے بعد) سات یا آٹھ سال زندہ رہے گا۔

مندرجہ بالا احادیث ظہور مہدی علیہ السلام پر واضح دلالت کرتی ہیں۔ ان احادیث کے علاوہ اور بھی کئی احادیث اور آثار ہیں جو صحت کے مقام پر فائز ہیں۔ جن کا انکار کرنا کسی صاحب ایمان کو ذیب نہیں دیتا۔ ظہور مہدی علیہ السلام پر کئی ایک اہل علم نے مقالے اور کتب تحریر کی ہیں چند نام پیش خدمت ہیں: مرعی بن یوسف بن أبی بکر الکرمی الجنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر کتاب لکھی ہے "فوائد الفکر فی ظہور المہدی المنتظر"۔ امام للسیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "العرف الوردی فی اخبار المہدی" میں ذکر فرمایا ہے۔ محمد بن عبد السلام بن عبد السید البدزنجی رحمۃ اللہ علیہ نے "الاشاعة فی اشراط الساعة" میں امام مہدی کا ذکر فرمایا ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر ایک مستقل کتاب لکھی "رسالة المہدی من آل الرسول "۔ مؤرخ ابو عبد اللہ محمد بن جعفر الکتانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتاب "نظم المتناثر من الحدیث المتواتر" میں امام مہدی کا ذکر فرمایا ہے۔ ڈاکٹر عبد العلیم عبد العظیم البستوی کی کتاب "المہدی المنتظر" کا مطالعہ بے حد مفید رہے گا۔

ہماری تحقیق کے مطابق کم و بیش 200 ہجری سے ہی اس موضوع پر اکابرین اہل سنت نے مستقلا کتب تحریر کرنا شروع کر دی تھیں۔ ہم نے اپنے تحقیقی پروجیکٹ بنام" امام مہدی علیہ السلام انسائیکلوپیڈیا" کے منہج التحقیق میں لکھا ہے کہ یہ پروجیکٹ 200 ہجری سے لیکر 1400 ہجری تک کے تمام مخطوطات و مطبوعات کا ایک مجموعی انسائیکلوپیڈیا ہے ،اب تک ہمیں میسر مخطوطات کی تعداد (480) ہو چکی ہے، مزید عاجز پاک و ہند کی یونیورسٹیز و جامعات سے عرض گزار ہے کہ ایم فل، پی ایچ ڈی کے طلباء وطالبات کو اس موضوع امام مہدی علیہ السلام سے متعلق موضوعات برائے تحقیق دیں تا کہ اس پر اعلیٰ سطح کی تحقیقات کی جا سکے، ہمارے پروجیکٹ " امام مہدی انسائیکلوپیڈیا" کی جانب سے تمام اہل علم کو دعوت دی جاتی ہے کہ اس سے متعلق مخطوطات، مطبوعات و دیگر علمی معاونت پیش خدمت ہے، تا کہ اس پر زیادہ سے زیادہ تحقیقی امور انجام پا سکیں۔

ظہور مہدی پر اہل علم کے اقوال:

امام البیھقی (المتوفی ۴۵۸ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:((والاحادیث فی التنصیص علی خروج المہدی اصح البتہ اسنادا))۔(تہذیب الکمال للمزی ، ج۶، ص۵۹۷) ۔ ترجمہ: ظہور مہدی پر جو احادیث ہیں وہ صحیح ترین اسناد کے ساتھ ہیں۔

ابن تیمیہ الحرانی (المتوفی ۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:((ان الاحادیث التی یحتج بها علی خروج المہدی احادیث صحیحة رواها ابو داؤد والترمذی واحمد وغیرهم))۔ (منهاج السنة ، ج۴ ،ص ۴۱۱)۔ ترجمہ: ان احادیثِ صحیحہ ظہور مہدی پر جس سے حجت لی جاتی ہے اس کو روایت ابو داؤد، ترمذی اور احمد نے کیا ہے۔

امام شمس الدین عظیم آبادی صاحب عون المعبود (المتوفی ۱۳۲۹ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:((وخرجوا احادیث المہدی جماعة من الائمة منهم ابو داؤد والترمذی وابن ماجة والبزار والحاکم والطبرانی وابو یعلی الموصلی واسندوها جماعة من الصحابة))۔ (عون المعبود ، ج ۱۱ ، ص ۳۶۱)۔ ترجمہ: امام مہدی کی احادیث کو ائمہ کی ایک جماعت نے نکالا ہے جن



The Islamic Reserch Center

7/3, 4th Street, Khyaban-e-Sahr,
Phase: 6, DHA, Karachi
0301-3815991, 0335-8229027
Email: almufti83@yahoo.com

میں ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ، بزار، حاکم، طبرانی، ابو یعلی اور اسے روایت کیا ہے صحابہ کی ایک جماعت نے جن میں ابن عباس، ابن عمر، طلحہ، عبد اللہ بن مسعود، ابو ہریرہ، انس، ابو سعید الخذری، ام حبیبہ، ام سلمہ، ثوبان، قرۃ بن ایاس، علی الہلالی، عبد اللہ بن حارث رحمۃ اللہ علیہم نے روایت فرمایا ہے۔

عبد الرحمن مبارکپوری (المتوفی ۱۳۵۳ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ((القول بخروج الامام المہدی وظهور وهو القول الحق والصواب والله تعالیٰ اعلم))۔ (تحفة الاحوذی ، شرح الترمذی ، ج ۶ ، ص ۴۸۵)۔ ترجمہ: پس امام مہدی علیہ السلام کا خروج اور ظہور کا قول حق ہے اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں۔

امام مہدی علیہ السلام اور کتب اہل سنت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں سے ایک شخص بنام مہدی کا خروج و ظہور کرنے کا مسئلہ ایسا ہے کہ جسے اہل سنت کے اکثر علماء نے ذکر کیا ہے۔ مصنف معاصر محمد ابن احمد ابن اسماعیل نے، کتاب المهدي, حقيقةلاخرافة کی فصل دوم میں ان مطالب کو ذکر کیا ہے:

(1):۔ 31 -اصحاب کے اسماء کو ذکر کیا ہے کہ جہنوں نے حضرت مہدی کے بارے میں احادیث کو نقل کیا ہے۔

(2):۔ 38 -علماء کے اسماء کو ذکر کیا ہے کہ جہنوں نے اپنی اپنی کتب میں ان احادیث کو ذکر کیا ہے۔

(3):۔ 63 -ایسے علماء کے اسماء کو ذکر کیا ہے کہ جہنوں نے ان احادیث کو صحیح یا حسن قرار دیا ہے۔

(4):۔ 31-ایسے علماء کے اسماء کو ذکر کیا ہے کہ جہنوں نے حضرت مہدی کے بارے میں مستقل کتاب لکھی ہے۔

مندرجہ بالا احادیث صحیحہ اور مختصر اقوال و تحقیقات سے ثابت ہوا کہ ظہور امام مہدی علیہ السلام پر سلف کا اجماع تھا اور ان دلائل کی رو سے متواتر احادیث کا انکار ایمان کے لیے بے انتہا نقصان دے ہے۔ ہمارے پیش نظر کتاب بنام امام زمانہ، تالیف محترم المقام جناب احمد حسن قادری ہے، جو کہ اپنے موضوع اور عنوانات کے مطابق بہت ہی عمدہ تالیف ہے۔ عاجز نے چیدہ چیدہ مقامات سے کتاب ہذا کا مطالعہ کیا تو اسے اس موضوع مہدویت پر ایک عمدہ تصنیف و تالیف پایا۔ عاجز سمجھتا ہے کہ یہ ایک ایسا موضوع ہے جو تمام مذاہبِ عالم اور ملتِ اسلامیہ کے تمام مکاتب فکر کا مشترکہ نظریہ ہے، جس پر تمام ہی اہل علم حضرات نے تحقیقی میدان میں اس پر عمدہ و قابل تحسین کام کیا ہے۔ فی زمانہ جو مذہبی انتہا پسندی پر مبنی دہشت گردی پائی جاتی ہے، ایسے حالات میں تمام مسالک و مکاتب اور مذاہب کو مشترکات پر ایک یکجا ہونا چاہیے تا کہ ہم سب ایک دوسرے کے مذہبی خیالات و نظریات کو علمی تناظر میں دیکھیں نہ کہ تعصب و دہشت کی علامت بنائیں۔

مفتی محمد ہاشم سندھی

محقق: موسوعۃ الامام المھدی۔ امام مہدی انسائیکلوپیڈیا

ڈائریکٹر: دی اسلامک ریسرچ سینٹر، DHA، کراچی

THE ISLAMIC RESEARCH CENTER

سببِ تالیف

میرے دوست مفتی محمد ہاشم نے ''معرفت امام مہدی علیہ السلام'' کے عنوان سے ایک عظیم الشان کتاب تالیف فرمائی۔ اس کتاب میں امام مہدی کے بارے میں تمام مکاتب فکر کے عقائد ونظریات کو جمع فرمایا اور انتہائی احسن طریقے سے، مثبت انداز میں تحقیقی بحث کی۔ مفتی صاحب نے مضبوط دلائل اور حوالوں سے امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں تمام اشکال کا ازالہ فرمایا۔ حقیقتاً یہ تالیف امام مہدی علیہ السلام سے متعلق شعور وآ گاہی کا ایک عظیم شاہکار ہے۔

مستند احادیث کے مطابق بلاشبہ امام مہدی علیہ السلام کا ظہور ہوگا لیکن احادیث میں امام زمانہ کی معرفت پر زور دیا گیا ہے اور ان احادیث میں صراحتاً امام مہدی علیہ السلام کا نام نہیں ہے۔ میرے خیال میں امام زمانہ اور امام مہدی دو مختلف شخصیات ہیں۔ وہ امام زمانہ جن کی معرفت ضروری ہے کون ہیں؟

مفتی صاحب نے مجھ سے اس موضوع پر لکھنے کو کہا تو میں نے اپنی کم علمی اور بے بضاعتی کا اظہار کیا ساتھ ہی عرض کیا کہ آپ نے اپنی تصنیف میں تمام باتوں کو تفصیلاً بیان کر دیا ہے اب اس موضوع پر میرا کچھ لکھنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے مگر ان کا مسلسل اصرار رہا کہ میں اپنی تالیف ''بارہ امام'' کی طرح اس موضوع پر علیحدہ کتاب تالیف کروں۔

میں نے امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں بیشتر مواد ''معرفت امام مہدی'' سے یکجا کیا۔ اس لحاظ سے یہ مختصر تالیف ''معرفت امام مہدی'' کی تلخیص ہے۔ اس کے بعد امام زمانہ کے بارے میں اکابرین وسلف صالحین کے اشارات اور تشریحات جمع کی ہیں۔

اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ حق کو صحیح طریقے سے سمجھنے اور احسن طور پر بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ نبی الامین۔

احمد حسن قادری

حصہ اول

امام مہدی علیہ السلام

امامِ زمانہ کی معرفت پر احادیث

(۱) **فی صحیح مسلم من مات و لم یعرف امام زمانه، مات میتة الجاهلية**

کتاب صحیح مسلم میں ذکر ہوا ہے کہ اگر کوئی مر جائے اور اپنے زمانے کے امام کو نہ پہچانتا ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرا ہے۔

(ملحقات احقاق الحق۔ ج۱۴، ص۲)۔

(۲) **من مات و لیس فی عنقه بیعة مات میتة جاهلية**

جو بھی مر جائے اس حالت میں کہ اس کی گردن پر کسی امام کی بیعت نہ ہو تو شخص جاہلیت کی موت مرا ہے۔

(صحیح مسلم، مسلم النیشاپوری، ج۳، ص۱۴۷۸)۔(السنن الکبریٰ، البیہقی، ج۸، ص۱۵۶)۔ (مجمع الزوائد، ج۵، ص۲۱۸)۔ (مشکاۃ المصابیح۔ ج۲، ص۱۰۸۸)۔(سلسلة الاحاديث الصحيحة۔ ج۲، ص۷۱۵)

(۳) **من مات بغیر امام مات میتة جاهلية**

جو بھی امام کے بغیر مر جائے وہ جاہلیت کی موت مرا ہے۔

(مسند احمد، احمد بن حنبل، ج۴، ص۹۶)۔(مجمع الزائد، الھیثمی، ج۵، ص۲۱۸) (مسند الطیالسی، الطیالسی، ص۲۹۵)۔ (الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج۷، ص۴۹)۔(حلیۃ الاولیاء، ج۳، ص۲۲)۔(مسند ابوداؤد، ص۲۵۲)

(۴) **من مات و لیست علیه طاعة مات میتة جاهلية**

جو بھی مر جائے اور کسی امام کی اطاعت اس کی گردن پر واجب نہ ہو تو وہ شخص جاہلیت کی موت مرا ہے۔

(مجمع الزوائد، الھیثمی، ج۵، ص۲۲۴)۔(کتاب السنۃ، ج۲، ص۴۸۹)

البانی نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ ”اسناده حسن، و

رجاله ثقات''

اس حدیث کی سند حسن (معتبر) ہے اور اس کے سارے راوی ثقہ و قابل اعتماد ہیں۔

(۵) **من مات و لیس علیه امام جماعة فان موتته موتة جاهلیة**

جو بھی مر جائے اور کوئی امام جماعت نہ رکھتا ہو تو اس کی موت، جاہلیت کی موت ہے۔(**المستدرک علی الصحیحین**، ج۱،ص۱۵۰)۔

حاکم نیشاپوری نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ''**هذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین**'' یہ حدیث بخاری اور مسلم کے نزدیک بھی صحیح ہے اور ذہبی نے بھی اس کی تائید کی ہے۔(**المستدرک علی الصحیحین**، ج۱،ص۲۰۴)۔

(۶) **من مات لیس علیه امام فمیتته جاهلیة**

جو بھی مر جائے اور اس کا کوئی امام نہ ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرا ہے۔

(**المعجم الکبیر**،الطبرانی، ج۱۰،ص۲۹۸)۔(**المعجم** الاوسط، ج۲، ص۳۱۷ و ج۴،ص۲۳۲)۔(مسند ابی یعلی، ج۶،ص۲۵۱)۔(کتاب السنۃ، ابن ابی عاصم، ج۲،ص۴۸۹)۔(مجمع الزوائد،الھیثمی، ج۵،ص۲۲۴-۲۲۵)۔

اسی مضمون کی ایک روایت کتاب صحیح ابن حبان میں بھی ذکر ہوئی ہے۔ (**صحیح ابن حبان، ج ۱۰،با تحقیق شعیب الارنووط وهابی، چاپ موسسه الرساله بیروت، ص ۳۴۳**)

(۷) رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:**من مات و لم یعرف امام زمانه مات میتة جاهلیة** جو بھی مر جائے اور وہ اپنے زمانے کے امام کو نہ پہچانتا ہو تو وہ شخص جاہلیت کی موت مرا ہے۔(**تفتازانی، شرح مقاصد فی علم الکلام ، ج ۲،ص ۲۷۵**)۔قندوزی حنفی نے کتاب ینابیع المودۃ میں بھی لکھا ہے کہ:

(۸) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:**من مات و لم یعرف امام زمانه مات میتة الجاهلیة** ۔جو بھی مر جائے اور وہ اپنے زمانے کے امام کو نہ پہچانتا ہو تو وہ

شخص جاہلیت کی موت مرا ہے۔(قندوزی حنفی، ینابیع المودة)۔اہل سنت کے بزرگ عالم ملاعلی قاری نے کہا ہے کہ:

(۹) **فی صحیح مسلم من مات و لم یعرف امام زمانه، مات میتة جاهلیة**

کتاب صحیح مسلم میں ذکر ہوا ہے کہ جو بھی مرجائے اور وہ اپنے زمانے کے امام کو نہ پہچانتا ہوتو وہ شخص جاہلیت کی موت مرا ہے۔(ملاعلی قاری، الجواھرالمضیعہ ، ج ۲،ص ۴۵۷)۔کتاب صحیح مسلم میں ایک بہت ہی اہم روایت ذکر ہوئی ہے کہ یہ روایت عمر کے بیٹے عبداللہ ابن عمر سے، یزید کے بارے میں نقل ہوئی ہے:

(۱۰) **حدثنا عبید الله بن معاذ العنبری حدثنا ابی حدثنا عاصم و هو بن محمد بن زید عن زید بن محمد عن نافع قال جاء عبدالله بن عمر الی عبدا الله بن مطیع حین کان من امر الحرة ما کان زمن یزید بن ماویة فقال اطرحوا لابیع عبدالرحمن و سادة فقال انی لم اتک لاجلس اتیتک لاحدثک حدیثا سمعت رسول الله ﷺ یقوله سمعت رسول الله ﷺ یقول من خلع یدا من طاعة لقی الله یوم القیامة لا حجة له و من مات و لیس فی عنقه بیعة مات میتة جاهلیة**

جب صحابہ،مہاجرین اور انصار نے یزید کے خلاف واقعہ حرہ میں مدینہ میں قیام کیا تو عبداللہ ابن عمر نے ان سے کہا یزید کے خلاف قیام نہ کرو،اس لئے کہ میں نے رسول خدا کو فرماتے ہوئے سنا تھا کہ جو بھی امیر کی اطاعت سے خارج ہوتو کل قیامت والے دن وہ شخص بغیر کسی حجت کے محشور ہوگا۔جو بھی دنیا سے اس حالت میں جائے کہ اس کی گردن پر بیعت نہ ہوتو اس شخص کی موت، جاہلیت کی موت ہوگی۔(صحیح مسلم ج ٦،ص ۹۴۲،وص ۲۲،حدیث ۴٦۸٦)

امام زمانہ اور امام مہدی علیہ السلام

گزشتہ صفحات میں درج احادیث اہل سنت کی مستند کتابوں سے اخذ کی گئی ہیں۔ ان تمام میں امام زمانہ کی معرفت، بیعت اور اتباع پر زور ہے، کسی ایک میں بھی امام مہدی علیہ السلام کا نام نہیں ہے۔ امام وہ ہوتا ہے جس کی اقتداء کی جائے۔ اقتداء اور پیروی اسی صورت میں ممکن ہے کہ یا تو وہ شخصیت سامنے ہو اور اس کے اخلاق و کردار اور تعلیمات کی پیروی کی جائے یا اس کی تعلیمات، احکامات اور اخلاقی اقدار کی تفصیل موجود ہو۔

احادیث کے مطابق ہر سو سال کے بعد ایک مجدد آتا ہے جو زمانے کے مطابق دین کی تجدید کرتا ہے۔ وہ کوئی نیا دین لے کر نہیں آتے بلکہ زمانے میں موجود خرابیوں کی اصلاح کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ کے طریقے کا احیاء کرتے ہیں۔ اولیاء کاملین بالخصوص سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ اور مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے یہی کام کیا۔ زمانے میں موجود خرابیوں کی نشان دہی کی، دین اسلام کا احیاء کیا۔ جن لوگوں نے ایسے اولیائے کاملین جو حقیقتاً اپنے اپنے زمانے کے امام زمانہ تھے، کی پیروی کی وہ جہالت و گمراہی سے دور رہے اور جنہوں نے ان کی مخالفت کی وہ جاہلیت کی موت کا شکار ہوئے۔

چنانچہ بانی دارالعلوم دیو بند مولانا محمد قاسم نانوتوی لکھتے ہیں ’’ہر دور میں جس طرح آب و ہوا اور زمانوں کے اختلاف کے باعث انسان بیمار ہو جاتے ہیں اسی طرح مختلف زمانوں میں، مختلف وجوہات کے باعث لوگوں کو مذہبی بیماریاں بھی لاحق ہوتی رہتی ہیں لہٰذا قدرت کی حکمت کے تحت لوگوں کے علاج کے لئے اللہ تعالیٰ کسی شخص کو بھیجتا ہے جو ان کی اصلاح کرتا ہے، اسکو ’’امام‘‘ کہتے ہیں۔ وہ دین کے پرانے احکامات لوگوں میں جاری کرتا ہے جو بگڑے ہوئے لوگوں کو نئے معلوم ہوتے ہیں۔ اس لئے اس کو مجدد کہا جاتا ہے۔ حضور اقدس ﷺ کے بعد اب کوئی نبی نہیں آئے گا لہٰذا دین کی اصلاح کے لئے ہر صدی میں ایک مجدد آئے گا۔ کیونکہ نبوت کا زمانہ ختم ہو گیا لہٰذا امامت کا ولایت کا زمانہ باقی رہے گا۔ یہ امام یا مجدد لوگوں کو قرآن مجید کے احکام کے مطابق ان سے برائیوں کو دور کر کے

ان کو پاکیزہ بنا دے گا جیسا کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ۔
مجدد الف ثانی فرماتے ہیں، جنہوں نے ان آئمہ دین اور مجدد دین کو پہچان لیا اور ان کا اتباع کیا وہ ہدایت پر آ گئے اور جنہوں نے ان کو پہچان کر ان کا اتباع نہیں کیا تو گویا دین کا اتباع نہ کیا اور وہ جہالت کی موت مر گئے۔

ایک وقت آئے گا جب امام مہدی علیہ السلام ظاہر ہوں گے اور اس وقت جو انکی اتباع نہ کرے گا اور امام کو پہچان کر ان کی پیروی نہ کرے گا وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔ امام مہدی علیہ السلام جو اتباع سنت محمدیہ کے مشن پر آئیں گے، وہی کچھ فرمائیں گے جو اہل سنت و الجماعت کے عقائد صحیحہ میں موجود ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ مسلمانوں کا کوئی خاص فرقہ ان کو اپنے ڈھپ کا نہ پا کر (اپنے عقائد کے مطابق نہ پا کر) یہودیوں کی طرح ان کا انکار کر دے۔ جس طرح یہود و نصاریٰ حضور ﷺ کی تمام نشانیوں سے واقف تھے اور ان کے ظہور کے منتظر تھے مگر جب حضور کا ظہور ہوا تو ان میں سے بیشتر حضور سے برگشتہ ہو گئے تھے، اسی طرح امام مہدی کے منتظر، امام مہدی کو اپنے عقائد پر نہ پا کر ان سے برگشتہ ہو جائیں گے۔

چونکہ امام مہدی علیہ السلام کا ظہور یقیناً ہونا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ ہر مسلمان ان نشانیوں اور علامات سے واقف ہو، جن کا ذکر احادیث مبارکہ میں آیا ہے تاکہ امام مہدی علیہ السلام کو پہچاننے اور ان کی اتباع کرنے میں دقت نہ ہو۔ اور جب تک ظہورِ مہدی وقوع پذیر نہیں ہوتا اولیائے کاملین کی صحبت و رفاقت اختیار کی جائے کہ اولیاء کی اتباع میں حقیقتاً حضور اقدس ﷺ کی پیروی ہے۔ کیونکہ فی زمانہ صحیح مرد کامل آسانی سے نہیں ملتا، جعلی بزرگوں کی بھرمار ہے لہٰذا احتیاط کا تقاضہ ہے کہ گزرے ہوئے کاملین کی تعلیمات اور طریقے سے آگاہی اختیار کی جائے، ان سے روحانی ربط قائم کیا جائے، ان کی تعلیمات پر عمل کیا جائے ان کے اخلاق و کردار کو اپنایا جائے کہ ان کاملین کی پیروی کا اللہ نے ہمیں حکم دیا فرمایا: "و اتبع سبیل من اناب الی" اور ان لوگوں کے راستے کی اتباع کرو جو میری طرف جھکے ہوئے ہیں۔ حقیقتاً اولیاء اللہ حضور اقدس ﷺ کے اخلاق و کردار کا مظہر ہیں اور ان کی پیروی میں حضور ﷺ کی پیروی ہے۔

امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں احادیث

سنن ابو داؤد میں حضرت عبداللہ ابن مسعود سے روایت ہے حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ''دنیا اس وقت تک ختم نہ ہوگی یہاں تک کہ میرے اہل بیت میں سے ایک شخص عرب کا بادشاہ ہو جائے، جس کا نام میرے نام کے مطابق ہوگا''۔

ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ''اگر دنیا کا ایک ہی دن باقی رہ جائے گا تو حق تعالیٰ اس دن کو دراز کر دیں گے یہاں تک کہ وہ شخص خلیفہ ہو جائے''۔

سنن ابو داؤد میں حضرت عبداللہ ابن مسعود سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''اگر دنیا کا صرف ایک دن باقی بچے گا تو اللہ تعالیٰ اس دن کو دراز فرما دیں گے تا کہ میرے اہل بیت میں سے ایک شخص کو پیدا فرمائیں جس کا نام اور ولدیت میرے نام اور ولدیت کے مطابق ہوگی۔ وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا۔ جس طرح وہ ظلم و زیادتی سے بھری ہوگی''۔

ابو داؤد میں حضرت علی سے منقول ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''اگر زمانے سے ایک ہی دن باقی رہ جائے گا (جب بھی) اللہ تعالیٰ میرے اہل بیت میں سے ایک شخص کو بھیجے گا جو زمین کو عدل وانصاف سے معمور کر دے گا۔ جس طرح وہ (اس سے قبل) ظلم سے بھری ہوگی۔''

''زمانے سے ایک دن'' کے بیان میں اشارہ ہے کہ امام مہدی کا ظہور لازمی ہوگا۔

ابو داؤد میں حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مہدی مجھ سے ہوگا اس کا چہرہ خوب نورانی، چمک دار اور ناک ستواں اور بلند ہوگی۔ وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جس طرح پہلے وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔

سنن ابو داؤد میں ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے اپنے صاحبزادے

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھتے ہوئے کہا ''میرا یہ بیٹا سید ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے اسے سید نامزد کیا۔ اس کی اولاد میں سے ایک شخص پیدا ہوگا اس کا نام وہی ہوگا جو تمہارے نبی کا نام ہے، سیرت و اخلاق میں حسن کے مشابہ ہوگا اور شکل وصورت میں اس کا مشابہ نہ ہوگا اور وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا''

حضرت علی کے اس قول پر صوفیاء فرماتے ہیں کہ اغلب گمان یہ ہے کہ سیدنا امام مہدی علیہ السلام، حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی نسل سے ہوں گے۔ یعنی حسنی حسینی سید۔

مستدرک میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ''دمشق کی اطراف سے ایک سفیانی نام کا شخص خروج کرے گا جس کے تمام پیروکار قبیلہ کلب کے لوگ ہوں گے۔ یہ جنگ کرے گا یہاں تک کہ عورتوں کے پیٹ چاک کرے گا، بچوں کو قتل کرے گا، اور اس کثرت سے لوگوں کو قتل کرے گا کہ مقتولین سے کوئی وادی خالی نہ بچے گی۔ (اسی دوران) میرے اہل بیت میں سے ایک شخص کا ظہور حرم میں ہو گا (اس سے مراد امام مہدی علیہ السلام ہیں)۔ سفیانی کو اس کی اطلاع پہنچے گی تو اپنا ایک لشکر ان سے جنگ کے لئے بھیجے گا۔ اس کا لشکر شکست کھا جائے گا تو خود سفیانی اپنے ہمراہیوں کو لے کر چلے گا۔ یہاں تک کہ جب مقام بیداء (مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع چٹیل میدان) میں پہنچے گا تو ان سب کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا اور بجز ایک مخبر کے کوئی نہ بچے گا۔

سنن ابن ماجہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے حضور اقدس ﷺ نے فرمایا مہدی (علیہ السلام) میرے اہل بیت سے ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اسے ایک ہی رات میں صالح بنا دے گا (یعنی اپنی توفیق و ہدایت سے یا سرِّ الٰہی کی منتقلی یا سرّ و فتح کے عطا ہونے سے ایک ہی شب میں ولایت کے اس بلند مقام پر پہنچا دے گا جہاں وہ پہلے نہیں تھے)۔

ابریز شریف میں سید عبدالعزیز دباغ رحمتہ اللہ علیہ نے ایک واقعہ بیان کیا کہ کسی کامل ولی کے دو مرید تھے ان میں ایک سید تھا اور ایک عامی۔ دونوں پیرومرشد کی خدمت میں رہتے ایک دن پیر صاحب نے عام مرید سے کہا کہ جا کر سید صاحب سے سرّ و فتح

خریدلو۔ مریدین کو خبر نہ تھی کہ سرّ اور فتح کیا ہے۔ وہ حسب حکم سید صاحب کے پاس گیا اور خریدنے کے لئے اصرار کیا۔ انہوں نے انکار کیا تو عام مرید نے اپنی تمام دولت دینے کی پیشکش کی۔ انہوں نے پھر انکار کیا تو اس نے کہا میرا مکان بھی لے لو اور اس مال و دولت اور مکان کے عوض سرّ اور فتح مجھے بیچ دو۔ انہوں نے پھر انکار کیا تو اس نے کہا کہ میں اپنی بیٹی کو بھی تمہارے نکاح میں دے دیتا ہوں۔ سید صاحب تیار ہو گئے۔ مرید نے سارا مال و اسباب مع مکان سید صاحب کے حوالے کیا۔ بیٹی نکاح میں دے دی اور خود قلاش ہو کر سڑک پر آ گیا۔ ساری رات اسے وسوسے آتے رہے، شیطان اسے اپنے پیر سے بدگمان کرنے کی کوشش کرتا رہا مگر یہ ان وسوسوں کو دور کرتا رہا۔ ادھر سید صاحب پر ایسی رات گزری کہ زندگی میں نہ گزری۔ صبح جب فجر کی نماز سے فراغت کے بعد وظائف میں مشغول تھے انہیں سرّ الٰہی یک لخت نصیب ہوا ساتھ ہی 'فتح' سے جملہ عوالم اور امور کی حکمتیں ان پر منکشف ہوئیں اور اس مشاہدے میں ایسی لذت تھی کہ جس نے چکھی وہی جانے۔ جب ہر چیز کا مشاہدہ ہو گیا تو سرّ اور فتح ان سے منتقل ہو کر اس عام مرید کے پاس چلی گئی کہ یہ اسے بیچ چکے تھے۔ سید صاحب کی زندگی اندھیر ہو گئی۔ اس مرید کو تلاش کیا اور سودا منسوخ کرنے کی کوشش کی مگر باوجود شدید کوشش کے وہ مرید نہ مانا اور یہ چیختے رہ گئے کہ اپنا سارا مال لے لے مکان بھی لے لے اپنی بیٹی بھی لے لے میری ماں بھی لے لے مگر خدا کے واسطے اس دولت کو مجھے واپس کر دے یہاں تک کہ یہ کہتے کہتے پاگل ہو گئے۔

تو جب اللہ کا کرم ہوتا ہے تو ایک لمحہ میں عام انسان خلیفۃ اللہ فی الارض ہو جاتا ہے۔ رسالہ غوث الاعظم میں ہے: حق تعالیٰ نے سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے کلام کرتے ہوئے فرمایا: اے غوث الاعظم! میں نے آپ کو ایسا بنایا ہے کہ آپ میرے طالب کو ایک لمحے میں مجھ تک پہنچا سکتے ہیں پس جب میرا طالب آپ کے پاس آئے تو آپ پر لازم ہے اسے مجھ تک پہنچانا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام (آسمان سے) اتریں گے تو امت کا امیر مہدی (علیہ السلام) ان سے عرض کرے گا آگے تشریف لائیے اور نماز پڑھائیے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں

گے تمہارا بعض بعض پر امیر ہے۔اس فضیلت کی بناء پر جو اللہ تعالیٰ نے اس امت کو مرحمت فرمائی۔

مستدرک میں حضرت عثمان بن ابو العاص مرفوعاً روایت کرتے ہیں: حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ''عیسیٰ علیہ السلام نماز فجر کے وقت آسمان سے اتریں گے تو مسلمانوں کا امام ان سے عرض کرے گا اے روح اللہ! آگے تشریف لائیے ،نماز پڑھائیے ،تو عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے اس امت کا بعض بعض پر امیر ہے تو مسلمانوں کا امیر (مہدی علیہ السلام) آگے بڑھیں گے اور نماز پڑھائیں گے۔

بعض روایت میں حضرت عیسیٰ ابن مریم کے نزول کے بارے میں یہی بشارت ہے کہ دمشق کے مشرقی جانب موجود سفید منارہ پر دو فرشتوں کے پروں پر ہاتھ رکھے ان کا نزول ہوگا۔

امام محمد المہدی بن امام حسن عسکری علیہ السلام

شیعہ حضرات اہل سنت کی روایت سے اتفاق کرتے ہیں مگر یہ کہتے ہیں امام مہدی علیہ السلام پیدا ہو چکے ہیں اور امام حسن عسکری علیہ السلام کے بیٹے ہیں یعنی نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نسل سے ہیں۔ وہ اب غیبت میں ہیں مگر زندہ ہیں یعنی جس طرح خضر علیہ السلام زندہ ہیں متصرف ہیں جس سے چاہیں ملاقات کر سکتے ہیں جس کو چاہیں فیض دے سکتے ہیں، اسی طرح امام مہدی بن امام حسن عسکری زندہ ہیں، غیبت میں ہیں اور وہی قیامت کے نزدیک ظہور کریں گے۔ عقیدہ مہدیت اور تصور مہدیت کے سلسلے میں اہل سنت کی کتب کے حوالوں سے اہل تشیع متفق ہیں مگر تعین امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں اختلاف رکھتے ہیں۔

حضرت امام محمد المہدی رضی اللہ عنہ:

آپ بارھویں امام ہیں نام نامی محمد لقب مہدی ہے۔آپ کی ولادت با سعادت ۱۵/شعبان المعظم ۲۵۵ھ شب جمعہ سرمن رائے میں ہوئی۔آپ نے ۷/محرم ۲۶۶ھ میں رحلت یا غیبت فرمائی۔

ولادت باسعادت:

امام حسن عسکری کی پھوپھی حکیمہ بی بی امام حسن کو بہت عزیز رکھتی تھیں اور ان کے لیے اولاد ہونے کی شب و روز دعا کرتی تھیں۔آپ کی پھوپھی کا بیان ہے کہ میں ایک روز امام حسن عسکری کے گھر گئی اور حسب عادت ان کو دعا دی تو انہوں نے فرمایا اے پھوپھی آج رات یہیں رہو کہ آج رات اللہ مجھے لڑکا عنایت کرے گا۔ میں نے یہ سن کر حیرت سے کہا اے فرزند لڑکا کس سے ہوگا؟ نرجس میں تو کوئی علاماتِ حمل نہیں! امام حسن عسکری نے فرمایا اے پھوپھی نرجس کی مثال موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرح ہے کہ اس کا حمل ولادت کے وقت تک ظاہر نہ ہوگا۔ پس میں رات کو ٹھہر گئی آدھی رات گذر گئی میں نے اور بی بی نرجس

نے تہجد کے نوافل پڑھے۔ میں نے دل میں سوچا کہ صبح ہونے کو ہے مگر امام نے جو فرمایا تھا اس کے آثار نظر نہیں آتے۔ امام حسن عسکری نے اپنے حجرہ سے مجھے آواز دی اے پھوپھی جلدی مت کرو۔ میں بی بی نرجس کے کمرہ کی طرف گئی تو وہ مجھے راہ میں مل گئی اس پر لرزہ طاری تھا میں نے اسے اپنے سینے سے لگایا سورۃ اخلاص، انا انزلنا اور آیت الکرسی پڑھ کر اس پر دم کیا۔ جو میں پڑھ رہی تھی بی بی نرجس کے شکم میں وہ بچہ بھی پڑھ رہا تھا اور اس کی آواز آ رہی تھی پھر میں نے دیکھا کہ سارا گھر نور" علی نور ہو گیا پھر میں نے دیکھا کہ نرجس کا بیٹا زمین پر سجدہ ریز ہے۔ میں نے بچے کو اٹھایا تو امام حسن عسکری کی آواز آئی اے پھوپھی میرے بچے کو میرے پاس لاؤ۔ میں لے گئی تو امام نے بچے کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی پھر اپنی زبانِ مبارک بچے کے منہ میں دے دی پھر فرمایا اے میرے بیٹے اللہ تعالیٰ کے حکم سے بات کرو پس بچے نے کہا: **بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o وَ نُرِیْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَی الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِی الْاَرْضِ وَ نَجْعَلَھُمْ اَئِمَّۃً وَّ نَجْعَلَھُمُ الْوٰرِثِیْنَ o** "اور ہم چاہتے ہیں کہ زمین پر بسنے والے کمزوروں پر احسان کریں انہیں امامت وسیادت عطا کر کے اور انہیں (انبیاء وآئمہ کا) وارث بنا کر۔" بی بی حکیمہ فرماتی ہیں پھر میں نے دیکھا کہ آسمان سے سبز پرندے اترے ان میں سے ایک کو امام حسن عسکری نے بلایا اور فرمایا اسے پکڑو، اس کی حفاظت کرو یہاں تک کہ اللہ ہمیں اس بارے میں حکم دے اور اللہ ہی اپنے امر کو پہنچانے والا ہے۔ میں نے امام سے پوچھا جس پرندے سے آپ نے گفتگو کی وہ کون ہے اور یہ دوسرے پرندے کیا ہیں؟ فرمایا یہ جبرئیل علیہ السلام ہیں اور باقی ملائکہ رحمت ہیں۔ پھر فرمایا اے پھوپھی اسے اس کی ماں کے پاس واپس لے جاؤ میں نے پہنچا دیا۔ منقول ہے کہ امام محمد مہدی ناف بریدہ اور ختنہ کئے ہوئے پیدا ہوئے۔ جب دنیا میں تشریف لائے تو خود دو زانو بیٹھے اور انگشت شہادت آسمان کی طرف اٹھائی پھر آپ کو چھینک آئی تو فرمایا: **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o** ابھی آپ پانچ برس کے تھے کہ والد گرامی نے وفات پائی۔ اللہ نے آپ کو چھوٹی عمر میں ولایت وحکمت عطا فرمائی اور منصبِ امامت پر سرفراز فرمایا۔

منصب امامت:

ایک شخص کا بیان ہے کہ میں ابو محمد امام حسن عسکری کی خدمت میں حاضر ہوا کہ اے ابن رسول اللہ! آپ کے بعد خلیفہ اور امام کون ہوگا؟ آپ اندر تشریف لے گئے جب واپس آئے تو آپ کے کندھے پر ایک بچہ چودھویں رات کے چاند جیسا حسین ومنور تھا۔ بچے کی عمر اس وقت تین سال تھی۔ آپ نے فرمایا اگر تم خدا کے ہاں معزز نہ ہوتے تو میں تجھے اپنا یہ بچہ ہرگز نہ دکھاتا اس کا نام رسول اللہ ﷺ کا نام ہے اور اس کی کنیت ہے: **ھو الذی یملاء الارض قسطا لما ملئت جوراً و ظلماً** ٥ جب زمین ظلم و جفا سے بھری ہوگی یہ اسے عدل وانصاف سے بھر دے گا۔

ایک اور شخص کا بیان ہے میں ابو محمد امام حسن عسکری کی خدمت میں حاضر ہوا آپ کے دائیں جانب ایک کمرہ تھا جس پر پردہ پڑا تھا۔ میں نے عرض کیا اے میرے آقا! آپ کے بعد صاحب امر کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا ذرا پردہ اٹھاؤ میں نے پردہ اٹھایا تو ایک نہایت خوبصورت پاکیزہ اور مطہر بچہ جس کے دائیں رخسار پر تل تھا اور گیسو کندھوں پر بکھرے تھے، باہر آیا اور امام کی گود میں بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا یہ تمہارا صاحب امر ہے۔ پھر وہ بچہ آپ کے زانو سے اٹھا تو آپ نے فرمایا: **یا بنی اد خلو ا الی الوقت المعلوم.** وہ بچہ پردہ کے اندر چلا گیا۔ کچھ دیر بعد امام نے فرمایا اٹھو اور دیکھو کمرے میں کون ہے میں نے دیکھا تو کمرہ خالی تھا۔

جب امام حسن عسکری کا وصال ہوا تو خلیفہ معتمد عباسی نے لوگوں کو بھیجا کہ امام حسن عسکری کا ایک لڑکا ان کے مکان پر ہے اسے گرفتار کر کے قتل کر دو کہ آلِ محمد کا خدشہ باقی نہ رہے۔لوگ گئے، تلاش کیا تو معلوم ہوا کہ امام کا بیٹا سردابی یعنی تہہ خانہ میں چلا گیا ہے جب تہہ خانے کے قریب گئے تو تمام سرداب کو پانی سے بھرا پایا اور دیکھا امام محمد المھدی پانی کے اوپر نماز پڑھ رہے ہیں ایک شخص نے آپ کو پکڑنے کی غرض سے پانی میں قدم رکھا تو پانی میں ڈوب گیا لوگ یہ حال دیکھ کر مایوس ہوئے اور واپس آ کر خلیفہ کو ساری کیفیت بتائی۔ خلیفہ نے پھر بہت تاکید کر کے لوگوں کو بھیجا مگر انہیں نہ تہہ خانہ کا نشان ملا نہ پانی کا آپ نظروں سے اوجھل ہو گئے اور ہنوز زندہ موجود ہیں۔

شیعہ آپ کی غیبت کے قائل ہیں اور وہ آپ کے دوبارہ ظہور کے منتظر ہیں۔ جبکہ اہل سنت والجماعت آپ کی وفات کے اور بعض آپ کی غیبت کے قائل ہیں مگر آپ کو مہدی آخر الزماں نہیں مانتے۔ اہل تسنن کہتے ہیں کہ مہدی آخر الزماں دوسرے ہیں وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے قبل عترت رسول سے پیدا ہوں گے ان کا نام محمد اور والد کا نام عبداللہ ہوگا چالیس برس کی عمر میں ظہور فرمائیں گے جیسا کہ اس حدیث شریف میں ہے۔
امام احمد اور ابوداؤد اور ابونعیم حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر دنیا میں ایک دن کے سوا باقی نہ رہے گا تو حق تعالیٰ اس دن کو اس قدر بڑھا دیں گے کہ اس میں میرے اہلبیت سے ایک شخص پیدا ہوگا جس کا نام میرے نام پر اور جس کے والد کا نام میرے والد کے نام پر ہوگا وہ زمین کو اسی طرح عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح زمین اس وقت ظلم و جور سے بھری ہوگی۔

ایک اور روایت میں ہے کہ دنیا اس وقت تک اختتام پذیر نہ ہوگی جب تک میرے اہلبیت میں سے میرا ہمنام ایک شخص پوری مملکت عرب کا مالک و قابض نہ ہو جائے۔

جامع الاصول میں ابواسحاق سے مروی ہے کہ حضرت علی نے اپنے صاحبزادے حضرت حسن کو دیکھ کر فرمایا یہ میرا بیٹا سردار ہوگا اور اس کی اولاد سے ایک ایسا آدمی پیدا ہوگا جو تمہارے نبی کا ہمنام ہوگا جو خلقتاً اگرچہ میرے مشابہ نہ ہوگا تاہم اخلاق میں وہ میرا شبیہہ ہوگا اور وہ زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح زمین ظلم و جور سے بھری ہوگی۔

شیخ الاکبر کا بیان:

محی الدین ابن عربی نے فتوحات مکیہ میں امام مہدی کے ذکر میں کہا کہ وہ تین سو ساٹھ کاملین میں سے ہوں گے۔ ان کا ظہور ایک ایسے وقت میں ہوگا جب تمام روئے زمین ظلم و ستم سے بھری ہوئی ہوگی پھر یہ خلیفۃ اللہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ بالفرض اگر دنیا کا ایک دن بھی باقی ہوا تو حق تعالیٰ اس دن کو اتنا طویل کر دے گا کہ یہ خلیفۃ اللہ جو آل رسول اور اولادِ فاطمہ سے ہوگا، حضور کا ہمنام ہوگا وہ لوگوں سے مقام ابراہیم اور حجر اسود کے درمیان بیعت لے گا خلقت میں حضور سے مشابہ ہوگا اور اخلاق میں حضور سے کمتر ہوگا کہ کوئی شخص پیغمبر اسلام کی طرح نہیں ہوسکتا جن کی شان میں اللہ

نے فرمایا: وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْم. اس شخص کے ہاتھ پر عارفین، اہل حقائق، اہل کشف اور اہل شہود بیعت کریں گے۔ اس کے ممد و معاون ہونگے، اس کی دعوت کو پھیلائیں گے، اس کے وزیر ہوں گے، امور مملکت میں اس کا بوجھ اٹھائیں گے اور ہر معاملے میں اس کی اعانت کریں گے۔ ابن عربی نے مزید فرمایا کہ حق تعالیٰ اس کے لئے ایسی جماعت کو ظاہر فرمائیں گے جو ابھی تک خزانہ غیب میں چھپی ہوئی ہے۔ حق تعالیٰ اس جماعت کے لوگوں کو کشف کے ذریعے حقائق اور معاملاتِ مخلوق سے مطلع فرمائیں گے۔ اس جماعت کے مشورے سے یہ شخص (امام مہدی) فیصلے کرے گا۔ اس جماعت کے لوگ حقیقتاً عارف ہوں گے اور اپنے علم عطائی کی برکت سے امام مہدی کا مرتبہ و منزلت معلوم کریں گے کہ یہ خلیفۃ اللہ بر حق ہے جو حیوانات کی زبانوں سے بھی واقف ہوگا اور اس کا عدل و انصاف جن و انس میں جاری و ساری ہوگا۔

مرتبہ قطبیت:

حضرت علاءُ الدولہ احمد بن محمد سمنانی نے ابدال و اقطاب کے بارے میں فرمایا ہے کہ محمد بن حسن عسکری واصل ہو چکے ہیں اور ان کے آباؤ اجداد اہل بیت بھی اس مرتبہ سے متصف ہیں۔ جب یہ لوگ آنکھوں سے مخفی ہو جاتے ہیں تو ابدال کے زمرے میں داخل ہو جاتے ہیں پھر تدریجی طور پر ترقی کرتے کرتے عظمت کی انتہائی بلندی تک پہنچ جاتے ہیں اور علی بن حسین بھی ایک قطب تھے جب ان کا انتقال ہو گیا تو انہیں شونیز کے مقام پر دفن کیا گیا، ان کی نماز جنازہ محمد بن حسن عسکری نے پڑھائی اور ان کے قائم مقام بن گئے اور قطبیت کے رتبے پر تیس سال فائز رہے۔ پھر بحکم پروردگار یہ بھی وفات پا گئے تو ان کے قائم مقام حضرت عثمان بن یعقوب خراسانی جوینی ٹھہرے۔ امام محمد بن حسن عسکری کی نماز جنازہ ان کے تمام ساتھیوں نے پڑھی اور انہیں مدینۃ الرسول میں دفن کیا۔ جب جوینی کا انتقال ہوا تو عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے احد کو چک، جوینی کے قائم مقام ہوئے۔ ان کا انتقالِ بیرونِ عرب ہوا۔ ان بزرگوں کی قبور اونچی ہیں نہ پختہ، انہیں اقطاب کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور یہ اقطاب ہر سال قبور مذکورہ کی زیارتوں سے مشرف

ہوتے رہتے ہیں۔

بعض صاحب نظر کامل صوفیاء کا خیال ہے کہ بارہویں امام محمد المہدی ہی مہدی موعود ہیں اور یہ اس وقت رجال الغیب (مردانِ غیب) میں سے ہیں اور قربِ قیامت میں آپ ہی کا ظہور ہوگا۔ دس سال کی عمر شریف میں آپ لوگوں کی نظروں سے غائب ہو گئے اور تیس سال قطبیت کے فرائض سرانجام دیئے اس طرح آپ کی عمر چالیس سال ہوئی۔ جب آپ کا ظہور ہوگا تو اسی عمر شریف میں بالکل اسی طرح ظاہر ہوں گے جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی اسی عمر کے ساتھ آسمانوں سے تشریف لائیں گے۔ جس طرح ہزاروں سال گذرنے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر میں کوئی تغیر نہ ہوگا اور جس طرح تین سو نو برس گزرنے سے اصحاب کہف کی عمروں میں کوئی تغیر واقع نہ ہوا، جس طرح سو برس گزرنے سے حضرت عزیز علیہ السلام کی عمر میں کوئی تبدیلی و تغیر نہ آیا بالکل اسی طرح حضرت امام محمد المہدی پر ہزاروں سال کی غیبت سے کوئی تغیر واقع نہ ہوگا اور اللہ ہر بات پر قادر ہے۔ تو امام مہدی مردانِ غیب میں سے ہیں اور جب منشاء ایزدی ہوگی آپ کا ظہور ہوگا۔

میرے ایک ساتھی محترم فضل حسین قادری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے خواب میں امام مہدی کی زیارت ہوئی آپ نے فرمایا میں نے تمہیں اپنی فوج میں بھرتی کر لیا ہے۔ (ان روحانی لوگوں کے لشکر میں جو اس وقت طاغوتی قوتوں کے خلاف امام مہدی کے ممدو معاون ہوں گے) فضل حسین قادری صاحب نے یہ بھی بتایا کہ میں کئی ایسے لوگوں کو جانتا ہوں جو آج بھی امام مہدی سے ملاقات کرتے ہیں۔

مجدد الف ثانی کا بیان:

مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی مکتوبات دفتر سوم کے مکتوب ۱۲۳ میں جناب نور محمد تہاری کے نام لکھتے ہیں کہ وہ راہ جو قرب ولایت سے تعلق رکھتی ہے، اقطاب، اوتاد، ابدال اور عام اولیاء اللہ اسی راہ سے واصل ہوتے ہیں اور راہِ سلوک اسی راہ سے عبارت ہے۔ اس راہ کے واصلین کے پیشوا ان کے سردار اور ان کے بزرگوں کے منبع فیض حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔ یہ عظیم الشان منصب یعنی تمام کاملین کا منبع فیض ہونا شیر خدا علی المرتضیٰ کا خاصہ ہے اس راہ میں گویا رسول اللہ ﷺ کے دونوں قدم مبارک

حضرت علی کے مبارک سر پر ہیں اور سیدہ فاطمۃ الزہرا اور حضرات حسنین رضوان اللہ علیہم اجمعین، اس مقام میں حضرت علی کے ساتھ شریک ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جناب امیر اپنی پیدائش سے پہلے بھی اس مقام کے ملجا و ماوٰی تھے (یعنی ازلی طور پر آپ اس مقام پر فائز ہیں) جیسا کہ آپ اس عالم دنیا میں اپنے ظہور کے بعد ہیں اور جس کسی کو بھی فیض و ہدایت اس راہ سے پہنچی وہ حضرت علی کے توسل سے پہنچی کہ آپ اس راہ کے آخری نقطہ کے نزدیک ہیں اور اس مقام کا مرکز ان سے تعلق رکھتا ہے اور جب جناب امیر سیدنا علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ کا دور ختم ہوا تو یہ عظیم القدر منصب ترتیب وار حضرات حسنین کو سپرد ہوا اور ان کے بعد وہی منصب آئمہ اثنا عشر میں سے ہر ایک کو ترتیب وار سپرد ہوا۔ ان ائمہ اہلبیت کے زمانے میں اور ان کے بعد بھی جس کو فیض و ہدایت پہنچتا ہے ان بزرگوں کے ذریعے اور توسل سے پہنچتا ہے۔ اگرچہ وہ اپنے وقت کے اقطاب و ابدال ہی کیوں نہ ہوں۔ سب کے ملجا و ماویٰ یہی بزرگ ہیں کہ اطراف کو اپنے مرکز کے ساتھ الحاق کرنے سے چارہ نہیں ہے۔

یہاں تک کہ نوبت حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو یہ منصبِ مذکور آپ کے سپرد ہوا اور آئمہ مذکورین اور حضرت شیخ کے درمیان کوئی بھی اس مرکز پر مشہود نہیں ہوتا اور اس راہ میں فیوض و برکات کا حصول جس کسی کو بھی ہو خواہ وہ قطب ہو یا ابدال، اب سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے توسل اور واسطے سے ہوتا ہے کہ یہ مرکز ان کے علاوہ کسی اور کو میسر نہیں ہوا۔

امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں اہل سنت کا نظریہ اور صوفیاء کے اقوال

علمائے اہل سنت کے مطابق امام مہدی علیہ السلام، نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نسل سے ہوں گے ان کا نام محمد اور کنیت ابوالقاسم ہوگی۔ وہ ابھی پیدا نہیں ہوئے مگر پیدا ہونے کے بعد وہ باقاعدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مل کر کفار و مشرکین یہود و نصاریٰ اور منافقین (وہ لوگ جو مسلمانوں میں سے نکل کر دجال سے جا ملیں گے) سے جنگ کریں گے اور ایک اسلامی حکومت قائم کریں گے۔ ان کی پیدائش قیامت کے نزدیک ہوگی، ان کا ظہور مشرق سے ہو گا اور بعض روایات کے مطابق مکہ سے ہوگا۔ ان کے ظہور کی نشانیاں بھی کثرت سے بیان کی گئی ہیں اور ان میں سے بیشتر پر شیعہ حضرات بھی متفق ہیں۔

فتوحات مکیہ میں شیخ الاکبر محی الدین ابن عربی لکھتے ہیں کہ یاد رکھنا چاہیئے کہ قائم آلِ محمد کا ظہور ضروری ہے۔ البتہ یہ اس وقت ہوگا جب زمین ظلم و جور سے بھر جائے گی۔ وہ عترتِ رسول، ذریت فاطمہ اور حسین ابن علی کی اولاد سے ہوں گے۔ حضرت خضر علیہ السلام ان کے سامنے رہیں گے، پانچ، سات یا نو سال، طریقہ نبوی کے مطابق حکومت کریں گے۔ ایک فرشتہ ان کی حفاظت پر مامور ہوگا۔ سات ہزار مسلمانوں کے ساتھ تکبیر کے نعروں کی گونج میں روم پر حملہ کریں گے۔ روم فتح کریں گے۔ اسلام پستی کے بعد عزت اور موت کے بعد زندگی پائے گا۔ کفار پر جزیہ عائد کیا جائے گا جو اسلام نہیں لائیں گے قتل کر دیئے جائیں گے جو جنگ کرے گا ناکام ہوگا۔ انسانی رائے کی دخل اندازی کے بغیر دین الٰہی رواج پائے گا۔ علماء فتویٰ دینے سے گھبرائیں گے کیونکہ ان کا اعتقاد ہوگا کہ آئمہ کے بعد کسی کو حق اجتہاد نہیں۔ ان کا ساتھ نور کا ایک سفید منارہ ہوگا۔ دمشق کے مشرقی حصہ میں قیام فرمائیں گے۔ دو فرشتے ان کے دائیں بائیں ہوں گے۔ اس وقت لوگ نماز عصر کے لئے

تیار ہوں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آگے کرنا چاہیں گے لیکن وہ امام زمانہ کی اقتداء میں نبی کریم ﷺ کے طریقے پر نماز پڑھیں گے۔ پھر صلیب توڑیں گے، خنزیر مارے جائیں گے اس کے بعد امام طاہر و مطہر دنیا سے تشریف لے جائیں گے۔

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ احادیث میں آیا ہے حضور اقدس ﷺ نے فرمایا؛ ''چار آدمی تمام زمین کے مالک ہوئے ہیں ان میں دو مومن اور دو کافر۔ مومنوں میں سے حضرت ذوالقرنین اور حضرت سلیمان علیہ السلام اور کافروں میں نمرود اور بخت نصر اور پانچواں آدمی جو تمام زمین کا مالک ہوگا وہ میرے اہل بیت میں سے ہوگا (یعنی امام مہدی علیہ السلام)

حدیث میں آیا ہے کہ اصحاب کہف امام مہدی کے مددگار ہوں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے زمانے میں نزول فرمائیں گے۔ وہ دجال کے ساتھ جنگ کرنے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ساتھ دیں گے اور ان کی سلطنت کے ظہور کے زمانے میں چودہ رمضان کو سورج گرہن ہوگا اور اس مہینہ کی ابتداء میں چاند گرہن ہوگا اور یہ نجومیوں کے حساب اور زمانہ کی عادت کے برخلاف ہوگا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں خدا تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ قیامت قریب آچکی ہے اور مہدی کا ظہور ہوا چاہتا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی لکھتے ہیں کہ بارہ سو ہجری کے بعد امام مہدی کا انتظار کرنا چاہیئے اور شروع صدی میں حضرت کی پیدائش ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی اپنے ملفوظات میں لکھتے ہیں کہ خلافت راشدہ وہ خلافت ہے کہ منہاج نبوت (یعنی حضور کے طریقے) پر ہو جیسے حضرات خلفائے اربعہ و امام حسن مجتبیٰ و حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کی اور اب میرے خیال میں ایسی خلافت راشدہ امام مہدی علیہ السلام ہی قائم کریں گے۔ امام احمد رضا خاں ملفوظات میں مزید لکھتے ہیں کہ ان دونوں واقعات کا ہونا یعنی ۱۸۴۰ھ کے قریب سلطنت اسلامیہ کا نہ رہنا اور ۱۹۰۰ھ میں امام مہدی کا ظہور، سید المکاشفین شیخ محی الدین ابن عربی کے کلام سے اخذ کیے ہیں۔

تذکرہ انوار صابری میں صوفی برکت علی لدھیانوی لکھتے ہیں کہ سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے آج سے ۹۰۰ سال پہلے موجودہ دور کے بارے میں جو کچھ فرمایا تھا، تمام حالات و واقعات اسی طرح ظہور پذیر ہو رہے ہیں۔ آپ کے مکتوب نطاب قربت الوحدت میں درج ہے کہ ۱۴۰۰ ہجری یعنی ۱۹۸۰ء کے آغاز سے طرح طرح کے فتنے پوری دنیا میں ظاہر ہوں گے۔ ۱۴۰۰ ہجری کے وسط یعنی ۱۴۵۰ھ کے قریب تک یہ حسد و نفرت کے واقعات کثرت سے ظاہر ہوں گے۔ گناہ کبیرہ زیادہ اور گناہ صغیرہ کم ہوں گے۔ ابدال زمین پر بہت کم نزول کریں گے۔ نقیب و نجیب (یعنی اہل تکوین) سارے عالم کے دنیاداروں کو بد دعا دیا کریں گے۔ دنیاداروں کے ایمان سلب ہو چکے ہوں گے۔ سوائے ان لوگوں کے جو کسی بزرگ عارف کی باتوں پر عمل کریں گے یہ لوگ محفوظ رہیں گے۔

ستارہ عطارد و مریخ سے ایک مجدد کی حکومت جاری ہوگی۔ یہ زمانہ قریب حضرت امام مہدی (علیہ السلام) کے ہوگا اور سوائے اس (امام مہدی) کے مقلدین کے کوئی ان باتوں کو سمجھنے والا نہ ہوگا۔ فقرائے غیر مرفوع (عام فقراء) کی حالت یہاں تک ہوگی کہ بموجب حدیث مبارک دین کے بجائے دنیا کو اختیار کریں گے۔

امام محمد المہدی بن امام حسن عسکری
کے بارے میں اکابرینِ امت کے فرمودات

بیشتر علماء اور صوفیائے اہل سنت والجماعت کا یہی عقیدہ ہے کہ گیارہویں امام، امام حسن عسکری کے صاحبزادے محمد المہدی ہی امام مہدی ہیں۔ اس وقت غیبت میں ہیں اور مقررہ وقت پر آپ کا ہی ظہور ہوگا۔ یہ عین ممکن ہے کہ جس طرح حضرت خضر علیہ السلام، الیاس علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں، امام مہدی بن امام حسن عسکری پردۂ غیب سے ظہور فرمائیں۔

حضور اقدس ﷺ کا فرمان:

ینابیع المودۃ میں حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک یہودی نے حضور ﷺ سے پوچھا: مجھے خبر دیجئے کہ آپ کا وصی کون ہے؟ کہ ہر نبی کا کوئی نہ کوئی وصی ہوتا ہے، ہمارے نبی موسیٰ علیہ السلام نے یوشع بن نون کو اپنا وصی مقرر کیا۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: ''بے شک میرا وصی علی ابن ابی طالب ہے، اس کے بعد میرے دو فرزند حسن اور حسین ہیں ان کے بعد نو آئمہ حسین کی صلب سے ہوں گے۔ یہودی نے کہا مجھے ان کے نام بتائیے؟ حضور ﷺ نے فرمایا جب حسین دنیا سے چلے جائیں گے تو ان کے بیٹے علی، علی کے بعد ان کے بیٹے محمد، محمد کے بعد ان کے بیٹے جعفر، جعفر کے بعد ان کے بیٹے علی، علی کے بعد انکے بیٹے حسن اور جب حسن دنیا سے چلے جائیں گے تو ان کے بیٹے محمد مہدی امام ہوں گے، اور یہی بارہ امام ہیں''۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جسے یہ پسند ہو کہ سفینۂ نجات پر سواری کرے اور مضبوط رسی سے تمسک کرے اور اللہ کی مضبوط رسی کو تھامے، تو وہ علی سے محبت کرے اور اس کے دشمن سے عداوت رکھے اور اس کی اولاد سے

ہونے والے آئمہ ہدایت کی اقتداء کرے۔ بے شک وہ میرے خلفاء اور میرے اوصیاء ہیں اور میرے بعد اللہ کی مخلوق پر اللہ عزوجل کی حجت ہیں، پرہیزگاروں کو جنت کی طرف لے جانے والے قائد ہیں، ان کا گروہ میرا گروہ اور میرا گروہ اللہ کا گروہ ہے اور ان کے دشمنوں کا گروہ شیطان کا گروہ ہے۔

شیخ احمد جامی (متوفی ۵۳۶ھ):

عبدالرحمٰن جامی نے نفحات الانس میں شیخ احمد جامی کی بڑی تعریف کی ہے اور کہا کہ انہوں نے چالیس برس غار میں چلہ کشی کی پھر مخلوق میں آ کر ہزار صفحات پر مشتمل کتاب تالیف کی جس سے علماء و حکماء حیرت و استعجاب میں ڈوب گئے اور بہت سارے افراد آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے۔ یہ امام مہدی کو امام حسن عسکری کا فرزند شمار کرتے ہیں اور اس بیان پر ان کے اشعار شیخ سلیمان حنفی نے ینابیع المودۃ میں نقل کئے ہیں۔

شیخ فریدالدین عطار (۶۲۷ھ):

تذکرۃ الاولیاء نامی مشہور کتاب کے مصنف شیخ فریدالدین عطار رحمتہ اللہ علیہ کامل ولی اللہ اور عارف باللہ تھے۔ ان کی شان میں مولانا جلال الدین رومی فرماتے ہیں:

ہفت شہر عشق را عطار گشت ما ہنوز اندر خم یک کوچہ ایم

''عطار نے عشق کے ساتوں شہروں کی سیر کر لی، جبکہ میں ہنوز ایک گلی کے پیچ و خم میں الجھا ہوا ہوں''۔

شیخ فریدالدین عطار اپنی کتاب مظہر الصفات میں تحریر کرتے ہیں:

مصطفیٰ ختم رسل شد درجہاں مرتضیٰ ختم ولایت در عیاں

جملہ فرزندانِ حیدر اولیاء جملہ یک نورند حق کرد ایں ندا

''اس جہاں میں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم المرسلین کے منصب پر فائز ہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ خاتم الاولیاء کے مرتبے پر فائز ہیں۔ حضرت علی کے تمام فرزند اولیاء ہیں۔ حق تعالیٰ کی ندا ہے کہ یہ سب کے سب ایک نور ہیں''۔

اس کے بعد عطار فرماتے ہیں:

''اس کرہ ارض کے ہزاروں اولیاء، خدا سے امام مہدی علیہ السلام کے متعلق یقین کی دعا کر رہے ہیں کہ اے پروردگار مہدی کو غیب سے آشکارا فرما، تا کہ یہ جہاں عدل سے بھر جائے۔ مہدی ہادی ہیں، متقیوں کے سر کا تاج ہیں، آپ بہترین مخلوق اور اولیاء کے برج ہیں، آپ ہی اس دور کے خاتم الاولیاء ہیں اور تمام چھپے ہوئے معانی کو پہچانتے ہیں۔ آپ ہی پردۂ غیب سے ظہور کریں گے۔ بندہ عطار آپ کا ثنا خواں ہے''۔

اپنے دیگر اشعار میں عطار اظہار کرتے ہیں کہ امام حسن عسکری کے صاحبزادے محمد المہدی ہی امام مہدی ہیں۔

شیخ الاکبر محی الدین ابن العربی (متوفی ۶۳۷ھ)

فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم جیسی تصوف کی عظیم کتابوں کے مصنف شیخ الاکبر محی الدین ابن العربی، سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے روحانی فرزند ہیں۔

اخبار الاولیاء میں ہے کہ شیخ علی بن محمد عربی بڑے مالدار تھے مگر کوئی اولاد نہ ہونے کے سبب مغموم رہتے تھے۔ جس کسی مجذوب، سالک یا ولی اللہ کے پاس جاتے یہی سنتے کہ تیرا درد لا علاج ہے۔ تیری قسمت میں اولاد نہیں۔ بالآخر سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کا شہرہ سن کر حاضرِ خدمت ہوئے اور مدعا بیان کیا۔ دستگیر بے کساں، غوثِ انس و جاں نے اپنی پشتِ مبارک کو ان کی پشت سے رگڑا اور فرمایا میں نے ایک لڑکا اپنے صلب سے تجھے دیا یہ لڑکا مقبول بارگاہ ایزدی اور اپنے زمانے کا قطب ہوگا اس کا نام محی الدین رکھنا۔ جب شیخ الاکبر حضرت محی الدین ابن العربی پیدا ہوئے تو انہیں آپ کی خدمت میں لایا گیا۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا۔ سبحان اللہ کیسا فرزند رشید پیدا ہوا ہے۔ یہ ان تمام اسرار کو جنہیں اولیائے کاملین نے اب تک چھپا رکھا ہے، ظاہر کر دے گا۔

امام شعرانی اپنی کتاب لیواقیت میں فتوحات مکیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ شیخ الاکبر نے تحریر فرمایا: ''جان لو امام مہدی علیہ السلام کا ظہور یقینی ہے مگر آپ کا ظہور اس وقت ہوگا جب زمین ظلم و ستم سے بھر چکی ہوگی۔ آپ اسے عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔ بے شک دنیا کی عمر کا ایک دن ہی کیوں نہ بچ جائے، خداوند اس ایک دن کو اتنا طویل فرما دے گا

کہ یہ خلیفہ مسند خلافت پر فائز ہو جائے گا۔ امام مہدی علیہ السلام، رسول اکرم ﷺ کی عترت اور سیدہ فاطمۃ الزہرا کی اولاد سے ہوں گے۔ ان کے دادا حسین بن علی ہیں۔ آپ کے والد امام حسن عسکری ہیں جو امام علی نقی کے فرزند ہیں۔ یہ سلسلہ اس طرح ہے۔ امام علی نقی بن امام محمد تقی بن امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین بن امام علی ابن ابی طالب''۔

شیخ عبداللہ یافعی (متوفی ۷۶۸ھ)

آپ کا شمار آٹھویں صدی ہجری کے بزرگ علماء میں ہوتا ہے۔ آپ یمن کے رہنے والے تھے۔ یہ اپنی کتاب مراۃ الجنان میں ۲۶۰ھ کے حالات میں تحریر کرتے ہیں کہ اس سال ابو محمد امام حسن عسکری بن امام علی نقی کی وفات ہوئی۔ آپ بارہ اماموں میں سے ایک ہیں اور صاحبِ سرداب اور امام منتظر (امام مہدی) کے والد گرامی ہیں۔

خواجہ محمد پارسا (متوفی ۸۲۲ھ)

آپ نقشبندیہ سلسلے کے اکابرین میں سے ہیں۔ آپ نے اپنی کتاب ''فصل الخطاب'' میں اس حدیث کا تفصیل سے رد کیا جس میں مذکور ہے: حضور ﷺ نے فرمایا امام مہدی میرے ہم نام اور ان کے والد میرے والد کے ہم نام ہوں گے''۔ پھر تحریر کرتے ہیں کہ اس بارے میں اتنی زیادہ روایات ہیں جو حد و شمار سے باہر ہیں۔ جو بیان کرتی ہیں کہ امام مہدی کے مناقب میں سے ہے آپ صاحب الزمان ہیں۔ آپ نظروں سے اوجھل ہیں اور ہر زمانے میں حاضر و موجود ہیں، متواتر روایات موجود ہیں کہ آپ انشاءاللہ ظہور فرمائیں گے، آپ کے وجود مبارک کے نور سے یہ جہاں چمک اٹھے گا جس سے دین اسلام کو نئی حیات ملے گی۔ آپ اللہ کی راہ میں ایسا جہاد کریں گے جیسا حق بنتا ہے۔ آپ اس جہان کو آلودگیوں اور کثافتوں سے پاک کر دیں گے۔ آپ کے اصحاب اور جانثار ہر قسم کے عیوب و نقائص سے پاک ہوں گے اور بڑے صاف و شفاف انداز میں زندگی بسر کریں گے۔ آپ کی ہدایت کے سبب لوگ حق تک پہنچیں گے۔ آپ پر خلافت و امامت کا خاتمہ ہوگا۔ اپنے بابا کی وفات سے لے کر قیامت تک امام ہوں گے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کی اقتداء

میں نماز ادا کریں گے، آپ کے دعوے کی تصدیق کریں گے اور لوگوں کو دین اسلام کی طرف دعوت دیں گے۔

احمد بن علی داؤدی حسنی (متوفی ۸۲۷ھ)

آپ اپنی کتاب ''عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب'' میں تحریر کرتے ہیں ''امام ابومحمد حسن عسکری زہد اور علم میں عظیم مقام رکھتے تھے۔ آپ امام مہدی کے والد ہیں، جو بارہویں امام ہیں''۔

ابن صباغ مالکی (متوفی ۸۶۵ھ)

آپ اپنی تصنیف ''الفصول المہمہ'' کی آخری فصل میں لکھتے ہیں: ''ابومحمد حسن عسکری کا ایک فرزند محمد المہدی ہے، جو حجت اور قائم ہے اور سارا جہان آپ کی حقیقی حکومت کا منتظر ہے۔ امام مہدی کی ولادت مخفی رکھی گئی کہ خلیفہ وقت کی طرف سے ایسے حالات، مسائل اور مشکلات کا اندیشہ تھا لہٰذا وجہ غیبت، سب کچھ مخفی رکھا گیا۔''

شیخ عبدالرحمٰن بسطامی (متوفی ۸۵۸ھ)

آپ کتاب ''درۃ المعارف'' کے مؤلف ہیں۔ اپنی تحریر میں اس روایت کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ شیخ محدث محمد بن ابراہیم جوینی حموی شافعی نے فرائد السمطین میں اپنی سند کے ذریعے احمد بن زیاد سے اور انہوں نے دعبل بن علی خزاعی سے روایت کی ہے کہ میں نے اپنا قصیدہ تائیہ، امام علی رضا کی خدمت میں پڑھا، جب میں ان اشعار پر پہنچا: ''ہمارے سامنے امام تشریف لائیں گے اس میں کوئی شک نہیں، وہ خدا کے نام اور برکت سے قیام کریں گے۔ آپ حق و باطل کو ہمارے سامنے بیان کریں گے اور ہر نیک کام کی جزا اور برے کام کی سزا دیں گے۔''

میرے اشعار سن کر امام علی رضا نے سخت گریہ کیا اور فرمایا: ''اے دعبل! تمہاری زبان میں گویا روح القدس بول رہا ہے۔ کیا تم جانتے ہو وہ امام کون ہے؟ میں نے عرض کیا: نہیں، میں نے تو صرف اتنا سن رکھا ہے کہ آپ میں سے ایک امام ہوگا جو کرہ ارض کو عدل و

انصاف سے بھر دے گا۔

امام علی رضا نے فرمایا: میرے بعد میرا فرزند محمد تقی امام ہوگا، ان کے بعد میرا پوتا علی نقی امام ہوگا اور ان کے بعد میرا پر پوتا امام حسن عسکری امام ہوگا، ان کے بعد امام حسن عسکری کا فرزند حجت، قائم، مہدی وہ امام ہوگا جس کی غیبت کے دوران انتظار ضروری ہوگا اور جب وہ ظہور فرمائیں گے تو ان کی اطاعت لازمی ہوگی۔ وہی اس زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے، جس طرح وہ ظلم وستم سے بھر چکی ہوگی۔ ہاں! یہ سوال کہ کب قیام کریں گے؟ یہ بیان کرنا ابھی قبل از وقت ہے۔ میرے والد نے اپنے والد سے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کی مثال قیامت کے وقت کی طرح ہے جو کسی بھی لمحے آ سکتی ہے۔''

ابوالمعالی محمد بن عبداللہ سراج الدین رفاعی (متوفی ۸۸۵ھ)

رفاعی سلسلہ طریقت کے یہ بزرگ اپنی کتاب ''صحاح الاخبار فی نسب السادۃ الفاطمیۃ الاخیار'' میں حضرت امام علی نقی کے حالات و واقعات بیان کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ آپ کے القاب نقی، عالم، فقیہ، امیر، دلیل، عسکری اور نجیب ہیں۔ آپ ۲۱۲ھ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور عباسی خلیفہ کے دیئے گئے زہر سے ۲۵۴ھ میں شہید ہوئے۔ آپ کے پانچ فرزند تھے: حسن عسکری، حسین، محمد، جعفر اور عائشہ۔ امام حسن عسکری کے جانشین امام محمد مہدی صاحب سرداب ہیں۔

نورالدین عبدالرحمٰن جامی (متوفی ۸۹۸ھ)

حضور اقدس ﷺ کے سچے عاشق رسول، حضور کی شان اقدس میں شاندار نعتیں کہنے والے مولانا جامی نے اپنی مشہور زمانہ کتاب شواہد النبوت میں امام محمد المہدی ابن امام حسن عسکری کو بارہواں امام تحریر کیا ہے۔ امام مہدی کی ولادت باسعادت کے وقت رونما ہونے والے دلچسپ واقعات کا تذکرہ کیا ہے: امام حسن عسکری کی پھوپھی حکیمہ خاتون کا بیان ہے کہ میں ایک دن امام حسن عسکری سے ملنے گئی۔ آپ نے فرمایا: پھوپھی جان آج ہمارے پاس رک جائیں، چونکہ خداوند کریم ہمیں فرزند عطا کرنا چاہتا ہے۔ میں نے کہا:

فرزند کس سے ہوگا؟ نرجس خاتون میں تو کوئی آثار نہیں نظر آ رہے؟ امام حسن عسکری نے فرمایا: نرجس حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کی مثل ہے، ان کے ہاں بھی ولادت کے وقت تک آثارِ ولادت دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ حکیمہ خاتون فرماتی ہیں: میں نے دیکھا کہ نومولود جیسے ہی زمین پر آیا فوراً سجدے میں گر گیا۔ امام حسن عسکری نے آواز دی: پھوپھی جان! میرے فرزند کو میرے پاس لائیے۔ پھر آپ نے اپنے فرزند سے فرمایا: اے میری جان! اذنِ خدا سے گفتگو کرو۔ آپ گویا ہوئے: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ **وَ نُرِیۡدُ اَنۡ نَّمُنَّ عَلَی الَّذِیۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡا فِی الۡاَرۡضِ وَ نَجۡعَلَهُمۡ اَئِمَّةً وَّ نَجۡعَلَهُمُ الۡوٰرِثِیۡنَ ٥** (قصص:۵) ''اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ زمین پر بسنے والے کمزوروں پر احسان کریں، ان میں امام اور (انبیاء کے) وارث مبعوث فرما کر۔''

مولانا جامی نے اس کے بعد امام مہدی کے حالات تحریر کرتے ہوئے بیان کیا:
امام حسن عسکری کے ایک خادم کا بیان ہے: میں نے امام سے پوچھا کہ آپ کے بعد ہمارا امام کون ہوگا؟ آپ گھر میں تشریف لے گئے، ایک بچے کو جو چودھویں کے چاند کی مانند تھا اور تین برس کا لگ رہا تھا، گود میں اٹھا لائے اور فرمایا: اگر تم خدا کے ہاں پسندیدہ افراد میں شامل نہ ہوتے تو میں کبھی تمہیں اس فرزند کی زیارت نہ کراتا اس کا نام رسول اللہ کے نام پر ہے اور کنیت بھی رسول اللہ والی ہے اور یہی زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جب زمین ظلم وستم سے لبریز ہوگی۔

مولانا جامی نے ایک اور روایت نقل کی: ایک شخص کا بیان ہے کہ میں ایک دن امام حسن عسکری کی بارگاہ میں گیا، دیکھا کہ ایک کمرے کے دروازے پر پردہ لٹکا ہوا ہے۔ میں نے عرض کیا: اے میرے آقا! آپ کے بعد صاحب امر کون ہوگا؟ آپ نے اس کمرے کا پردہ ہٹایا، وہاں سے ایک بچہ باہر آیا جو پاکیزگی وطہارت کا مجسمہ، نفاست وتقدس جس کے رخساروں سے ہویدا، گیسو کھلے ہوئے تھے۔ وہ آ کر امام حسن عسکری کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا: میرے بعد یہ تمہارے امام ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا: اے بیٹے! ایک وقت معلوم تک گھر میں داخل ہو جاؤ۔ آپ کا فرزند کمرے میں چلا گیا۔ پھر امام حسن عسکری نے مجھے حکم دیا دیکھو یہاں کون ہے؟ میں نے کمرے کے اندر دیکھا، وہاں کسی کو نہ

پایا۔

مولانا جامی اس بیان کے آخر میں چند خوبصورت اشعار نذر کرتے ہیں:

''اے ہدایت کرنے والے امام آ جاؤ کہ غمِ انتظار کی حدیں ختم ہونے والی ہیں۔ اپنے رخ انور سے نقاب اٹھاؤ تا کہ مانند آفتاب، دمکتے رخساروں کا نظارہ کروں۔ اپنے پوشیدہ ٹھکانے سے باہر تشریف لائیے اور مہر و وفا کے تمام آثار آشکار فرمایئے۔ ارکان اسلام کو نمایاں کریں، اصنام کی بنیادیں ہلا دیں۔ یہ جہان ظلم و جور سے بھر گیا ہے۔ حکمرانوں سے انصاف بہت دور ہو گیا ہے۔ میری بوسیدہ حالت پر ایک نظر ڈالیں تا کہ آپ کے الطاف سے میرا سر بلند ہو سکے۔ میں پر امید ہوں کہ ایک دن امام کے الطاف سے بہرمند ہوں گا۔

اے پروردگار! امام زماں کے حق کا واسطہ اس خاندان سے محبت کرنے والوں کی لاج رکھنا، میرے دل کی رقت میں اضافہ فرما دے اور میرے گلو سے ساری تلخیاں محو کر دے''۔

بدیع الدین قطب مدار:

آپ کا شمار اہل سنت کے کامل اولیاء اور صوفیاء میں ہوتا ہے۔ آپ کے لئے عبدالرحمٰن صوفی نے رسالہ مداریہ تالیف کیا۔ اس رسالہ میں تحریر ہے کہ بدیع الدین قطب مدار کو باطنی صفائی کے بعد عالم خواب میں حضور اقدس ﷺ کی زیارت کا شرف نصیب ہوا۔ حضور نے آپ کو اپنے دست حق پرست میں لے کر کمال کرم و مہربانی سے تلقین فرمائی۔ اتنے میں سیدنا علی المرتضٰی تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے انہیں حضرت علی کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا: اے علی یہ نوجوان خداوند عزیز کو بے حد عزیز ہے یہ اپنے وقت کا قطب مدار بنے گا اس کے بعد قطب مدار نے آپ ﷺ کے حکم پر حضرت علی سے بیعت کی۔ پھر آپ روضہ اقدس پر حاضری کے لئے نجف اشرف تشریف لائے اور حرم حضرت علی میں ریاضت فرمائی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی پاکیزہ تربیت و ہدایت کے نتیجے میں بلند منازل طے کر گئے۔ اسی دوران امام المشارق والمغارب سیدنا علی ابن ابی طالب نے آپ کو امام مہدی بن حسن عسکری سے متعارف کروایا اور عالم ظاہری میں دونوں کی ملاقات کروائی۔

شیخ حسن عراقی (۹۲۵ھ)

عبدالوہاب شعرانی اپنی کتاب ''اللواقع الانوار فی طبقات الاخبار'' میں تحریر فرماتے ہیں: شیخ حسن عراقی ایک صالح، عابدوزاہداور صاحب کشف عظیم انسان تھے۔آپ مشرف کے پہاڑی سلسلے برکۂ رطلی میں مدفون ہیں۔مصر میں زندگی بسر کی اور ایک سوتیس سال عمر پائی۔میرا اپنے استاد ابوالعباس حریثی کے ہمراہ ان کے ہاں آنا جانا تھا۔ایک دن فرمانے لگے میں اپنے حالات ابتداء سے بتاتا ہوں؛ میں دمشق میں صنعت کے پیشے سے وابستہ تھا۔ جمعہ کا دن عیاشی اور شراب نوشی میں بسر کرتا تھا۔ایک دن میں نے اپنے آپ سے کہا: کیا تم اس کام کے لئے پیدا ہوئے ہو؟ میں اپنے دوستوں کو چھوڑ کر جامع مسجد اموی میں گیا وہاں ایک شخص کرسی پر بیٹھا امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں گفتگو کر رہا تھا۔اس کی باتیں سن کر میرے دل میں امام مہدی کی ملاقات کا شوق پیدا ہوا۔پھر میں نے جب بھی سجدہ کیا، خدا سے امام مہدی کی ملاقات کی دعا کی۔ایک دن نماز مغرب کے بعد نوافل پڑھ رہا تھا، مجھے احساس ہوا کہ میری پشت پر کوئی موجود ہے۔انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ میرے کندھوں پر رکھ کر فرمایا: اے بیٹے! خدا نے تمہاری دعا سن لی، تم کس کے منتظر ہو؟ میں مہدی ہوں۔ میں نے عرض کیا: آپ میرے غریب خانہ پر تشریف لائیں۔ پھر آپ نے میرے غریب خانہ کو رونق بخشی اور فرمایا مجھے خلوت چاہیئے۔اس طرح ایک ہفتہ آپ نے میرے ہاں قیام فرمایا۔

شیخ علی خواص (متوفی ۹۳۹ھ)

امام شعرانی لواقع میں لکھتے ہیں کہ میرے استاد اور مربی شیخ علی خواص لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے اس کے باوجود مفاھیم قرآن پر بڑی پرمغز گفتگو فرماتے جسے سن کر اہل علم و دانش انگشت بدندان ہو جاتے۔آپ جو فرماتے وہ ہو کر رہتا۔لوگوں کے بیان کرنے سے پہلے ان کے مسائل کا حل بیان فرما دیتے۔ سننے والے حیران رہ جاتے کہ انہیں ہماری نیت و ارادہ کا کیسے علم ہوا؟ امام شعرانی نے لیواقیت الجواہر میں شیخ حسن عراقی اور امام مہدی علیہ السلام کی ملاقات کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھا کہ شیخ علی خواص نے بھی شیخ حسن عراقی اور امام

مہدی علیہ السلام کی ملاقات کی تصدیق کی۔

امام عبدالوہاب شعرانی (۹۷۳ھ)

امام شعرانی کی مشہور ومعروف تصنیف ''الیواقیت والجواہر فی عقائدالاکابر'' کے بارے میں شیخ الاسلام فتوحی حنبلی نے لکھا کہ اس کتاب کے مطالب کا انکار بداندیش دشمن، جھوٹا، منکر، قرآن ودانش سے دوراورراہ راست سے بیگانہ شخص ہی کرے گا۔

شیخ شہاب الدین رملی شافعی نے فرمایا: لیواقیت و جواہر ایسی کتاب ہے جس کی عظمت کا کوئی منکر نہیں۔ شیخ شہاب الدین عمیرہ شافعی اس کتاب کی بلیغ مدحت کے بعد لکھتے ہیں ''ہم سوچ بھی نہیں سکتے کہ خداوند کریم نے فاضل مصنف کی مثل کوئی برجستہ شخصیت منصۂ شہود پر مبعوث کی ہو''۔

لیواقیت والجواہر انتہائی گرانقدراور گہرے اسرار ورموز پر محیط کتاب ہے۔ آپ نے اپنی اس کتاب اور دوسری کتاب لواقع الانوار فی طبقات الاخبار میں امام مہدی علیہ السلام کی شان میں بڑے عمدہ اور دل نشین مطالب ذکر کئے ہیں۔ لیواقیت میں آپ رقم طراز ہیں:

شارع مقدس نے ہمیں قیامت کی جتنی نشانیاں بتائی ہیں وہ سب کی سب مبنی بر حق ہیں۔ وہ تمام قیامت سے قبل واقع ہوکر رہیں گی، جیسے امام مہدی کا ظہور، دجال کا حملہ، حضرت عیسیٰ کا نزول، یہ تمام نشانیاں وقوع پذیر ہوں گی۔ حضرت امام مہدی علیہ السلام، امام حسن عسکری کے فرزند ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۵ شعبان ۲۵۵ھ میں ہوئی اور آج تک زندہ ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول تک زندہ رہیں گے۔ ولادت سے لے کر (تادم تحریر) امام مہدی کی عمر مبارک ۹۵۸ سال بنتی ہے۔ مجھ تک یہ خبر شیخ حسن عراقی نے پہنچائی جنہیں بذات خود امام مہدی سے ملاقات کا شرف نصیب ہوا اور میرے استاد محترم شیخ علی خواص اس کے شاہد ہیں۔ امام شعرانی آگے مزید فرماتے ہیں ''اگر یہ کہا جائے کہ جب امام مہدی ظہور فرمائیں گے تو کس طرح حکم دیں گے؟ نص کے ذریعے یا اجتہاد کے ذریعے یا پھر دونوں طرح سے؟'' یہاں ہم شیخ الاکبر کا قول نقل کرتے ہیں،

انہوں نے فرمایا ''اللہ عزوجل جتنا انہیں الہام کریں گے وہ اسی کے مطابق حکم دیں گے۔ حضور اقدس ﷺ کے فرمودات کے بموجب، امام مہدی حضور ﷺ کے پیروکار ہوں گے اور کوئی نیا دین پیش نہ کریں گے''۔

سید جمال الدین عطاء اللہ شیرازی (متوفی ۱۰۰۰ھ)

آپ ملا علی قاری کے استاد، مشہور محدث اور روضۃ الاحباب فی سیرۃ النبی والآل والاصحاب کے مؤلف ہیں۔ ملا علی قاری نے اپنی کتاب مرقاۃ میں، شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدراج النبوۃ میں اور شاہ ولی اللہ نے ازالۃ الخفاء میں ''روضۃ الاحباب'' کو بہترین اور معتبر علمی کاوش قرار دیا اور اس کے مصنف سید عطاء اللہ کو عظیم دانشور و عالم قرار دیا۔ آپ عبدالعزیز دہلوی کے مشائخ میں سے ایک ہیں۔

سید عطاء اللہ روضۃ الاحباب میں تحریر کرتے ہیں: بارہویں امام کے متعلق عرض ہے کہ محمد بن حسن، اکثر اقوال اور روایات کے مطابق ۱۵ شعبان ۲۵۵ھ سامرہ شہر میں متولد ہوئے۔ آپ حضور ﷺ کے ہم نام اور ہم کنیت ہیں۔ اپنے والد گرامی کے وصال کے وقت آپ کی عمر شریف ۵ برس تھی۔ حضرت زکریا علیہ السلام کی طرح آپ کو بچپن میں ہی حکمت و کرامت عطا کر دی گئیں۔ آپ اسی دوران منصب امامت پر فائز ہوئے۔ مہدی اور صاحب الزماں کے مراتب پر فائز ہو کر ۲۶۰ھ میں معتمد عباسی کے دور اقتدار میں غیبت اختیار فرمائی۔

ان اکابرین کے علاوہ ینابیع المودۃ کے مولف شیخ سلیمان قندوزی حنفی، نوالابصار کے مولف سید مومن بن حسن شبلنجی مصری اور متعدد اکابرین اسی بات کے قائل ہیں کہ بارہویں امام محمد المہدی بن حسن عسکری ہی وہ مہدی موعود ہیں جن کا ذکر احادیث میں آیا۔ آپ غیبت میں ہیں۔ قیامت سے پہلے آپ کا ظہور ہوگا اور یہی امام محمد المہدی بن امام حسن عسکری زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔

حضرت صوفی غلام محمد قادری (متوفی ۱۴۱۱ھ)

اللہ عزوجل کے کامل فقراء اور ازلی اولیاء میں ایک عظیم ہستی، میرے

مربی تاج الفقراء حضرت صوفی غلام محمد قادری قدس سرہٗ ہیں۔آپ مری کے گاؤں بملڑی میں پیدا ہوئے۔آپ سیدنا علی المرتضٰی کے فرزند محمد بن حنفیہ کی اولاد میں سے ہیں یعنی علوی سادات سے ہیں۔ابھی چند سال کے ہی تھی،خواب میں سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی زیارت ہوئی۔سرکار نے سفید رنگ کی کوئی چیز کھانے کے لئے دی۔جب آپ صبح بیدار ہوئے تو بلا کسی کے پڑھائے قرآن مجید پڑھنے لگے۔گھر والوں کے استفسار پر بتایا رات خواب میں ایک بابا جی ملے انہوں نے سفید رنگ کی ایک چیز کھانے کو دی جس کے سبب یہ عالم ہے۔کچھ دنوں بعد ایک فقیر آپ کے گھر پر آیا اور آپ کے والد سے کہا اس بچے کا خاص خیال رکھیں اور اس کے معاملات میں کوئی رکاوٹ نہ ڈالیں۔آپ میں ازلی طور پر عشق الٰہی فروزاں تھا، بیشتر وقت گوشہ تنہائی میں گزرتا۔اسکول کی چند جماعتیں پڑھ سکے پھر جذب و مستی اس قدر بڑھی کہ جنگلوں میں نکل گئے۔۱۳ برس چلہ کشی کی، مختلف ریاضتوں میں مصروف رہے۔گھر والے آپ کے احوال سمجھ نہ سکے، زبردستی پکڑ لائے اور اس خیال سے کہ شادی کے بعد آپ اپنی روش چھوڑ کر گھر بار سنبھالیں گے، آپ کی شادی کروادی۔آپ اس وقت چلہ میں تھے۔شب عروسی گاؤں کی مسجد میں یاد الٰہی میں بسر کی۔صبح کو وہیں سے دوبارہ جنگلوں میں نکل گئے اور مزید ۵ سال گزارنے کے بعد واپس تشریف لائے۔

پنجتن پاک کی عنایت خصوصی اور حضور غوث الثقلین کے کرم خاص سے آپ نے راہ سلوک اویسی طریقے سے طے کی۔پھر آپ کو بیعت ہونے کا حکم ہوا۔آپ فرماتے ہیں کہ میں اپنے گاؤں کی ایک پہاڑی پر بیٹھا تھا میں نے دیکھا کہ میرے مربی سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ ارواح اولیاء کے ہمراہ تشریف لائے اور مری کی سمت اشارہ کر کے اس طرف جانے کا حکم دیا۔آپ روانہ ہو گئے۔وہاں ایک کامل ولی سید رجب علی شاہ قادری قلندریؒ آپ کے منتظر تھے۔انہوں نے کہا سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے آپ کو میرے پاس آنے کا حکم دیا، آپ کو بیعت کیا اور پاس رکھا پانی پینے کو دیا کہ اسے پی لو کہ اس میں تیس ہزار باطنی علوم ہیں۔صوفی صاحب نے وہ پانی پی لیا۔آپ میں کوئی تغیر نہ دیکھ کر سائیں رجب علی بڑے حیران ہوئے فرمایا میں تو سمجھا تھا کہ ان علوم کو آپ برداشت نہ کر سکیں گے، مجذوب ہو جائیں گے! صوفی صاحب نے فرمایا آپ کا حکم تھا تو میں نے پانی پی

لیا وگرنہ میرے سرکار مجھے پہلے ہی سمندر کے سمندر پلا چکے ہیں۔ وہاں سے آپ اپنے دادا پیر سلطان ٹکا شاہ قادری رحمتہ اللہ علیہ کے مزار واقع کامرہ شریف، تشریف لائے۔ صوفی صاحب فرماتے ہیں جوں ہی میں مزار پر حاضر ہوا مزار شق ہو گیا اور صاحب مزار استقبال کے لئے باہر تشریف لے آئے۔ سلطان ٹکا شاہ نے صوفی صاحب کو گلے لگایا اور ایک خاص نعمت عطا فرمائی۔

صوفی صاحب نے ان کے علاوہ کئی بزرگوں سے استفادہ کیا ان میں سے ایک جہلم کے بزرگ سید قاسم شاہ ہیں۔ یہ کالا ڈپو کے قبرستان میں قیام پذیر تھے۔ صوفی صاحب ان کی خدمت میں ۵ برس رہے۔ یہیں آپ نے ۳ برس تک ایک قبر میں چلہ کیا۔ دوران چلہ قبر پر جن انوار وتجلیات کا نزول ہوتا تھا اس کا کئی لوگوں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔ جہلم میں آپ آرمی میں ملازم تھے۔ فوج میں آپ کا کورٹ مارشل ہوا۔ جیل میں بند کر دیا گیا مگر بلا تالا کھولے آپ قبرستان سید قاسم شاہ کی خدمت میں پہنچ جاتے۔ ملٹری والے پکڑ کر لاتے پھر بند کرتے اور آپ پھر نکل جاتے۔ ۳ مرتبہ کے بعد انہوں نے آپ کو آپ کے حال پر چھوڑ دیا۔

وہاں روشن نامی ایک لڑکا آپ کے پاس آتا، خدمت کرتا، وہ پینٹر کا کام کرتا تھا۔ صوفی صاحب نے اسے ایک اذن دیا کہ یہ وظیفہ عشاء کی نماز کے بعد پڑھنا اور دیکھو اس کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔ جیسے ہی روشن نے وظیفہ شروع کیا، دیکھ کر دنگ رہ گیا کہ سامنے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارواحِ انبیاء کے ہمراہ تشریف فرما ہیں۔ اس کی خوشی کی حد نہ رہی، ایسی دولت اتنی آسانی سے مل گئی۔ چند روز تک یہ معاملہ چلتا رہا ایک دن روشن کے والد نے پوچھا بیٹا کیا بات ہے چند دنوں سے بڑے خوش وخرم، ہشاش بشاش نظر آ رہے ہو! روشن نے ساری بات بتا دی۔ اب جب بعد عشاء وظیفہ شروع کیا تو سارا معاملہ غائب، سخت پریشان، اپنے والد کے ہمراہ اگلے دن صوفی صاحب کی خدمت میں آیا۔ صوفی صاحب نے فرمایا میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ جو کچھ دیکھو کسی سے اس کا تذکرہ نہ کرنا۔ خیر میں تمہارے لئے دعا کروں گا۔ صوفی صاحب فرماتے ہیں جب میں نے اس کے حق میں دعا کرنا چاہی تو مجھے دعا سے روک دیا گیا کہ اس نے رازِ مخفی نہ رکھا، اس کے لئے حال کی واپسی کی دعا نہ

کریں۔

صوفی صاحب اتمامِ فقر کی دولت سے مشرف تھے۔ فقر وہ عظیم دولت ہے کہ جس پر محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فخر فرمایا۔ اس عظیم دولت کو چھپانے کے لئے داتا صاحب کے حکم پر آپ نے لباس ملامت پہن لیا۔ چنانچہ اہل خاندان، محلے والوں اور دفتر کے ساتھیوں میں سے کوئی بھی آپ کی بزرگی، فضیلت وعظمت پر مطلع نہ ہوسکا۔ صرف چندلوگوں کے سامنے، حکم باری سے آپ نے ذرا سا اظہار فرمایا۔

صوفی صاحب نمود ونمائش، دکھاوے، ریا کاری کے سخت خلاف تھے۔ آپ نے عقید تمندوں سے نذرانے قبول کرنے کے بجائے محنت شاقہ کر کے خود رزق حلال کمایا اور ضرورت مند معتقدین کی مدد فرمائی۔ آپ کی ذات مقدسہ سے بے شمار کرامات کا ظہور ہوا جن میں ذکر کے وقت آپ کے جسم کا ٹکڑے ہونا، بے گناہ قیدی کی پھانسی سے رہائی، بلا تالا کھولے قید سے باہر ہونا، دعا سے بارش کا ہونا، تھوڑے سے حلوے سے بہت سے لوگوں کی دعوت، پوشیدہ اموراور پیش آنے والے واقعات کی خبر دینا۔ مریدین کی طویل فاصلے کے باوجود مدد کرنا، حوادثات سے بچانا، آپ کے لباس کا باآواز بلند ذکر کرنا، تصور کرے ہی آپ کا سامنے موجود ہونا۔ ایک پیر صاحب کو پلنگ سمیت ہوا میں بلند کر دینا وغیرہ شامل ہیں۔ مگر جس عظیم کرامت کا ہم آپ کی ذات میں روز مشاہدہ کرتے وہ آپ کی استقامت تھی۔ آپ کبھی بھی راہِ حق سے نہ ہٹتے، شریعت مطہرہ کی پوری پاسداری کرتے، یادِ حق سے کبھی غافل نہ ہوتے۔ انہیں لوگوں کی شان میں حق تعالیٰ نے فرمایا ”**ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ......**“ جن لوگوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے پھر اس بات پر استقامت اختیار کی (ڈٹ گئے) تو ایسے لوگوں پر ملائکہ کا نزول ہوتا ہے جو انہیں کہتے ہیں کہ خوف وحزن نہ کرو اور انہیں اس جنت کی بشارت دیتے ہیں جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔ اس امر کا یعنی اولیاء پر نزول ملائکہ کا بعض اوقات دوسرے اہل نظر مشاہدہ کر لیتے ہیں۔

ایک مرتبہ دستگیر بلاک ۱۴ کی مصطفیٰ جامع مسجد میں صوفی صاحب نماز جمعہ پڑھنے گئے۔ مسجد کے خطیب محمد فاروق شاہ صاحب ابوالعلائی سلسلے سے وابستہ تھے، صاحبِ نظر

تھے، دورانِ خطاب انہوں نے دیکھا کہ نمازیوں میں ایک ایسی ہستی تشریف فرما ہے جن پر ملائکہ کا نزول ہو رہا ہے۔ ان سے برداشت نہ ہوا، فوراً اس بات کا اظہار کر دیا کہ ان صفوں میں اللہ کا ایک ایسا بندہ موجود ہے جس پر فرشتے نازل ہو رہے ہیں۔ نماز کے بعد انہوں نے صوفی صاحب سے ملاقات کی اور صوفی صاحب کے گرویدہ ہو گئے۔ یہ اللہ کی طرف سے **ثم استقاموا تتنزل علیهم الملائکه** کا اظہار تھا۔

صوفی صاحب کی محافل میں اللہ، اس کے رسول اور اللہ کے پیاروں کا کثرت سے ذکر ہوتا۔ استدلال قرآن و حدیث سے فرماتے۔ یہ دو شمعیں ہمیشہ آپ کے سامنے فروزاں رہتیں۔ اگر محفل میں کوئی دنیاوی بات چھیڑ دیتا تو آپ انتہائی عمدگی اور حکمت سے اس دنیاوی بات کو قرآن و حدیث یا بزرگوں کی حکایات سے منسلک کرتے ہوئے پھر اللہ اور اس کے رسول کے ذکر کی طرف لوٹ آتے۔ مناقب غوث الاعظم، فضائل اہلبیت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ، سیرت مبارکہ اور فضائل و خصائل کا کثرت سے ذکر ہوتا۔ عشق و معرفت پر بیان کردہ آپ کے نکات ایک انمول خزانہ ہیں۔ اگرچہ آپ نے کہیں سے بھی تعلیم حاصل نہ کی، نہ کبھی دینی مدرسہ گئے، نہ کسی کے سامنے زانوئے تلمیذ طے کیا نہ کہیں سے تفسیر و حدیث کا درس لیا۔ اس کے باوجود جب آپ کلام فرماتے تو سننے والے مبہوت ہو جاتے، قلوب پر سرور و انبساط کی ایسی کیفیات طاری ہوتیں جن کا بیان الفاظ میں ممکن نہیں۔ جی چاہتا کہ بس وقت یہیں ٹھہر جائے۔ آپ کا رخ پر نور یوں ہی نظروں کے سامنے رہے، آپ اسی طرح کلام فرماتے رہیں اور ہم لوگ سنتے رہیں۔ اکثر نئے ملنے والے حیرت سے پوچھتے آپ نے یہ علم کہاں سے حاصل کیا؟ آپ کس کے شاگرد ہیں؟ آپ مسکرا کر فرماتے مجھے پڑھانے والے سرکار محبوب سبحانی ہیں۔ باب العلم سیدنا علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ کے عطا کردہ علوم میرے سینے میں موجزن ہیں۔ صوفی صاحب سے جو بھی سوال کیا جاتا آپ قرآن و حدیث کی روشنی میں فوراً اس کا جواب دے دیتے۔

آپ کی گفتار، کردار، چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا، غرض کہ ہر بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے عین مطابق تھی۔ آپ کی ذات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و عادات کا کامل نمونہ تھی۔ آپ نے سخت ریاضات و مجاہدات کے ذریعے نفس کے تمام

امراض مثلاً حسد، بغض، کینہ، تکبر، عناد، لالچ، ریا اور غیض وغضب کا مکمل ازالہ کر دیا تھا۔ آپ کی ذات مقدسہ تمام اوصاف حسنہ سے مالا مال تھی۔صدق وصفا، عاجزی وانکساری، تواضع، ایثار، اخلاص، محبت، ایفائے عہد، عفوودرگزر، لطف وکرم اور ان جیسی بے شمار عمدہ صفات آپ کی ذات والا صفات میں موجود تھیں۔آپ فرماتے ہیں کہ حقیقتاً صوفی وہ ہے جو متخلق باخلاق اللہ ہو اور متصف باوصاف اللہ ہو۔فنا فی اللہ اور اتمام فقر کے باعث آپ صفات الٰہیہ سے متصف تھے۔ جمال وکمال الٰہیہ کا کامل تجلّٰی آپ کی ذات میں ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔آپ ساری مخلوق کی بھلائی کے خواہاں تھے۔اپنے عقیدتمندوں پر تو بے حد مہربان تھے۔ان کی غلطیوں،کوتاہیوں سے درگزر فرماتے، ہزارہا عیوب کے باوجود انہیں اپنے سینے سے لگاتے،آپ کے پاس بیٹھنے والا ہر شخص یہی سمجھتا کہ صوفی صاحب سب سے زیادہ اس پر مہربان ہیں۔آپ کبھی کسی کی دل آزاری نہ کرتے،کسی کا عیب براہ راست نہ کھولتے بلکہ قرآن وحدیث اور اولیاء کے تذکروں سے ایسا نقطہ بیان فرماتے کہ سننے والا اپنے عیب سے آگاہ ہوکر خود بخود اصلاح کے لئے کوشاں ہوجاتا۔تواضع ،انکساری، عاجزی کا یہ عالم تھا کہ طالبین ومعتقدین کو اپنے سے بہتر جانتے،کوئی نصیحت کرنی ہوتی تو فرماتے میں درحقیقت اپنے آپ کو نصیحت کر رہا ہوں۔کبھی کسی سے بدلہ نہ لیتے بلکہ ہمیشہ عفوودرگزر کا مظاہرہ فرماتے۔آپ فرماتے ہیں کہ جو بھی اللہ سے خطاؤں اور غلطیوں کی معافی کا خواہاں ہو اسے چاہیئے کہ مخلوق کی خطاؤں اور غلطیوں کو معاف کرے۔اگر کوئی نصیحت کا طلبگار ہوتا تو انتہائی عاجزی سے فرماتے کہ میں خود اس قابل ہوں کہ لوگ مجھے نصیحت کریں میں کسی کو کیا نصیحت کرسکتا ہوں۔ درحقیقت انسان کا جس قدر بلند مرتبہ ہوتا ہے اتنی ہی اس میں عاجزی و انکساری ہوتی ہے کہ شاخ جس قدر ثمر بار ہو اسی قدر جھکی ہوئی ہوتی ہے۔

ہمارے مرشد کو پنجتن پاک رضوان اللہ علیہم اجمعین سے شدید محبت تھی۔آپ کی مجالس میں اہلبیت اطہار کے فضائل ومناقب کا کثرت سے تذکرہ ہوتا۔آپ کو ان برگزیدہ ہستیوں کے ذکر کے بغیر چین نہیں پڑتا تھا۔ آپ فرماتے تھے کہ سالن میں جتنے مرچ مصالحے ڈال لو جب تک اس میں نمک نہیں ہوگا سالن پھیکا رہے گا۔ اسی طرح مجالس اہلبیت کے ذکر کے بغیر پھیکی رہتی ہیں۔پنجتن پاک سے آپ کے عشق کا یہ عالم تھا کہ آپ کی

مجلس میں بیٹھنے والوں اور آپ سے عقیدت و محبت رکھنے والوں کے دلوں میں خود بخود پنجتن پاک کی محبت موجزن ہو جاتی۔ یہ آپ کے کمال عشق کی دلیل تھی کہ آگ کی بھٹی کے نزدیک ہر چیز گرم ہو جاتی ہے۔

ایک دن آپ کچھ لوگوں کے سامنے اہلبیت اطہار سے محبت کا بیان فرما رہے تھے۔ آپ نے فرمایا میں اس گھرانے کی محبت سینے میں لے کر پیدا ہوا، ساری زندگی ان کے عشق میں تڑپتے پھڑکتے گزاری، میں مروں گا تو ان کے عشق میں اور قبر میں بھی مجھے چین نہ آئے گا۔ جب قیامت میں لوگ اپنی قبروں سے نکلیں گے تو میں بھی اپنا کفن چاک کر کے دوڑتا ہوا ان عظیم المرتبت ہستیوں کے قدموں میں پہنچ جاؤں گا، ان کے دامن سے لپٹ کر ہی مجھے چین آئے گا۔ صوفی صاحب نے بتایا کہ جب میں یہ کہہ رہا تھا، مجھ پر عجیب وارفتگی و بے خودی کا عالم طاری ہو گیا، میں نے سمجھا کہ شاید قیامت قائم ہو گئی۔ عالم بے خودی میں، میں نے اپنے کپڑوں کو کفن سمجھ کر پھاڑنا شروع کر دیا۔ لوگ میری حالت پر ہنسنے لگے اور کہنے لگے کہ یہ دیوانہ و پاگل ہے۔ مجھے اس وقت حضور کی یہ حدیث یاد آ گئی کہ کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک لوگ (اس کی شدید محبت کے سبب) اسے دیوانہ نہ کہنے لگیں۔

صوفی صاحب فرماتے تھے مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میری نسبت اس گھرانے سے ہے میں اسی شجر طیبہ کا ثمر ہوں جس کی اصل شیر خدا علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ ہیں اور اگر درخت کی اصل یعنی بیج آم ہو، تو ثمر کی صورت پر آم کا ہی ظہور ہو گا، گندم کا ثمر گندم ہی ہو گا جو سے جو ہی اگے گا۔ الغرض جو اول ہے، اسی کا آخر میں ظہور ہو گا۔ اسی طرح مولائے کائنات کی اولاد میں سے وہ ہستیاں جو شیر خدا سے نسبت و تعلق رکھتی ہیں، جو شیر خدا کے فیضان سے لبریز ہیں اور جو میراث فقر کے حامل فنا فی اللہ اور بقا باللہ ہیں یہ تمام ہستیاں مولائے کائنات کے شجر طیبہ کے اثمار ہیں اور ان اکمل ہستیوں کی صورتوں پر در حقیقت شیر خدا کا ہی ظہور ہے۔ کہ ثمر اصل سے جدا نہیں بلکہ اصل کا مظہر ہوتا ہے۔

صوفی صاحب کے ابتدائی احوال میں جب آپ جنگلوں میں چلہ کشی میں تھے ایک فقیر نے آپ کے احوال سلب کرنے کی کوشش میں لامکاں تک آپ کا پیچھا کیا۔ وہاں اچانک امام الاولیاء علی المرتضٰی ظاہر ہوئے اور صوفی صاحب کو سینے سے لگا لیا اور فقر کا تاج

آپ کے سر پر پہنا کر فرمایا آج کے بعد تمہیں کوئی نہ چھیڑ سکے گا۔ مولائے کائنات کی یہ کرم نوازی دیکھ کر وہ فقیر وہاں سے رفو چکر ہو گیا اور اہل باطن میں صوفی صاحب کا لقب تاج الفقراء مشہور ہو گیا۔ جب آپ کے ابتدائی احوال میں پنجتن پاک کی آپ پر اس قدر عنایات تھیں تو یقیناً آپ کی انتہاء ماورائے گماں ہو گی۔

صوفی صاحب کو پنجتن پاک کی بارگاہ میں تقرب حاصل تھا، ان برگزیدہ ہستیوں سے نسبت تامہ حاصل تھی۔ باب العلم، تاجدار اہل اتی نے اپنے علوم و فیضان سے ہمارے مربی کے سینے کو لبریز فرما دیا تھا۔ اسی بناء پر ایک بار آپ نے جوش میں آ کر فرمایا، مجھ سے جو چاہے پوچھو، میں ہر بات کی خبر دوں گا کہ میں مظہر شیر خدا ہوں۔

دیگر اولیاء کبار کی طرح صوفی صاحب تمام زندگی مصائب و ابتلا کا شکار رہے۔ آزمائشوں پر ہمیشہ صابر و شاکر رہے۔ نومبر ۱۹۸۶ء میں آپ پر فالج کا شدید حملہ ہو، تین دن بعد ہوش آیا۔ ۱۹۸۶ء سے ۱۹۹۰ء تک آپ پر کئی بار فالج کا حملہ ہوا، کئی بار دل کا دورہ پڑا۔ اس چار سال کے عرصہ میں جس قدر شدید تکالیف آپ نے اٹھائیں، قلم ان کے اظہار سے قاصر ہے۔ اس قدر عوارض و ابتلاء کے باوجود آپ نے کبھی اف تک نہ کی، ہمارے بے حد اصرار پر بھی آپ نے اپنی صحت یابی کے لئے دعا نہ کی۔ بلکہ رضائے الٰہی پر راضی رہے۔ ہمارے ساتھی ریاض صاحب نے حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں صوفی صاحب کی صحت یابی کے لئے رجوع کیا۔ دیکھا صوفی صاحب بھی سرکار کے ہمراہ تشریف فرما ہیں، سرکار نے مسکرا کر صوفی صاحب کی طرف دیکھا گویا یوں فرما رہے ہوں کہ انہیں اختیار ہے یہ جب چاہیں ٹھیک ہو جائیں۔ صوفی صاحب نے اس اختیار کو اپنے حق میں استعمال نہ کیا۔ رضائے الٰہی پر راضی رہے۔ بالآخر ۱۷ اکتوبر ۱۹۹۰ء مطابق ۲۷ ربیع الاول ۱۴۱۱ھ شب جمعرات، یہ آفتاب طریقت عالم ظاہر میں غروب ہو کر عالم باطن میں ہمیشہ کے لئے طلوع ہو گیا۔ ایک بزرگ نے خبر دی کہ صوفی صاحب نے اپنی اس کڑی آزمائش میں جس قدر تکالیف اٹھائیں اس پوری صدی میں کسی اور فقیر نے نہ اٹھائی۔ ہمارے حلقے کے کچھ لوگوں کا صوفی صاحب سے روحانی رابطہ قائم ہے۔ کئی لوگوں نے متعدد بار صوفی صاحب کو سرکار محبوب سبحانی، شیر خدا سیدنا علی المرتضیٰ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تشریف فرما

دیکھا۔ کائنات کی ان برگزیدہ ترین ہستیوں سے تقرب آپ کے عالی رتبے کی نشاندہی کرتا ہے۔ جو بھی آپ کی طرف رجوع کرتا ہے آپ کے فیض واکرام سے خالی نہیں رہتا۔ آپ کا فیضان پہلے سے بڑھ کر جاری وساری ہے اور انشاءاللہ جاری وساری رہے گا۔

آپ حضوری والے کامل فقیر تھے کبھی آپ حضور اقدس ﷺ کی مجلس مبارکہ میں ہوتے، کبھی پنجتن پاک کے حضور میں، کبھی سیدنا غوث الاعظم کی مجلس میں۔ کبھی آپ بیان فرماتے کہ میں نے رات فلاں مجلس میں گزاری وہاں سرکار غوثیت مآب نے اس موضوع پر کلام فرمایا۔ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ میں نے گزشتہ رات بارہ اماموں کے قدموں میں گزاری۔

اپنی حیات مبارکہ میں بھی آپ نے اشارۃً یہ فرمایا کہ امام حسن عسکری کے صاحبزادے ہی امام مہدی ہیں اور انہیں کا ظہور ہوگا۔ مگر کھل کر اس موضوع پر کلام نہ فرمایا۔

اس تالیف ''امامِ زمانہ'' کی تحریر کے دوران میں نے اپنے ایک ساتھی جن کا ہمارے مرشد سے روحانی رابطہ ہے، کے ذریعے پھر دریافت فرمایا کہ امام مہدی علیہ السلام جن کا ظہور ہونا ہے وہ امام حسن عسکری کے صاحبزدے ہیں یا قرب قیامت پیدا ہوں گے اور پھر ان کا ظہور ہوگا؟

رابطہ کرنے پر عاشق پنجتن پاک سلطان الفقراء حضور قبلہ صوفی غلام محمد قادری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا: ''امام مہدی پیدا ہو چکے ہیں، غیبت میں ہیں اور ان کا ظہور ہوگا''۔

علاماتِ ظہور امام مہدی علیہ السلام اور تعین وقت

ظہور امام مہدی علیہ السلام کی سب سے مشہور علامت دجال کا خروج ہے۔ مغربی دنیا میں اسے (Antichrist) یعنی عیسیٰ علیہ السلام کا مخالف کہتے ہیں۔ دوسری علامت سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے۔ تیسری علامت علم نجوم وفلکیات کے برخلاف رمضان کے پہلی رات کو چاند گرہن اور پندرہ رمضان کو سورج گرہن لگنا ہے۔ چوتھی علامت سفیانی کا خروج ہے۔ یہ ابوسفیان کی اولاد سے ایک شخص ہوگا اور ماں کی طرف سے بنوکلب سے ہوگا۔ یہ بے شمار لوگوں کو قتل کرے گا اس کا پورا لشکر سفیانی سمیت بیدا کے مقام پر زمین میں دھنس جائے گا۔ بیدا مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ ہے۔

بے شمار لوگوں نے ظہور امام مہدی کے وقت کا تعین کیا جن میں سے کچھ کا تذکرہ پہلے گزرا ہے۔ سوائے شیخ الاکبر کے بتائے ہوئے وقت (یہ ابھی آیا نہیں) کے تمام متعین اوقات گزر چکے ہیں مگر ہنوز ظہور امام مہدی نہ ہوا۔ اس کا کیا سبب ہے؟

بالعموم کشف میں انسان کے اپنے خیالات سوچ اور گمان کا بے حد دخل ہوتا ہے جیسا وہ گمان کرتا ہے اسے ویسا نظر آتا ہے۔ سوائے وہ اولیائے کاملین جو علم الٰہی میں غوطہ زن ہیں، کسی اور کی یا عام ولی کی بتائی بات میں غلطی کا احتمال رہتا ہے۔ علم الٰہی تبدیل نہیں ہوتا، جو علم الٰہی میں غوطہ زن ہیں وہ بالکل صحیح بات جانتے ہیں مگر ایسے بزرگ بالعموم کچھ ظاہر نہیں کرتے۔ بزرگوں کا قول ہے کہ 'عارف کی زبان بند ہوجاتی ہے'

شیخ الاکبر محی الدین ابن عربی اپنے اشعار میں فرماتے ہیں اور یہ بات حضرت علی کے قول میں بھی ہے کہ جب بسم اللہ کے حروف کے مطابق زمانہ گزر جائے تو امام مہدی ظاہر ہوں گے اور ظہور کا دور بھی بعد رمضان ہوگا۔ جب تشریف لائیں تو انہیں میری طرف سے سلام عرض کرنا۔ بسم اللہ کے عدد ۱۹۰۰ بنتے ہیں یعنی ۱۹۰۰ھ۔

شاہ ولی اللہ نے امام مہدی علیہ السلام کی تاریخ ظہور ۱۲۶۸ھ بتائی۔ شاہ نعمت اللہ کی اشعار کی صورت میں پیشنگوئیاں بڑی مشہور ہیں۔ گزرے واقعات کے ساتھ ان کی

تطبیق آسان ہے۔امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں فرماتے ہیں ’’جب آیت ’’کــــان ذھو قا‘‘ کا ابتدائی سال شروع ہو جائے گا تو امام مہدی عروج کے ساتھ اپنی مسند مہدیانہ پر جلوہ افروز ہوں گے۔ میں ایک ہوشیار اور عقل مند بادشاہ کو باوقار حاکم دیکھتا ہوں۔اس کی خدمت میں رہنے والے سبھی بادشاہ بن جائیں گے۔ وہ تمام دنیا کا بادشاہ اور امام ہوگا اور عالی خاندان بادشاہ ہوگا۔اس بادشاہ کے سات وزیر ہوں گے اور سب کامیاب ہوں گے۔ اس امام کے مخالف اور نافرمان بھی ہوں گے جن کے مقدر میں خجالت وشرمساری ہے۔ پورا ہندوستان کافرانہ رسوم سے پاک ہو جائے گا۔ پاکستان اور ہندوستان دوبارہ ایک ہوں گے اور اس کی حکومت کم ازکم ایک دفعہ پھر کسی درویش کو ملے گی‘‘۔

الغرض متعدد لوگوں نے اس قسم کی پیشنگوئیاں کی جن میں ناسٹراڈومس، جان ڈکسن وغیرہ شامل ہیں۔لیکن صحیح وقت کا تعین کسی نے نہ کیا۔نقشبندیہ سلسلے کے ایک بزرگ شیخ ناظم نے بھی دعویٰ کیا کہ امام مہدی پیدا ہو چکے ہیں، میں خود ان سے مل چکا ہوں اور ان کا ظہور ہوا ہی چاہتا ہے۔مگر اب تک ویسا نہ ہو سکا۔اس کی وجہ میرے خیال میں اہل کشف کے اپنے گمانات ہیں۔کشف کی مثال خواب کی طرح ہے جس طرح ہر خواب سچا نہیں ہوتا اسی طرح ہر کشف درست نہیں ہوتا۔اگر جاگتے ہوئے مراقبے میں تنویمی کیفیت طاری کر لی جائے تو خواب کی طرح نظر آنے لگتا ہے۔جس طرح خواب میں لاشعوری کیفیات اور گمان کا دخل ہوتا ہے، اسی طرح کشف میں۔اولیاء میں جس قدر تزکیہ اور باطنی صفائی ہو گی، کشف اتنا زیادہ صحیح ہوتا جائے گا۔مگر کاملین جو علم الٰہی سے خبر دیتے ہیں جیسے مولائے کائنات سیدنا علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ یا سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ، ان کی بتائی بات سو فیصد درست ہوتی ہے کہ ’’**لا تبـدیل لکلمات اللہ**‘‘ اللہ کے کلمات، اللہ کا علم تبدیل نہیں ہوتا۔

کیا امت مسلمہ کو صرف مہدی کے انتظار میں بیٹھے رہنا چاہیئے یا اپنے آپ کو ان کی فوج کا سپاہی بنانے کے لئے اپنی اصلاح کر کے، روحانی اقدار کا حامل بنانا چاہیئے؟ علامہ اقبال کے یہ اشعار اس بارے میں بڑے غور طلب ہیں:

قوموں کی حیات ان کے تخیل پہ ہے موقوف

یہ ذوق سکھاتا ہے ادب مرغِ چمن کو
مجذوب فرنگی نے بہ انداز فرنگی
مہدی کے تخیل سے کیا زندہ وطن کو
اے وہ کہ تو مہدی کے تخیل سے ہے بیزار
نو مید نہ کر آ ہوئے مشکیں سے ختن کو
ہو زندہ کفن پوش تو میت اسے سمجھیں
یا چاک کریں مردک ناداں کے کفن کو

علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قوموں کی زندگی یعنی ترقی وعظمت، افراد یا مال کی کثرت پر موقوف نہیں بلکہ ان کے ''تخیل'' پر منحصر ہے۔ اگر کوئی قوم کوئی بلند تخیل یا نصب العین (Vision) اپنے سامنے رکھے گی تو یقیناً سر بلندی حاصل کرے گی۔ جس قوم کے تخیلات پست اورادنیٰ ہوں گے وہ قوم بھی پست رہے گی۔ الغرض یہ ایک قانون فطرت ہے جیسا تخیل ویسی قوم۔ نیز یہ ذوق (نصب العین) قوم کے افراد کوادب یعنی ترقی کے راستے سکھاتا ہےاور جدوجہد کی طرف مائل کرتا ہے۔

چنانچہ جرمنی کی مثال ہمارے سامنے ہے کہ مجذوب فرنگی یعنی نطشے نے اپنی قوم کے سامنے مغربی انداز میں مہدی کا تخیل پیش کیا۔ یعنی اس جرمن فلسفی نے مہدی کے تخیل کو فوق البشر (Superman) کے نام سے اپنی قوم کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ بہت جلد تمہارے اندر ایک فوق البشر (غیر معمولی طاقتوں والا انسان) ظاہر ہونے والا ہے۔ اس تخیل کی بدولت جرمن قوم کا ہر فرد فوق البشر بننے کی کوشش میں مصروف ہو گیا اور ایک صدی کے اندر اندر جرمن قوم دنیا کی اقوام کی پہلی صف میں آ گئی۔

پھر علامہ اقبال فرماتے ہیں اے مسلمان! تو مہدی کا تو منتظر ہے، لیکن اس کے تخیل سے بیزار ہے، یعنی اس کے مفہوم پر غور نہیں کرتا۔ قوم کو مہدی کے وجود سے محروم مت کر، اگر کوئی زندہ شخص، جو حرکت اور جدوجہد کر سکتا ہے، کفن پہن کر چارپائی پر لیٹ جائے، جیسے مردہ پڑا ہوتا ہے تو کیا عقل مند آدمی اسے فی الحقیقت مردہ قرار دے گا یا اس مردناداں کے کفن کو چاک کر کے پھینک دے گا؟ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ملت اسلامیہ کے ہر فرد کو ترقی

کا موقع دیا ہے۔

ان اشعار میں علامہ اقبال مسلمانوں کو بتانا چاہتے ہیں کہ تم مہدی کے تو منتظر ہو لیکن مہدی کے تخیل سے بیزار ہو، یہ عجیب بات ہے تم کہتے ہو کہ امام مہدی آئیں گے تو مسلمانوں کو سروری حاصل ہو گی اور وہ اسلام کا نام دنیا میں بلند کریں گے۔ بہت خوب! مجھے اس سے انکار نہیں، لیکن سوال یہ ہے کہ تم ان کے آنے کے انتظار میں ہاتھ پر ہاتھ رکھے ہوئے کیوں بیٹھے ہو؟

ظہور مہدی کے یہ معنی کب ہیں کہ مسلمان عمل سے بیگانہ ہو جائیں؟ وہ جب آئیں گے ہم ان کا صدق دل سے خیر مقدم کریں گے۔ لیکن جب تک وہ ظاہر ہوں ہمیں برابر جد و جہد اور جہاد میں مصروف رہنا چاہیئے۔

علامہ اقبال مسلمانوں سے یہ کہتے ہیں کہ ظہور مہدی کے انتظار کے ساتھ ساتھ مہدی کے تخیل کو مدنظر رکھنا چاہیئے۔ یعنی مہدی کے مفہوم پر غور کرو کہ مہدی وہ بندہ حق ہو گا جو اسلام کے نام کو دنیا میں سربلند کرے گا پس لازم ہے کہ ہر مسلمان اپنے اندر وہ خوبیاں، نیکیاں اور صفات عالیہ پیدا کرے کہ ان کی بناء پر اللہ ان میں سے کسی کو مہدی کے مرتبہ پر فائز کر دے؟ یا امام مہدی کے نائبین میں سے بنا دے۔ آخر امام مہدی کا آسمان سے نزول تو ہو گا نہیں، اللہ تعالیٰ ملت اسلامیہ میں سے کسی فرد کو اس منصب رفیع پر سرفراز فرمائے گا، تو کیوں نہ ہر مسلمان اس عزت کے حصول کے لئے کوشش کرے؟

ا۔ کتاب ”امامِ زمانہ“ چھپنے کے بعد ایک نسخہ علامہ گوہر شاہی کے مرید نصر اللہ خان نوری کو دیا تو انہوں نے وضاحت کی کہ ان کے حضرت نے کبھی بھی دعویٰ مہدیت نہیں کیا اور اس پر ان کے تردیدی بیانات اور اخبار و رسائل میں واضح تردید ہے۔ نصر اللہ نے وہ وڈیو کلپ اور اخبارات میں تردیدی بیان کی تصاویر مجھے ارسال کیں۔ میں نے انجمن سرفروشان اسلام پاکستان کے متعلقہ اور قابل اعتماد شخصیت جناب زاہد حسین صاحب (امیر علماء کونسل سندھ) اور ان کی تحقیقاتی ٹیم کے احباب سے رابطہ کیا تو انہوں نے بھی بتایا کہ یہ ان پر الزام ہے۔ گوہر شاہی نے نہ کبھی دعویٰ نبوت کیا نہ دعویٰ مہدیت (امام مہدی)۔ گوہر شاہی کے صاحبزادے نے اس موضوع پر 400 صفحات کی کتاب تحریر کی جو اس وقت زیر طبع ہے۔ امید ہے کہ اب علماء اپنے فتوے سے اس کھلی وضاحت اور تردید کے بعد رجوع کر لیں گے۔ اب جبکہ پیر صاحب نے خود تردید کر دی لہٰذا مریدین کی مبنی بر عقیدت غلط فہمیوں کی کوئی اہمیت نہیں۔ دوسری بات جو گوہر شاہی کی بیعت سے متعلق ہے اس میں بھی گوہر شاہی کا وڈیو بیان ہے کہ انہیں براہِ راست حضور اقدس ﷺ سے فیض ہے جیسا کہ سلطان باہو اور دیگر اکابرین کو ہوا۔ یہ اویسی نسبت کہلاتی ہے۔ اگر ایسا ہے تو پھر انہیں ظاہراً کسی پیر کی حاجت نہیں۔

امام مہدی ہونے کے دعویداور اس کی وجوہات

بہت سے لوگوں نے اپنی ذاتی اغراض پورا کرنے، اپنے باطل اور گمراہ عقائد کو پھیلانے یا اپنے مکاشفات و روحانی واردات کی غلط تاویل کرتے ہوئے امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا۔ مثلاً مرزائی، شیعہ، بہائی اور دوسرے فرقے۔ ایسے لوگ ہر صدی میں گزرے جن کی تفصیل انٹرنیٹ پر موجود ہے۔ گزشتہ صدی میں مرزا غلام احمد قادیانی نے پہلے امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا پھر مسیح موعود ہونے کا اعلان کیا پھر ظلی نبی بن بیٹھا۔ ۱۹۷۹ء میں جہمن العتیبی نامی شخص نے اپنے ۲۰۰ مسلح ساتھیوں کی مدد سے خانہ کعبہ پر قبضہ کرلیا اور اپنے برادر نسبتی محمد بن عبداللہ القحتانی کے امام مہدی ہونے کا اعلان کیا۔

۱۹۷۰ء میں ایک عراقی شیعہ ضیاء عبدالزہرا کاظم نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا۔

۲۰۱۲ء تک ۳۰۰۰ سے زائد لوگ ایران کی جیلوں میں تھے جنہوں نے امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا۔

۲۰۱۶ء میں محمد عبداللہ النصر، مصر کے ٹیلیویژن پر تبلیغ کرنے والا سنی، نے فیس بک پر نہ صرف اپنے امام مہدی ہونے کا اعلان کیا بلکہ کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے کہ تمام شیعہ اور سنی میری تابعداری کریں۔ [1]

۱۹۸۵ء میں کراچی میں انجمن سرفروشانِ اسلامی کے بانی ریاض احمد گوہر شاہی نے امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا۔ ان کے عقیدتمندوں اور مریدین کو ان کی شبیہ چاند پر نظر آنے لگی۔ عقیدتمندوں کے لئے یہ بڑی دلیل تھی لہٰذا ایک زمانے میں کراچی کی سڑکوں پر انجمن سرفروشان اسلام کی جانب سے چاکنگ کی گئی کہ اہلیان کراچی کو امام مہدی کی آمد مبارک ہو۔ چاند پر گوہر شاہی کی شبیہ کی تصویر شاید اب تک نیٹ پر موجود ہے۔

اتفاق سے گوہر شاہی کے کئی مریدوں سے میرا رابطہ رہا۔ ان کا ایک خاص مرید جو آج کل امریکہ میں ہے اور گوہر شاہی صاحب امریکہ میں اس کے ہاں قیام فرماتے تھے، میرا گہرا دوست تھا۔ میں گوہر شاہی سے نہیں ملا مگر اس کے مریدین کی محفلوں میں کئی مرتبہ

گیا۔ سارے راسخ العقیدہ سنی، قادری تھے۔ سلطان باہو کے طریقے تصور اسم ذات کی مشق کرتے تھے۔ میلاد اور گیارہویں کی محفلیں سجاتے، عمدہ نعتیں اور منقبتیں پڑھتے۔ اصلاحی بیان ہوتا (اور یہ سلسلہ گوہر شاہی کے مریدین میں اب تک جاری ہے)۔ کراچی کی دیواروں پر امام مہدی کے دعوے کی چاکنگ دیکھ کر میں بڑا حیران ہوا۔ میں نے امریکہ میں موجود ان کے مرید خاص سے رابطہ کیا اور اس پر استفسار کیا تو اس نے بتایا کہ اس کے پیر صاحب نے یہ دعویٰ نہ کیا بلکہ یہ مریدین کے کشف اور خواب ہیں۔ میں نے کہا ظہور مہدی کے بارے میں احادیث میں جو آیا ہے، یہ دعویٰ اس کے برخلاف ہے۔ اگر آپ کے پیر صاحب نے یہ دعویٰ نہیں کیا تو ان کو چاہئیے تھا کہ مریدین کو غلط بات کی پرچار سے روکتے۔ ان کا خاموش رہنا اس بات پر مہر تصدیق ہے۔ میری اس بات کا اس کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ کہنے لگا پیر صاحب امریکہ آنے والے ہیں، میرے ہاں قیام ہوگا میں اس بارے میں ان سے بات کر کے آپ کو بتاؤں گا۔ کچھ عرصے بعد میں نے پھر اپنے دوست سے رابطہ کیا اور پوچھا کہ کیا معاملہ رہا؟ اس بار اس کے لہجے میں پیر صاحب کے لئے وہ گرم جوشی نہ تھی۔ کہنے لگا وہ آئے، کچھ دن قیام کیا پھر چلے گئے۔ اب مجھے نہیں معلوم وہ کہاں ہیں۔ میں اس کے لہجے سے سمجھ گیا کہ پیر صاحب کا ملبہ اس پر سے اتر گیا۔ پھر اس دوست سے بھی کوشش کے باوجود رابطہ نہ ہوسکا۔

گوہر شاہی کا انتقال ہوا۔ تدفین حیدر آباد، سندھ کے نزدیک کوٹری کے مقام پر ہوئی۔ ان کے مریدین کا یہی عقیدہ ہے کہ وہ کسی وقت بھی دوبارہ ظاہر ہو جائیں گے۔ ابھی غیبت میں ہیں۔

اس قسم کے دعوے کم علمی، نفسانی خواہشوں یا شیطان کے ورغلانے سے ہوتے ہیں جیسا کہ پہلے ذکر ہوا کہ کشف، خواب کی مثل ہے اور جیسے تمام خواب سچے نہیں ہوتے اسی طرح تمام کشف۔ ہاں جتنی زیادہ باطن کی صفائی ہوتی رہتی ہے کشف اسی قدر صحیح ہونے لگتے ہیں۔ مریدین کو ان کے عقیدت ومحبت کے سبب ہمیشہ اپنا پیر قطب یا غوث محسوس ہوتا ہے اور جب مراقبہ میں ان کی نظر کھل جاتی ہے تو ان کو اپنے عقیدے کے مطابق شیخ کی شان نظر آتی ہے یا بتلائی جاتی ہے۔ یہی حال پیر صاحبان کا ہے کہ وہ باطنی واردات وفرمودات و

مشاہدات کو سمجھ نہیں پاتے کسی صاحب علم سے مشورہ کرنا ان کی فطرت ورعونیت کے خلاف ہوتا ہے لہٰذا وہ راہ حق سے، شیطانی چکروں اور خواہشات کے سبب ہٹ جاتے ہیں۔

فتوح الغیب شریف میں سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں ایک باب باندھا ہے۔ آپ فرماتے ہیں جب بھی تمہیں باطن میں کچھ انکشاف ہو یا تمہیں باطنی طور پر کوئی حکم دیا جائے تو اس پر یقین کرنے اور عمل کرنے سے پہلے اسے قرآن وحدیث کی کسوٹی پر پرکھو (اکثر پیر اور انکے بیشتر مریدین قرآن وحدیث کی تعلیمات سے لاعلم ہوتے ہیں اس پر مصیبت یہ کہ انہیں یہ تعلیم ہوتی ہے کہ ظاہری علم کچھ نہیں، اصل باطنی علم ہے) اگر اسے قرآن وحدیث کے مطابق پاؤ تو اس پر عمل کرنا وگرنہ ایسے تمام احکامات اور مکاشفات پر عمل کرنا ضروری نہیں، ان سے اعراض کرو۔

اگر سیدنا غوث الاعظم کے اس قول کے مطابق ریاض احمد گوہر شاہی یا ان کے مریدین، اس دعوے کو قرآن وحدیث پر پرکھتے یا کسی اچھے عالم سے مشورہ کر لیتے تو اس فتنے کا شکار ہونے سے محفوظ رہتے۔

کراچی میں میرے ایک اور دوست جو ابھی حیات ہیں۔ نہایت متقی، پرہیزگار، باشرع، تہجد گزار اور کثرت سے درود شریف پڑھنے والے ہیں۔ اب تک ۴ کروڑ سے زائد مرتبہ درود شریف پڑھ چکے ہیں۔ جوانی میں ہی ایک غیبی اشارے پر نوکری چھوڑ کر درود شریف پڑھنے میں مشغول ہوگئے۔ کئی کتابوں کے مؤلف ہیں۔ انہیں بھی تقریباً ہر رات، ان کے خیال میں حضور اقدس ﷺ کی آواز آتی ہے۔ گنبد خضریٰ کا تصور ہوتا ہے اور گفتگو ہوتی رہتی ہے۔ آدمی سچے ہیں۔ میں نے ایک مرتبہ پوچھا کہ آپ کو حضور ﷺ کی زیارت ہوئی تو فرمایا کبھی نہیں، بس میرے سامنے گنبد خضریٰ ہوتا ہے اور سرکار کی آواز آتی ہے جو پوچھتا ہوں اس کا جواب ملتا ہے۔

اتفاق سے جتنی باتیں انہوں نے بتائیں ان میں سے کسی میں بھی صداقت نہ تھی کوئی بات پوری نہیں ہوئی۔ حالانکہ اگر حضور فرمائیں تو ویسا ہونا یقیناً ہوتا ہے۔ ان واردات باطنی میں سے ایک یہ بات تھی کہ (بقول ان کے حضور نے فرمایا) انہیں پاکستان کا وزیراعظم بنا دیا گیا ہے اور ان سے کہا گیا کہ اس بارے میں اب جدوجہد کریں۔ لوگوں سے رابطہ

کریں اور کوشاں ہو جائیں۔ وہ یہ سن کر بڑے پریشان ہوئے مجھے فون کر کے بلوایا، ساری بات بتائی میں نے کہا کہ اگر یہ حضور ﷺ کی طرف سے آپ کو حکم ہے تو آپ کو کچھ کرنے کی ضرورت نہیں خود بخود ایسے اسباب بن جائیں گے۔ حضور کے لئے فقیروں کو بادشاہ بنانا کوئی بڑی بات نہیں ہے اور اگر یہ بات حدیث نفس ہے تو کچھ نہیں ہوگا۔ نتیجتاً کچھ بھی نہیں ہوا۔ میں نے ان صاحب کی یہ بات اور کئی اور نہ پوری ہونے والی باتیں علامہ جمیل نعیمی صاحب سے بتائیں اور پوچھا کہ حدیث میں آیا ہے حضور نے فرمایا کہ جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا، شیطان میری صورت اختیار نہیں کرسکتا تو کیا یہ سننے کے واسطے بھی ہے کہ جس نے حضور کا کلام سنا اس نے حضور ہی کو سنا؟ فرمایا نہیں یہ صرف لقاء کے لئے ۔اس قسم کی آواز اور پھر ان باتوں کا پورا نہ ہونا، حدیث نفس ہے، ان کے دل کی اپنی آواز ہے۔ میں نے ان صاحب کو سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ مجھ سے قطع تعلق کر گئے۔ اغلب گمان یہی ہے کہ انہیں اسی آواز نے منع کیا ہوگا کہ ان لوگوں سے نہ ملو کہ یہ گمراہ ہیں، یا تم سے حسد کرتے ہیں وغیرہ۔

اس واقع کو بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ باطنی واردات پر آنکھ بند کر کے عمل کرنا ضروری نہیں جب تک کہ وہ قرآن وحدیث کے مطابق نہ ہو۔ امام مہدی ہونے کے دعویداروں میں سے بعض کے ساتھ اسی طرح کا معاملہ پیش آیا ہوگا انہیں باطنی طور پر یا خواب میں حکم ہوا ہوگا کہ یہ اعلان کرو اور ایسی جدوجہد کرو۔ اگر انہیں امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں احادیث کا علم ہوتا تو وہ ایسے اعلانات سے بچ سکتے تھے۔ اگر علم نہ ہوتو کم از کم ایسے مرشد کامل کا دامن ہاتھ میں ہو جو رہنمائی کرسکیں، فتنے سے بچا سکیں۔ میرے اس دوست کا کوئی مرشد نہ تھا۔ ریاض احمد گوہر شاہی کا بھی کوئی مرشد و رہنما نہیں تھا جو ان کی رہنمائی کرتا۔

حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کا ایک مرید خلوت نشیں ہو کر عبادت و ریاضت میں مصروف ہو گیا۔ ایک روز شیطان ایک نورانی بزرگ کے روپ میں اس کے پاس آیا کہنے لگا میں اللہ کا مقرب فرشتہ ہوں، اللہ نے تمہاری عبادات قبول کیں تمہیں اپنی رضا سے نوازا اور مجھے بھیجا ہے تاکہ میں تمہیں جنت کی سیر کراؤں۔ سادہ مرید خوشی سے پھولا نہ سمایا

فوراً چل دیا وہ اسے جنت میں لے گیا محلات باغات حور وغلماں۔ مرید نے ساری رات حوروں کے ساتھ گزاری صبح وہ بزرگ اسے واپس لے آئے اور کہا کہ میں رات کو پھر آؤں گا۔ مرید کا عبادت ذکرواذکار سے جی اچاٹ ہو گیا اور حضرت جی کے انتظار میں سارا دن گزارا، رات کو وہ آیا اور پھر لے گیا۔ ساری رات حوروں کے پہلوؤں میں گزاردی۔ اگلے دن جنید بغدادی پہنچ گئے۔ مرید نے خوشی خوشی شیخ کو خبر دی کہ اللہ نے میری کاوشیں قبول کیں اور مجھے دنیا میں ہی جنت کی سیر کرادی اور جنت کی نعمتوں سے بہرہ مند کیا۔ حضرت جنید بغدادی نے فرمایا نادان تو شیطانی چکر میں پھنس گیا ہے۔ مرید کے دل میں خیال گزرا کہ یہ سعادت تو پیر صاحب کو بھی نصیب نہ ہوئی۔ میرے اس حال کی وجہ سے حسد سے یوں کہہ رہے ہیں۔ حضرت جنید بغدادی نے اس کے خیال پر مطلع ہو کر فرمایا نادان کیا سوچتا ہے؟ آج جب اپنی اس جنت میں جائے تو تین مرتبہ لاحول پڑھ دینا۔ یہ فرما کر چلے گئے۔ رات کو فرشتہ پھر آیا اور انہیں ساتھ لے گیا۔ جنت جا کر مرید سوچنے لگا کہ سب کچھ صحیح ہے جنت کی ساری نشانیاں موجود ہیں۔ جنید بغدادی کو یہ نعمت دنیا میں نہ مل سکی اسی لئے انہوں نے ایسا فرمایا۔ پھر دل میں خیال آیا کہ لاحول پڑھنے میں کیا حرج ہے؟ جوں ہی ۳ مرتبہ لا حول ولاقوۃ الا باللہ پڑھا، کیا دیکھتا ہے کہ گندگی کے ڈھیر پر پڑا ہے اور حوروں کے بجائے بد روحیں اس سے چمٹی ہوئی ہیں۔ وہیں سے الٹے پاؤں دوڑا، جنید بغدادی کے قدموں میں آ کر گرا۔ معافی کا طلبگار رہوا۔ آپ نے اس کے لئے استغفار کا وعدہ کیا اور اس طرح اسے اس فتنے سے، شیطان کے دھوکے سے بچایا۔

سیدنا غوث الاعظمؒ نے فرمایا ایک مرتبہ دورانِ مجاہدہ میں ایک ایسے بیابان میں پہنچا جہاں پانی کا نام ونشان تک نہ تھا۔ چند روز میں نے وہاں قیام کیا مگر پانی ہاتھ نہ آیا۔ جب پیاس کا غلبہ ہوا تو حق تعالیٰ نے بادل کا ایک ٹکڑا بھیجا جس نے میرے اوپر سایہ کر دیا اور اس میں سے کچھ قطرات ٹپکے جنہیں پی کر تسکین ہوئی۔ اسکے بعد اچانک ایک روشنی ظاہر ہوئی جس نے پورے آسمان کا احاطہ کرلیا۔ اس میں سے ایک نورانی صورت نمودار ہوئی اور آواز آئی کہ اے عبدالقادر! میں تمہارا پروردگار ہوں اور جو میں نے دوسروں پر حرام کیا، وہ تم پر حلال کرتا ہوں لہٰذا تم جو چاہو کرو، میں نے کہا اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ اے ملعون

دور ہو جا۔ اچانک وہ روشنی تاریک ہوگئی۔ اور وہ صورت دھواں بن کر کہنے لگی کہ آپ اپنے علم کی وجہ سے بچ گئے۔ میں اس طریقہ سے ستر اہل طریقت کو گمراہ کر چکا ہوں۔ میں نے کہا یہ سب اللہ ہی کا فضل ہے اور وہی نگہبان ہے۔ جب آپ سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے کیسے پہچانا کہ وہ شیطان ہے۔ تو آپؒ نے فرمایا اس کے قول سے کہ میں نے تم پر حرام چیزیں حلال کر دیں جبکہ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَامُرُ بِالْفَحْشَآءِ۔ مجھے معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ فحش باتوں کا کسی کو بھی حکم نہیں فرماتا۔

تو جب شیطان، سردارِ اولیاء کو دھوکہ دینے کی کوشش کر سکتا ہے اور ساتھ کہتا ہے کہ میں نے اس طریقہ سے ستر اہل طریقت کو گمراہ کیا، تو عام لوگوں کا کیا کہنا۔ سیدنا غوث الاعظم علومِ ظاہر اور علومِ باطن میں ید طولیٰ رکھتے تھے، آپ نے شیطان کے قول کو احکامِ الٰہی پر پرکھا اور اس کے خلاف دیکھ کر اس دھوکے سے بچ گئے اور اس بات کو اپنے علم کے بجائے فضل الٰہی پر محمول کیا۔ عوام الناس کے پاس نہ علم ظاہری اور نہ باطنی۔ شیطان کے لئے انہیں امام مہدی بنا دینا بڑا آسان ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ کبھی بھی شیطان کے مکر و فریب سے بے خوف نہ ہو، ہمیشہ اللہ عز و جل کے فضل و کرم اور تائید کا طلب گار رہے اور ایسی واردات قلبی پر کسی اچھے عالم دین سے مشورہ کر لے اور نفسانی خواہشات کی پیروی کے بجائے، قرآن و حدیث کی پیروی کو اختیار کرے۔

بعض اوقات یوں بھی ہوتا ہے کہ اسم ھادی کی کثرت کے سبب انسان پر مہدیت و ہدایت کا غلبہ ہوتا ہے اور اس غلبہ میں دعویٰ ہو جاتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ امام مہدی کی روحانیت کی طرف بھرپور توجہ سے فنا فی الشیخ کی طرح فنا فی المہدی ہو جائے اور مہدیت کا دعویٰ امام مہدی کی طرف سے ہو، صرف زبان اس کی ہو۔ جیسا کہ غلبہ حق کے سبب منصور نے انا الحق کہا۔ جب شجر موسوی سے انی انا اللہ کی آواز آ سکتی ہے تو فنا فی اللہ، فنا فی الشیخ، فنا فی المہدی سے بسبب فنائیت، انا المہدی کی آواز کیوں نہیں آ سکتی۔ واللہ اعلم

ظہور امام مہدی علیہ السلام سے قبل اور بعد از ظہور رونما ہونے والے واقعات

امام مہدی علیہ السلام کے ظہور سے قبل فسق و فجور، فحاشی، منکرات، فتنہ وفساد، شراب خوری، سود غرض کہ ہر برائی کھلے عام ہوگی۔ زلزلوں، سیلابوں، حادثات وسانحات سے ناگہانی اموات کی خبریں معمول بن جائیں گے۔ پورا عالم بدامنی، بے سکونی اور ظلم وستم سے بھر چکا ہوگا۔

کچھ روایات کے مطابق امام مہدی کا ظہور آخری جنگ ملحمۃ الکبریٰ جسے اہل یورپ Armageddon کے نام سے جانتے ہیں کے قریب ہوگا۔ یہ انتہائی خوفناک جنگ ہوگی جس میں کرہ عرض کی اکثر آبادی نیست و نابود ہو جائے گی۔ اس عالمی اور ایٹمی جنگ کے نتیجے میں کروڑوں ٹن گرد وغبار اڑ کر فضا میں پہنچ جائے گا جس کی وجہ سے زمین کو سورج سے روشنی اور حرارت کی فراہمی رک جائے گی۔ بیشتر لوگ تابکاری اثرات اور قحط سالی سے مر جائیں گے۔

احادیث وروایات میں ظہور مہدی سے قبل شہر بغداد کی تباہی اور بصرہ شہر کے پانی میں ڈوب جانے کا بھی ذکر ملتا ہے۔

علی بن عبداللہ بن عباس بیان کرتے ہیں؛ جب تک سورج کے ساتھ ایک نشانی طلوع نہ ہوگی، امام مہدی علیہ السلام نہ آئیں گے۔

امام مہدی کے ظہور سے قبل حج موقوف ہو جائے گا۔ اس وقت لوگ انتظار امام مہدی کو ہی ترجیح دیں گے۔

دجال کا خروج ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا۔ عیسیٰ علیہ السلام امام مہدی کی اقتداء میں نماز ادا کریں گے۔ عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی علیہ السلام دجال کو قتل کریں گے۔

دجال کی آمد امام مہدی کے زمانے میں ہو گی۔دجال کے ساتھ ۷۰ ہزار یہودیوں کی فوج ہوگی۔دجال دائیں آنکھ سے کانا ہوگا۔ماتھے پرک۔ا۔ف۔رلکھا ہو گا۔عورتیں بہت زیادہ اس کی پیروکار ہوں گی،سب سے پہلے یہ نبوت کا دعویٰ کرے گا پھر خدائی کا بھی دعویٰ کرے گا۔بالآخر عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں مارا جائے گا۔

ابوسفیان کی اولاد میں سے ایک ظالم شخص سادات کوقتل کرے گا،اہل بیت کا دشمن ہوگا۔شام اور مصر میں اس کا حکم چلے گا۔یہ امام مہدی علیہ السلام کے مقابلے میں ایک فوج بھیجے گا جو مکہ اور مدینہ کے درمیان دھنس جائے گی۔صرف دو آدمی بچیں گے،ایک امام مہدی کو اس واقعے کی اطلاع دے گا دوسرا سفیانی کو۔

امام مہدی علیہ السلام کے ظہور سے قبل یاجوج ماجوج کا خروج ہوگا۔اس مخلوق کے کان اس قدر لمبے ہیں کہ ایک کو بچھا کر اور دوسرے کو اوڑھ کر سوتے ہیں۔یہ آخری عالمی جنگ کے بعد نکلیں گے اور لوگوں کو کھانا شروع کریں گے۔جنگ میں ہلاک ہونے والے افراد کی لاشیں انہیں کے ذریعے ٹھکانے لگیں گی۔اس طرح کروڑوں لاشوں کا بندوبست ہو گا اور زمین اس تعفن اور بیماریوں سے پاک ہو جائے گی۔یہ مخلوق بلا کی جنگجو ہے اور کثیر تعداد میں ہے انہیں قابو کرنے کے لئے سکندر ذوالقرنین نے سدِّ سکندری قائم کی۔ظہور مہدی سے قبل یہ رکاوٹ دور ہو جائے گی وہ نکل پڑیں گے۔مردار کھا جائیں گے پھر عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے نعف نامی ایک بیماری سے ایک ہی رات میں وہ سارے ہلاک ہو جائیں گے۔پھر عنقا نامی پرندے یاجوج ماجوج کی لاشوں کو کھا جائیں گے اور زمین ان کی گندگی سے صاف ہو جائے گی۔

ظہور امام مہدی کے وقت آسمان سے ایک آواز آئے گی جسے پوری دنیا اپنی زبانوں میں سنے گی کہ خدا کا وعدہ آپہنچا۔

یہ بھی مشہور ہے کہ قربِ قیامت میں سورج مغرب سے طلوع ہوگا۔اس سلسلے میں حضرت علی کا فرمان ہے کہ سورج سے مراد امام مہدی علیہ السلام کی روشنی سے جو مغرب کی طرف سے آئے گی۔

ایک عجیب وغریب تیز رفتار چوپایہ زمین سے نکلے گا۔ارشاد باری ہے:''و اذا

وقع القول علیھم اخرجنالھم دابۃ من الارض تکلمھم ان الناس کانوا بآیاتنا لا یوقنون" (نمل۔۸۲)۔اور جب بات ان پر آپڑے گی،ہم زمین سے ان کے لئے ایک چوپایہ نکالیں گے جو لوگوں سے کلام کرے گا۔(کیونکہ) بے شک لوگ ہماری آیتوں پر ایمان نہیں لاتے ہوں گے"۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ: وہ دابہ کہاں سے نکلے گا؟ فرمایا مسجد حرام سے۔اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھیوں سمیت وہاں موجود ہوں گے تو ناگاہ ان کے نیچے سے زمین کانپے گی صفا پہاڑی کا وہ حصہ جو مقام سعی (دوڑنے کی جگہ) سے ملا ہوا ہے پھٹ جائے گا اور اس سے ایک چلنے والا جانور نکلے گا۔سب سے پہلے اس کا سر برآمد ہوگا جو چمکدار ہوگا۔اس پر پشم اور لمبے بال ہوں گے۔وہ اتنا تیز ہوگا کہ کوئی طلب کرنے والا دوڑ کر اس کو پکڑ نہ سکے گا اور کوئی بھاگنے والا اس سے بچ کر بھاگ نہ سکے گا۔پھر عام لوگ جمع ہو جائیں گے مومن اور کافر۔مگر مومن کا چہرہ یوں دکھائی دے گا جیسے چمکتا ہوا تارہ اور اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا یہ مومن ہے لیکن کافر کی پیشانی پر آنکھوں کے درمیان ایک سیاہ نقطہ کندہ کیا جائے گا اور لکھا جائے گا یہ کافر ہے۔

قسطنطنیہ کی فتح کے لئے امام مہدی علیہ السلام لشکر بھیجیں گے،اس جنگ میں ایک لاکھ افراد مارے جائیں گے۔یہ جنگ آپ کے زمانے میں ہوگی مگر آپ خود شریک نہ ہوں گے۔ابتدائی فتح کے دوران یہ خبر آئے گی کہ دجال نکل آیا ہے۔یہ سنتے ہی تمام لوگ امام مہدی کی مدد کے لئے واپس آجائیں گے مگر یہ خبر غلط نکلے گی۔امام مہدی علیہ السلام اپنے لشکر کو لے کر شام اور روم کی فتوحات کے لئے بڑھیں گے۔جب آپ قسطنطنیہ کی طرف پیش قدمی کریں گے تو لشکر میں ۷۰ ہزار کی فوج ہوگی۔پہلے معرکے میں ۴۰ ہزار افراد مارے جائیں گے دوبارہ امام مہدی علیہ السلام قیادت کر کے جنگ کریں گے تو یہ عالمی جنگ بن جائے گی جس میں ٦ لاکھ افراد مارے جائیں گے اور امام مہدی کو فتح نصیب ہو گی۔

ترمذی شریف میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جنگ عظیم قسطنطنیہ کی فتح اور دجال کا نکلنا، تینوں واقعات ۷ ماہ کے اندر ظہور

پذیر ہوں گے۔

الحاوی للفتاوی میں حضرت عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: مہدی علیہ السلام نکلیں گے تو ان کے سر پر دستار ہوگی۔ ایک پکارنے والا پکارے گا یہ مہدی اللہ کے خلیفہ ہیں ان کی پیروی کرو۔

فتنہ دجال اورسورہ کہف

احادیث مبارکہ میں فتنہ دجال کا ذکر ہے اوراس فتنے سے بچنے کے لئے سورہ کہف کی تلاوت کی تلقین ہے۔سورہ کہف کی تلاوت ہرزمانے میں فتنہ دجال سے بچانے کے لئے ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دجالی فتنہ ہرزمانے میں کسی نہ کسی صورت میں موجودہوتاہےاوراس سے بچنے کے لئے سورہ کہف ہے۔کیا سورہ کہف کی تلاوت اس فتنے سے بچنے کے لئے کافی ہے یااس سورہ میں جو پیغام دیا گیا،جس بات پر بڑا زور دیا گیااس پر عمل پیرا ہونا،اس فتنے کا سدباب کرتا ہے میرے خیال میں صرف لفظی تلاوت کرنا کافی نہیں۔اگراس پیغام کوسمجھ لیا جائےتو ہرزمانے میں موجودفتنہ دجال کوسمجھا جا سکتا ہے۔پھر اس پیغام پرعمل کرکے بچا جا سکتا ہے۔

۱۔ اس سورہ کے شروع میں اصحاب کہف کا تذکرہ ہے۔یہ بنی اسرائیل کے اولیاء ،صالحین تھے۔یہ اس زمانے کے بادشاہ کے شرک وظلم سے بچنے کے لئے ایک غار میں داخل ہوئے ان کے ساتھ ایک کتا بھی تھا۔اللہ نے ان پر نیند غالب کردی اور یہ ۳۰۹ برس سوتے رہے۔حدیث شریف میں آیا ہے کہ وہ کتا قیامت میں لباس انسانی میں جنت میں جائے گا۔کیااس کتے نے کلمہ پڑھا،نمازیں پڑھیں؟کس بناء پر وہ جنت کا حقدار ہوا؟اللہ کو اس کی یہ بات پسند آئی کہ وہ ولیوں کی صحبت میں رہنا چاہتا تھا۔اگر بنی اسرائیل کے ولیوں کی صحبت میں رہ کر کتا جنت کا حقدار ہوسکتا ہےتو حضور ﷺ کی امت کے اولیاء کے ہم نشین کیسے محروم رہ سکتے ہیں؟

۲۔ پھراس سورۃ میں حق تعالیٰ نے فرمایا’’و من یضلل فلن تجدلہ ولیا مرشدا‘‘(اللہ جس کوگمراہی میں چھوڑدےتو وہ ہرگزاپنے واسطےکوئی مددگاراوررشدو ہدایت دینے والا نہ پائے گا)تو جس کوکوئی ولی ومرشدمل جائےتو گویااللہ نے اس کی ہدایت کاارادہ کرلیا۔کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں قرآن وحدیث پڑھ کر ہدایت پا سکتا ہوں۔کسی ولی ومرشد کا ہونا بھی بے حدضروری ہے یہی وجہ تھی کہ امام اعظم امام ابوحنیفہ باوجود عالم باعمل،

فقیہ، متقی، پرہیزگار، عبادت گزار ہونے کے جب سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی صحبت میں گئے اور دو سال ان کی صحبت میں گزارے تو بے اختیار کہا "**لو لا سنتان لھلک النعمان** "اگر نعمان کی زندگی میں یہ دو سال نہ ہوتے تو نعمان ہلاک ہو گیا ہوتا۔ مولانا روم باوجود روئے زمین پر سب سے بڑے عالم ہونے کے حضرت شمس تبریز سے مستفیض ہوئے۔ امام غزالی، حضرت یوسف نساجؒ سے بیعت ہوئے۔ امام فخر الدین رازی کا ایمان آخری وقت میں شیخ کامل کی مداخلت سے بچا۔ صحبت اولیاء کی اہمیت جتاتے ہوئے مولانا روم فرماتے ہیں:

ساعت یک صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

۳۔ پھر اسی سورہ میں حق تعالیٰ نے فرمایا "**واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغداوۃ والعشی یریدون وجھہ ولا تعد عینک عنھم** "یارسول اللہ آپ ان لوگوں کے پاس اپنے نفس کو صبر دیں جو اپنے رب کو صبح وشام پکارتے ہیں اور اپنے رب کی دیدار کے طلبگار ہیں، ان پر سے اپنی نگاہ رحمت کبھی نہ ہٹائیں۔ یہ آیت اصحاب صفہ کی شان میں نازل ہوئی حق تعالیٰ نے فرمایا "اے محبوب ان طالبانِ حق کی صحبت میں رہیں، ان کے پاس اپنے نفس کو صبر دیں جو اللہ کا چہرہ دیکھنا چاہتے ہیں، جمال الٰہی کے، لقائے باری کے ارادت مند ہیں اور ہمیشہ ان پر اپنی نگاہ رحمت رکھیں۔ ہونا یہ چاہیئے تھا کہ اصحاب صفہ سے کہا جاتا کہ حضور کی صحبت میں رہیں۔ اللہ نے حضور کو ان کی صحبت اختیار کرنے کا حکم دیا۔ یہ دراصل اس امت کو تلقین کرنا تھا کہ جہاں بھی اولیاء اللہ ملیں، جہاں بھی لقاء باری کے طلبگار ملیں ان کی صحبت اختیار کرو۔ اگر وہاں تکالیف ہوں تب بھی اپنے نفس کو صبر دو۔ پھر حق تعالیٰ نے فرمایا "**ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا و اتبع ھواہ و کان امرہ فرطا** "اور جن کے دل ہماری یاد سے غافل ہیں اور جو خواہشات کی پیروی کرتے ہیں اور جن کا کام حد سے گزر گیا، ایسے لوگوں کی اطاعت نہ کرنا۔ جان لیں اولیاء اللہ ہمہ وقت ذکر الٰہی میں ہوتے ہیں، خواہشات کی پیروی سے بچتے ہیں۔ لہٰذا لازماً ان کی اطاعت واتباع کا حکم ہوا۔

۴۔ پھراس سورہ میں موسیٰ وخضر علیہم السلام کا واقعہ تفصیل سے بیان ہوا۔ موسیٰ علیہ السلام باجود نبی، رسول اور مرسل ہونے کے علم لدنی سیکھنے خدا کے ولی خضر علیہ السلام کے پاس گئے، سفر کی مشقت برداشت کی اور ملاقات پر بڑے ادب سے کہا ''کیا میں آپ کے ساتھ رہوں آپ کی اتباع کروں؟ اس شرط پر کہ جو کچھ علم آپ کو سکھایا گیا ہے اس میں سے کچھ مجھے بھی سکھائیں''۔ یہاں حق تعالیٰ نے واضح پیغام دیا کہ تم جتنے بھی بڑے عالم ہو، علم باطن، علم لدنی سیکھنے کے لئے اگر کوئی ایسا مرد کامل مل جائے تو اس کی صحبت واتباع اختیار کرو پھراس کی کسی بات پر معترض نہ ہو۔

۵۔ پھراس سورہ کے آخر میں حق تعالیٰ نے فرمایا ''**فمن کان یرجوا لقآء ربه فلیعمل عملا صالحا**'' جو بھی اپنے رب کی لقا، دیدار کا متمنی ہو اسے چاہیئے کہ وہ عمل صالح اختیار کرے، عمل صالح سیکھنا ہے تو صالحین کے پاس جانا ہوگا۔ ان کی صحبت اختیار کرنی ہوگی۔

معلوم ہوا کہ اس سورہ مبارکہ میں اولیاءاللہ کی صحبت وہم نشینی اختیار کرنے پر زور دیا گیا اور یہ سورہ فتنہ دجال سے بچانے والی ہے۔ لہٰذا ہر زمانے میں یہ دجالی فتنہ رہا کہ لوگوں کو اولیاءاللہ سے دور کیا جائے۔ اب ضروری ہے کہ اس فتنے سے بچنے کے لئے سورہ کہف کے اس پیغام کو سمجھا جائے اور اس پر عمل کیا جائے۔

اولیاء اللہ سے محبت

صحابہ نے حضور اقدس ﷺ سے اولیاء اللہ کی نشانی پوچھی تو حضور ﷺ نے فرمایا ''اذا رؤا ذکر اللہ'' جب تم انہیں دیکھو تو اللہ یاد آ جائے۔

ابن ماجہ اور بخاری میں حدیث ہے حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ''تم میں سے بہتر وہ ہے کہ جب انہیں دیکھا جائے تو اللہ یاد آ جائے''۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ سے پوچھا گیا: ہمارے بہترین ہم نشین کون ہیں؟ فرمایا وہ جس کا دیدار تمہیں اللہ کی یاد دلائے، جس کی گفتگو تمہارے علم میں اضافہ کرے اور جس کا عمل تمہیں آخرت کی یاد دلائے۔

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا اللہ فرماتا ہے: ''بے شک میرے احباب اور اولیاء وہ لوگ ہیں کہ میرا ذکر کرنے سے وہ یاد آ جاتے ہیں اور ان کا ذکر کرنے سے میں یاد آ جاتا ہوں''۔

بخاری میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ حضور ﷺ سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو کسی قوم سے محبت رکھتا ہے مگر (ان جیسے اعمال کر کے) ان سے ملا نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''المرء مع من احب'' جو جس سے محبت کرتا ہے اسی کے ساتھ ہوگا۔

مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ''حق تعالیٰ قیامت میں فرمائیں گے، میری عظمت کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرنے والے کہاں ہیں کہ آج میں انہیں اپنے سائے میں جگہ دوں گا، جس کے علاوہ کوئی اور سایہ نہیں۔''

مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ''ایک شخص اپنے بھائی سے ملنے دوسری بستی گیا، راہ میں ایک فرشتہ شکل انسانی میں ملا اور اس شخص سے پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا اپنے بھائی سے ملنے فلاں بستی میں۔ فرشتہ نے پوچھا کیا اس کا تم پر کوئی احسان ہے؟ (جو اس قدر دور سے اس سے ملنے کے لئے

آرہے ہو) اس شخص نے کہا میں اس بھائی سے صرف اللہ کے لئے محبت کرتا ہوں۔فرشتے نے یہ سن کر کہا، میں ایک فرشتہ ہوں اور حق تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ بھی تم سے محبت کرتا ہے۔

ترمذی میں ہے حضور اقدس ﷺ نے فرمایا حق تعالیٰ فرماتا ہے "**المتحابون فی جلالی لھم منابر من نور یغبطھم النبیون و الشھداء** "میری عظمت کی خاطر محبت کرنے والوں کے لئے نور کے منبر ہوں گے (اور ان کی شان وعظمت دیکھ کر) انبیاء اور شہداء رشک کریں گے۔

بیہقی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: اگر دو بندے اللہ کے لئے ایک دوسرے سے محبت کریں، خواہ ایک مشرق میں ہو، دوسرا مغرب میں تو اللہ قیامت کے روز انہیں ضرور ملا دے گا اور فرمائے گا یہ ہے وہ جس سے تو میری خاطر محبت کرتا تھا"۔

موطا امام مالک میں ہے حضرت ادریس خولانی نے دمشق میں ایک خوبصورت چمکدار دانتوں والا نوجوان دیکھا ان کے گرد بڑا اژدھام تھا، ملاقات نہ کر سکے۔لوگوں سے پوچھا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا یہ حضور ﷺ کے صحابی حضرت معاذ بن جبل ہیں۔ میں اگلے دن تہجد کے وقت مسجد گیا۔حضرت معاذ بن جبل پہلے سے موجود تھے۔ میں نے ان کا ہاتھ پکڑ کر کہا میں اللہ کی خاطر آپ سے محبت کرتا ہوں۔انہوں نے کہا، کیا کہتے ہو؟ میں نے پھر عرض کیا میں اللہ کی خاطر آپ سے محبت کرتا ہوں۔حضرت معاذ بن جبل نے پھر کہا ذرا سوچو کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے پھر وہی بات کی تو آپ نے فرمایا تمہیں خوش خبری ہو کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: حق تعالیٰ فرماتے ہیں؛"میری خاطر محبت کرنے والوں، میری خاطر مجلسیں قائم کرنے والوں، میری خاطر ایک دوسرے سے ملنے والوں اور میری خاطر خرچ کرنے والوں کے لئے میری محبت واجب ہوگئی"۔

یہ احادیث بڑی بشارات ہیں۔اگر ہم محض اللہ کی رضا وخوشنودی اور اللہ کی محبت میں، اللہ کے برگزیدہ دوستوں، کامل فقراء اور اس کے محبوب بندوں سے عقیدت ومحبت رکھیں، ان کے ولی کامل ہونے کا راسخ گمان رکھیں تو جان لیں یہ عقیدہ، یہ حسن ظن رائیگاں نہ جائے گا۔یقیناً ان سے محبت، ان کی معیت کی موجب بنے گی۔

تصوف اور اس سے مقصود

تصوف صفا سے ہے صوفی وہ ہے جس کا باطن تمام آلائشوں کدورتوں سے صاف ہے۔تصوف تزکیہ نفس پر زور دیتا ہے۔ جو شرع کے عین مطابق ہے۔اللہ کا فرمان ہے **قد افلح من تزکّٰی و ذکر اسم ربه فصلّٰی** تحقیق بامراد ہوگیا وہ شخص،فلاح پا گیا وہ شخص جس نے اپنا تزکیہ کرلیا اور پھر اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز پڑھی۔

تصوف سے سب سے اعلیٰ مقصود قرب حق کا حصول ہے۔جیسا کہ آیت **یریدون وجه** کی تفصیل میں گزر چکا ہے کہ یہ صوفیاء اللہ کا چہرہ دیکھنے کے ارادتمند ہوتے ہیں۔ یہاں سے ہی لفظ''مرید'' نکلا۔مرید کا مادہ یرید ہے۔حقیقی مرید وہ ہے جو اللہ کو دیکھنے اس تک پہنچنے کا ارادہ کرے۔اب اس کے لیے ضروری ہے کہ ایسا شخص تلاش کیا جائے جو اللہ تک پہنچا ہوا ہو اور دوسروں کو لے جا سکے۔اب اگر کوئی شخص جس کی بادشاہ تک رسائی ہو، اس سے کوئی اس کا جاننے والا جو غلاظت وگندگی میں لتھڑا ہو، یہ کہے کہ مجھے بھی بادشاہ سے ملا دو، ملاقات کرادو۔تو بادشاہ تک پہلے سے پہنچا شخص کیا کرے گا۔اسے غلاظتوں سے پاک وصاف کروائے گا۔ بادشاہ کے آداب سکھائے گا جب وہ اس قابل ہو جائے گا تو اسے بادشاہ تک لے جائے گا۔یہی حال اولیاء اللہ کا ہے کہ وہ پہلے طالبانِ حق کی تربیت کرتے ہیں،ان کا تزکیہ فرماتے ہیں حسد غرور تکبر غصہ کینہ لالچ ، ریاکاری جیسی غلاظتوں سے اسے نکالتے ہیں پھر بارگاہِ حق کے آداب سکھاتے ہیں جب وہ اس قابل ہو جاتا ہے تو انہیں اللہ تک پہنچا دیتے ہیں۔

ایسے تمام اولیاء میں سرکار محبوب سبحانی کی سب سے منفرد شان ہے کہ رسالہ غوث الاعظم میں ہے حق تعالیٰ نے آنجناب سے فرمایا''اے غوث الاعظم میں نے آپ کو ایسا بنایا ہے کہ آپ میرے طالب کو پلک جھپکنے میں مجھ تک پہنچا سکتے ہیں۔پس جب آپ کے پاس میرے طالب آئیں تو انہیں مجھ تک پہنچانا آپ پر لازم ہے۔''

تصوف سے دوسرا مقصود برے اخلاق سے نجات اور اخلاق حسنہ کا حصول ہے اور اس کی اتنی اہمیت ہے کہ بعض بزرگوں نے فرمایا **التصوف کله الاخلاق فمن زاده**

الاخلاق فقد زاده التصوف تصوف سارے کا سارا اخلاق ہے پس جس کے پاس جتنا زیادہ اخلاق ہے اسکے پاس اتنا زیادہ تصوف ہے۔ارشاد باری ہے یوم لا ینفع مال و لا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم قیامت کے دن نہ تمہارا مال تمہیں نفع دے گا نہ تمہارے بیٹے مگر وہ جو اپنے قلب کو سلامتی کے ساتھ لے آیا۔قلب کی سلامتی اخلاق حسنہ کے حصول میں ہے اور ہلاکت ، اوصاف ضمیمہ سے نجات نہ پانے میں ہے۔اور تصوف ، صوفیاء کی صحبت و تلقین طالبین کو برے اخلاق سے نجات دلاتی ہیں اور اوصاف حسنہ سے مزیّن کر دیتی ہیں۔

سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے مسلسل درس و تدریس اور وعظ و نصیحت اور روحانی توجہات کے ذریعے گمراہوں ، بدکرداروں کی اصلاح فرمائی اور ساتھ ہی ساتھ ہزار ہا متوسلین کو مقرب حق بنا دیا اور آنجناب کا یہ فیضان آج تک جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا ۔

افلت شموس الاولین و شمسنا
ابداً علٰی افق العلٰی لا تغرب

تصوف سے مقصود مرتبہ احسان کا حصول ہے اور اگر یہ مرتبہ حاصل نہ ہو سکا تو نتیجتاً ایک تہائی دین سے محرومی ہے۔ حدیثِ جبریل میں ہے۔حضورِ اقدس ﷺ کے پاس جبریل علیہ السلام شکل انسانی میں آئے اور تین سوال کئے کہ ایمان کیا ہے، اسلام کیا ہے اور احسان کیا ہے؟ حضور ﷺ نے جواب ارشاد فرمایا تو انہوں نے ہر جواب پر فرمایا ''صدقت'' کہ آپ نے سچ فرمایا۔ان میں سے تیسرا سوال یہ تھا کہ مجھے خبر دیں کہ احسان کیا ہے؟۔ حضور ﷺ نے فرمایا:اعبدوا ربک کانک تراہ و ان لم تکن تراہ فانہ یراک ۔اللہ کی عبادت ایسے کرو گویا اسے دیکھ رہے ہو اگر اسے نہ دیکھ سکو تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔یعنی مرتبۂ احسان کا کم از کم پہلو یہ ہے کہ مسلمان اس دھیان میں رہے کہ اللہ اسے دیکھ رہا ہے اور اعلیٰ ترین پہلو یہ ہے کہ وہ گویا خدا کو دیکھ رہا ہے مشاہدۂ حق میں محو و مستغرق ہے۔ جبریل کے جانے کے بعد حضور نے فرمایا یہ جبریل تھے اور تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔ یہاں حضور نے اسلام ،ایمان اور احسان کو دین سے تعبیر فرمایا تو جس کے پاس

احسان نہیں وہ ایک تہائی دین سے محروم ہے۔مرتبہ احسان کیسے حاصل ہو،اس کی تعلیم صوفیاء عظام تلقین فرماتے ہیں۔صوفیاء مریدین کو سب سے پہلے سبق یہی دیتے ہیں کہ خلوت ہو یا جلوت،اس بات کو ہمیشہ نگاہ میں رکھیں کہ اللہ کی معیت میں ہو،اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے اور اس احساس کے تحت ہر برائی سے اجتناب کرو اور ہر نیکی کو اختیار کرو۔ارشاد باری ہے **وھو معکم اینما کنتم** تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ تمہارے ساتھ ہے۔اس امر کی اس قدر تلقین کی جاتی ہے کہ مرید ہمیشہ مراقبہ معیت میں رہتا ہے اور مرتبہ احسان کا کم از کم درجہ پا جاتا ہے۔

پیر و مرشد کی ضرورت اور اس کا جواز:

ہدایت کے لیے ولی و مرشد کا ہونا بڑا ضروری ہے جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ قرآن و حدیث کے ہوتے ہوئے ہمیں ولی و مرشد کی کوئی حاجت نہیں ہمارے لیے قرآن وحدیث کافی ہے،وہ لوگ اس آیت پر غور کریں **و من یضلل فلن تجد له ولی مرشدا** اور جسے اللہ گمراہ کر دے وہ نہیں پاتا اپنے واسطے کوئی ولی و مرشد۔اور جسے ولی و مرشد مل جائے تو وہ سمجھ لے کہ اللہ نے اس کی ہدایت کا ارادہ کر لیا۔

یہ حقیقت ہے کہ ہر زمانے میں اور اس دور میں بھی صرف وہی لوگ ہدایت پر ہیں جو کسی نہ کسی طرح سے اولیاء اللہ سے وابستہ اور منسلک ہیں اولیاء سے بغض و عاد رکھنے والے بھلے کتنے نمازی،پرہیزگار،چلے کرنے والے کیوں نہ ہوں،ان کا خاتمہ ایمان پر نہیں ہوتا اور ہو بھی بھلا کیسے کہ جب اللہ نے ان کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا ہو۔**من عاد لی ولیا فقد اٰذنته بالحرب** جس نے بھی میرے ولی سے عاد رکھا میں اسے جنگ کی دعوت دیتا ہوں (حدیثِ قدسی)۔مولانا روم نے ایسے ہی نہیں فرما دیا،کچھ دیکھ کر فرمایا ہے ؎

ساعتِ یک صحبتِ با اولیاء ۔۔۔ بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

او کہ خواہد ہم نشینی باخدا ۔۔۔ او نشیند در حضورِ اولیاء

اکابر علماء تحصیلِ علم کے بعد تربیت،تزکیہ اور قرب باری کے حصول کے لیے اولیاء کے حضور حاضر ہوتے تھے اور یہ سنتِ انبیاء بھی ہے۔دیکھیں موسیٰ علیہ السلام نبی،رسول اور مرسل ہونے کے باوجود علم لدنی سیکھنے کے لیے حضرت خضر علیہ السلام کے پاس گئے۔

ہمارے امامِ اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہ جن سے بڑا کوئی عالم نہیں کئی صحابہ اور

متعدد تابعین سے احادیث حاصل کر کے بالآخر سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے اور دو سال ان کی خدمت میں رہے وہاں قرب حق، لقائے باری اور علوم لدنیہ کا ایسا فیضان ملا کہ بے اختیار کہہ اُٹھے **لو لا سنتان لھلک النعمان** نعمان کی زندگی میں اگر یہ دو سال نہ ہوتے تو نعمان ہلاک ہو گیا ہوتا۔ کیا امام اعظم کے پاس قرآن وحدیث کا علم نہ تھا یا پرہیز گاری وتقویٰ میں کوئی کمی تھی؟ پھر کیا بات تھی جو آپ نے ایسا فرمایا؟

امام غزالی، ایسے عالم کہ اس وقت علمِ ظاہر میں روئے زمین پر اُن جیسا کوئی عالم نہ تھا۔ باطنی علم سیکھنے، حق کی تلاش میں حضرت یوسف نساج رحمۃ اللہ کے پاس جا کر بیعت ہوئے۔ انہوں نے امام غزالی کو مجاہدہ پر لگا دیا۔ امام غزالی فرماتے ہیں میرے قلب کی صفائی شروع ہو گئی۔ پھر مجھ پر انوار وتجلّیات کا نزول شروع ہو گیا ایک شب خواب میں مجھے حق تعالیٰ جل شانہ کا دیدار نصیب ہوا۔ اللہ عزّ وجل نے مجھ سے فرمایا اے غزالی اپنے سب مشاغل چھوڑ اور میرے ان دوستوں کی ہم نشینی اور پیروی اختیار کر جن کے قلوب میرے عشق میں کشتہ ہو گئے ہیں۔ امام غزالی فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا اللہ مجھے اپنے ان دوستوں سے حُسن ظن کی چاشنی نصیب فرما۔ اللہ عزّ وجل نے فرمایا یہ میں نے تجھے دیا اور اپنے جوار کے انوار تجھ پر پلٹائے۔ پھر ان کی آنکھ کھل گئی۔ خوشی سے پھولے نہیں سما رہے تھے کہ اتنی جلد اللہ کا دیدار نصیب ہو گیا۔ فرماتے ہیں میں صبح اپنے شیخ یوسف نساج رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور رات کا خواب سنایا۔ سن کر وہ مسکرائے اور کہنے لگے اے غزالی یہ تو ہماری ابتدائی تختیاں ہیں۔ اگر تو میرے پاس رہا اور میرے کہنے پر عمل کیا تو میں تیری آنکھیں ایسے سرمہ سے سرمگیں کر دوں گا کہ تجھ پر ازل سے ابد تک سب کچھ منکشف ہو جائے گا۔ ذرا غور کریں امام غزالی ان دنوں دنیا میں مشغول نہ تھے بلکہ بغداد کے مدرسہ نظامیہ کے مدرس اعلیٰ تھے۔ سارے عالم میں ان کے علوم وفنون کی دھوم تھی ہزار ہا شاگرد تھے۔ اکابر علماء ان کے سامنے زانوئے تلمیذ طے کرتے اور ادھر حق تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ سب مشاغل چھوڑ اور میرے دوستوں کی صحبت اختیار کر۔ عموماً علماء اپنے علم کے سبب صوفیاء سے سوء ظنی کا شکار رہتے ہیں اور اس بنا پر مستفیض نہیں ہو پاتے۔ اسی لیے امام غزالی نے حق تعالیٰ سے اولیاء سے حسن ظن رکھنے کی چاشنی طلب کی۔

مولانا روم، ان کے دور میں روئے زمین پر ان جیسا عالم نہ تھا مگر جب حضرت شمس تبریزی کی صحبت وخدمت اختیار کی تو بے اختیار پکار اٹھے۔

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم

تا غلامِ شمس تبریزی نہ شد

امام فخر الدین رازی، صاحب تفسیر کبیر شیخ نجم الدین کبریٰ سے منسلک ہوئے۔ وقت آخر شیطان نے امام فخر الدین رازی کو گھیر لیا۔ آخری سانس، ایمان خطرے میں، اس وقت شیخ نجم الدین کبریٰ نے مداخلت کی اور مرید کو شیطان کے نرغے سے بچایا۔ وہ ایمان کے ساتھ کلمہ پڑھتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوئے۔ ادھر ان کے شیخ نے اپنے مصاحبین سے فرمایا الحمدللہ مسلمانوں کا ایک بڑا عالم ایمان کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوا۔

یہ اکابر علماء جن کا ذکر ہوا، دین کا زیادہ علم اور فہم رکھتے تھے یا آج کے اولیاء اللہ پر معترض جاہل علماء؟ ایسے علماء سو ہر زمانے میں صوفیاء کے دشمن رہے، ان کی مخالفت کرتے رہے اور ان کا سبب انکار یہی تھا بل **کذبوا بمالم یحیطوا علمه** جو بات ان کے احاطہ علم سے باہر تھی اس کا انکار کیا۔ اس کو جھٹلایا۔ بجائے اس کے کہ اہل باطن کی صحبتوں میں جا کر علم باطن سیکھتے، اسے سمجھنے کی کوشش کرتے، صوفیاء کی باتوں کی تاویل کرتے، ان کے انکار میں جلدی نہ کرتے اور ان سے حُسن ظن رکھتے اور اس بات پر اللہ سے مدد وتوفیق مانگتے مگر علماءِ سُو نے صوفیاء کا انکار کیا، ان کے خلاف گئے ان کے دشمن رہے اور خاسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق ہو گئے۔

ہمارے سردار سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بھی علمائے ظاہر آپ سے بدگمان رہے چنانچہ سو عالم آپ کو آزمانے کے لیے مشکل ترین سوال لے کر آنجناب رضی اللہ عنہ کی مجلس میں آئے۔ سرکار نے ان کا سارا علم ظاہر سلب کر لیا پھر ان کے رجوع کرنے پر معاف کر دیا ان کا علم انہیں لوٹا دیا اور ان کے سوالوں اور ان کے جوابات سے انہیں آگاہ فرمادیا۔

علامہ ابن جوزی بھی سرکار کا معترف نہ تھا۔ سرکار کے ایک مرید کے اصرار پر وہ ایک بار سرکار کی مجلس میں آیا سرکار کی روحانی توجہ سے اس پر حالت طاری ہو گئی اس نے اپنے

کپڑے پھاڑ لیے اور بے ہوش ہو گیا۔ اس واقعہ کے بعد علامہ ابن جوزی سرکار کا معترف ہو گیا۔

امام الوہابیہ ابن تیمیہ اولیاء کا سخت گستاخ تھا، اکابر اولیاء پر کفر و شرک کے فتوے لگاتا مگر جب سرکار کی بات آتی تو ڈر جاتا اور ادب سے کہتا کہ حضرت شیخ نے جو فرمایا سچ فرمایا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ ان سے عادر کھنے والا مارا جاتا ہے۔

ہمارے زمانے میں کیماڑی (کراچی کی بندرگاہ) میں حزب اللہ کا امیر ڈاکٹر عثمانی اولیاء کا منکر اور سخت گستاخ و بے ادب تھا۔ ایک دن کہنے لگا کل میں غوثوں کا جلوس نکالوں گا۔ اس کی نیت سرکار غوثیت مآب کی شان اقدس میں گستاخی کی تھی۔ اگلے دن لوگوں نے دیکھا کہ خود ڈاکٹر عثمانی کا جلوس نکل گیا اور اولیاء کا دشمن واصل بہ جہنم ہوا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ سب مسلمانوں کو اپنے دوستوں سے حُسن ظن رکھنے کی توفیق نصیب فرمائے اور منکرین غوثِ پاک کے شر و فساد سے اہل عالم کو محفوظ فرمائے۔

امام مہدی کے استقبال کی تیاری

امام مہدی علیہ السلام کا ظہور یقیناً ہوگا۔ خواہ وہ امام حسن عسکری کے صاحبزادے محمد المہدی ہوں، اور غیبت سے حکم الٰہی پر ظہور فرمائیں یا امام حسن علیہ السلام اور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی اولاد میں وقت مقررہ پر پیدا ہوں اور چالیس برس کی عمر میں ظہور فرمائیں۔

آپ کا ظہور یقینی ہے۔ آپ کے حلقہ ارادت، زاویہ معرفت، دائرہ محبین اور جماعت منتظرین میں شامل ہونے کی آرزو اور تمنا کے ساتھ ساتھ پاکبازی، تقویٰ، قلبی طہارت، خشوع وخضوع، جدوجہد، علم وعمل، فکر وبصیرت، ذہنی وعقلی رسوخ سمیت جملہ اوصاف حمیدہ، امام مہدی کی معاونت کا دم بھرنے کے لئے درکار ہیں۔ اس کے حصول کی کوشش کے بغیر صرف خواہش وآرزو، تمنا اور دعاؤں کی بنیاد پر جس طرح مٹی کو سونا، پتھر کو ہیرا، ناقص کو کامل اور جاہل کو عالم نہیں بنایا جاسکتا اسی طرح امام مہدی کے لئے تمام تر نیک خواہشات اور آپ کے جملہ اوصاف حسنہ کے اقرار کے باوجود، آپ کے قافلہ حق اور لشکر مومنین میں شامل ہونا ہر کاہل، جاہل، بے ہمت، ناقص العلم وعمل، گمراہ، خدا اور رسول کی اطاعت سے دور اور شیطان کی محبت سے سرشار شخص کے لئے ممکن نہیں ہوگا۔

مولائے کائنات سیدنا علی المرتضٰی اپنے اشعار میں حقیقت انسانی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”اے انسان تو اپنی دوا خود ہے مگر تجھے نظر نہیں آتا۔ تیری بیماری بھی تیرے اندر ہے مگر تجھے خبر نہیں۔ تو خیال کرتا ہے کہ تو ذرا سا بدن ہے حالانکہ تیرے اندر ایک بڑا جہاں پوشیدہ ہے“۔

اس مخفی جہان میں، اس عالم باطنی میں داخل ہونے کا دروازہ انسان کا دل ہے اور ذکر الٰہی اس کی چابی ہے۔ ذکر سے دل بیدار ہوتا ہے، دل کی آنکھ روشن ہوتی ہے۔ امام مہدی کو پہچاننے کے لئے اور ان سے روحانی رابطے (اگر وہ غیبت میں ہیں) کے لئے دل کی آنکھ چاہیئے۔

مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ مکتوبات میں اشاد فرماتے ہیں کہ ذاکر قلبی امام مہدی علیہ السلام کی فوج کا سپاہی ہے۔ جب امام مہدی کا ظہور ہوگا تو اس کا دل مثل مشکوٰۃ روشن ہو گا۔

معلوم ہوا کہ امام مہدی علیہ السلام کی پہچان و آشنائی کا تعلق خالصتاً روحانیت سے ہے اور روحانیت کے لئے کثرتِ ذکر اور تصور اسم ذات ضروری ہے۔

مسلسل جدوجہد، ذکر و اذکار، تزکیہ و تصفیہ، مراقبہ اور کسی ولی کامل کی توجہ سے انسان صفات رزیلہ سے پاک ہو کر ملکوتی صفات کا حامل ہو جاتا ہے بلکہ فرشتوں سے بھی آگے نکل جاتا ہے۔ ایسے سچے طالبین کو حق تعالیٰ اپنے انوار سے منور فرماتے ہیں اور ان میں اپنی خاص روح پھونک کر اپنی خلافت کا حقدار بنا دیتے ہیں۔

اس دور کا المیہ ہے کہ قحط الرجال ہے۔ اللہ والے نہیں ملتے۔ موجود ہیں مگر مخفی ہیں ہر کوئی انہیں پہچان نہیں سکتا۔ آستانوں پر دنیا دار پیر موجود ہیں جو مریدین کو نچوڑ کر اپنی دنیا بھر رہے ہیں۔

دہقاں کو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی
گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن

ایسے نام نہاد ولیوں اور جعلی پیروں کے پاس پھنسنا اپنی دنیا و آخرت کو برباد کرنا ہے۔ لہٰذا میرے خیال میں اولیائے کاملین کی تعلیمات سے آگاہی، ان کے طریقے کو اپنانا، ان کی تعلیمات پر عمل کرنا (جو حقیقتاً حضور کی پیروی ہے) اور اپنے قلب و روح سے ان کی طرف متوجہ رہنا، بتدریج ہمارے اصلاح کرے گا اور روحانیت سے سرشار کر دے گا۔

ایک بزرگ سے پوچھا گیا کہ جب قحط الرجال ہوگا، اولیاء اللہ نے مل سکیں گے تو کیا کریں۔ فرمایا پھر ان کی تعلیمات، ان کے تذکروں کا ایک جز روزانہ پڑھنا چاہیئے۔ کہ اس طرح اولیاء کی معنوی صحبت و رفاقت نصیب ہوتی ہے۔ اہل نظر جانتے ہیں کہ جب بھی کوئی تصور شیخ یا کسی بھی ولی کامل کا تصور کرتا ہے یا قلب سے ان کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اس ولی سے باطنی طور پر ایک روحانی ربط قائم ہو جاتا ہے۔ استقامت کے ساتھ روزانہ اس بات کی مشق کرنے سے روحانی ربط اس پر منکشف ہو جاتا ہے۔ ولی کامل سے ہم کلامی اور

استفادہ کی صورت بن جاتی ہے۔

اگر اس زمانے میں کوئی مرشد کامل نہ مل سکے تو چاہیئے کہ اپنی طبیعت کی مناسبت سے شیر خدا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ یا سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ یا خواجہ غریب نواز یا داتا صاحب وغیرہ کسی ایک کا روز تصور قائم رکھے ان کی تعلیمات سے آگاہی حاصل کرے اور اس پر عمل پیرا رہے۔ اوصاف رزیلہ مثلاً تکبر، غرور، کینہ، بغض، حسد، غصہ وغیرہ سے باطن کو صاف کرے۔ اوصاف حمیدہ مثلاً صدق وصفا، ایفائے عہد، نرمی، عفوودرگزر، شفقت ومحبت، رافت ورحمت جیسی خوبیوں سے اپنے آپ کو مزین کرے۔ ہر حال میں سچ بولے، رزق حرام اور جملہ حرام کاموں سے بچے ہر وقت ذکر میں رہے۔ مخلوق کی خیر خواہی اور خدمت کو اپنا شعار بنالے۔ امید ہے کہ اسے باطنی اصلاح نصیب ہوگی اور روحانیت کی دولت سے مالا مال ہوجائے گا۔

حصہ دوم

امامِ زمانہ

امامِ زمانہ

اللہ عزّ وجل نے اپنے فضل و رحمت سے جس طرح دین حق اور ہدایت کی طرف رہبری اور رہنمائی کے لئے انبیاء کا سلسلہ جاری کیا اسی طرح سلسلہ نبوت کے ختم ہونے کے بعد دین کو تبدیلی وتحریف سے محفوظ رکھنے کے لئے احیائے دین کے لئے امامت کا نفاذ کیا تا کہ ہر امام اپنے اپنے دور میں تعلیمات الٰہیہ کو خواہش پرستی سے بچا کر اسلام کے صحیح احکام کی رہنمائی کرتا رہے۔ جس طرح احکام شریعت لانے والے اور نافذ کرنے والے نبی آخر الزماں حضور اقدس ﷺ کی معرفت واجب ہے اسی طرح شریعت کے محافظین کی بھی معرفت ضروری ہے اور جاہل کو اس میں معذور نہیں قرار دیا جا سکتا کہ منصب امامت پر بے شمار دلائل وشواہد ہیں جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: ''**من مات ولم یعرف امام زمانه مات میتة جاهلیة**'' جو شخص اپنے زمانے کے امام کو نہ پہچانے اور مر جائے (بلا معرفتِ امام انتقال کر جائے) وہ جاہلیت کی موت مرا۔

امام وہ ہوتا ہے جس کی اقتداء کی جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **یَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ** (بنی اسرائیل۔۷۱) قیامت کے دن تمام انسانوں کو ان کے امام کے نام سے پکارا جائے گا۔ یعنی اس دار دنیا میں جو جس کی پیروی کرتا ہے اسی کے نام سے اسے پکارا جائے گا۔ آج ہم میں سے بیشتر یا تو شیطان کی پیروی واطاعت میں ہیں یا خواہشات کی پیروی کر رہے ہیں۔ جس کی پیروی کرتے ہیں وہی ہمارا امام ہے۔

اگر ہم نے ان ہدایت یافتہ آئمہ کرام اور ان کے نائبین اولیائے عظام میں سے کسی کا دامن نہ تھاما، ان کی پیروی (جو حقیقتاً حضور ﷺ کی پیروی ہے) نہ کی تو دارین میں خسارے کا اندیشہ ہے۔

امام وہ ہوتا ہے جس کے پاس ہدایت ہو اور لوگوں کو ہدایت کی راہ پر گامزن کر سکے یا اس کی اتباع موجب ہدایت ہو۔ بنی اسرائیل میں بھی حق تعالیٰ نے انبیاء کے بعد آئمہ، لوگوں کی ہدایت کے لئے بھیجے۔ ارشاد ہوا: **وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا**

(سجدہ۔۲۴) ''اور ہم نے ان میں سے کچھ امام اور پیشوا بنا دیئے جو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے رہے''۔

بلاشبہ اس امت میں بھی آئمہ کرام اور ان کے نائبین اولیائے عظام ہدایت کے روشن چراغ ہیں۔ جس کسی کی بھی ان تک رسائی ہوئی، پیروی کی توفیق ہوئی وہ ہدایت پا گیا اور جسے ایسا ولی و مرشد نہ مل سکا وہ گمراہی و ضلالت میں پڑا رہ گیا۔ ارشاد باری ہے ''وَمَن يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَلَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا'' ''اللہ جسے گمراہی میں پڑا رہنے دے وہ اپنے واسطے کوئی مددگار اور رشد و ہدایت دینے والا نہیں پاتا''۔ معلوم ہوا کہ جسے ولی یا مرشد مل گیا، گویا حق تعالیٰ نے اس کی ہدایت کا ارادہ کرلیا۔

امام وہ ہوتا ہے جو باعطائے الٰہی مخلوق کے احوال سے آگاہ ہو اور ان پر سے مصائب و آلام دور کرنے کی صلاحیت و طاقت رکھتا ہو تا کہ غریبوں کمزوروں ضعیفوں کی دادرسی، اذنِ الٰہی سے کر سکے۔ ارشاد باری ہے: **وَ نُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِى الْاَرْضِ وَ نَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّ نَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ o** ''ہم نے ارادہ کیا کہ زمین پر بسنے والے کمزوروں اور ضعیفوں پر احسان کریں، انہیں امامت و سیادت عطا کر کے اور (انبیاء و آئمہ کا) وارث بنا کر۔ اگر امام زندہ نہ ہو، کمزوروں ضعیفوں کے احوال سے آگاہ نہ ہو اور مصائب و آلام دور کرنے پر قادر نہ ہو تو وہ نہ امام زمانہ ہو سکتا ہے اور نہ ہی ان کا نائب و وارث۔

امام وہ ہو سکتا ہے کہ جس کے اخلاق و کردار اور تعلیمات موجود ہوں، جن کی پیروی اس کی غیر موجودگی میں کی جا سکے۔ بلا شبہ امام مہدی علیہ السلام اپنے زمانے (بعد از ظہور) میں امام زمانہ ہوں گے۔ مگر ان کے ظہور سے قبل صرف ان کا تذکرہ ہے، بشارات ہیں، نشانیاں ہیں۔ اخلاق و کردار اور تعلیمات موجود نہیں۔ جبکہ اس کتاب کے پہلے باب میں درج امام زمانہ کے بارے میں احادیث میں امام زمانہ کی معرفت، پہچان، بیعت اور اتباع کی تلقین ہے۔ ان تمام احادیث میں مہدی کا لفظ نہیں آیا لہٰذا امام زمانہ اور ہے، امام مہدی اور۔ بعد از ظہور اپنے زمانے کے بلکہ قیامت تک کے لئے امام مہدی ہی امام زمانہ ہوں گے کہ پھر ان کی تعلیمات اخلاق و کردار، پیروی کے لئے موجود ہو گا۔

اب یہ سوال ہے کہ وہ امام زمانہ کون ہے کہ جس کا فیضان ہر دور میں ہر زمانے میں اسکی اپنی ذاتِ مقدسہ سے اور ان کے نائبین کے ذریعے جاری وساری ہے؟

شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ

تذکرۃ الاولیاء کے مصنف شیخ فرید الدین عطار سے کون واقف نہیں۔ اپنے وقت کے عارفِ کامل، برگزیدہ ولی کئی کتابوں کے مصنف جن میں منطق الطیر، بے سر نامہ، سی فصل، مظہر العجائب وغیرہ شامل ہیں۔

بچپن میں شدید بیمار ہوئے۔ مسلسل آٹھ ماہ تک بستر پر رہے یہاں تک کہ قریب المرگ ہو گئے۔ زندگی کی رمق باقی نہ رہی۔ بے حس و حرکت بستر پر پڑے تھے آخری سانسوں میں دیکھا کہ ایک خوبصورت اور پرنور ہستی سرہانے کھڑی ہے۔ انہوں نے فرمایا بیٹا! پریشان نہ ہو، میں تیرے بدن میں جان بن کر رہوں گا، میں تیرے درد کا درماں ہوں۔ انہوں نے میرے بے حس جسم پر اپنا دست مبارک پھیرا تو میرے بے جان جسم میں زندگی کی لہر دوڑ گئی۔ میرے دل میں خواہش ہوئی کہ یہ شاہِ خوباں اپنا نام بتائیں۔ فرمایا: میں تجھے اپنا نام بتاتا ہوں تاکہ تو میرے محبت میں زندگی گزارے، میں علی ہوں اور تو عطار ہے۔ شیخ فرید الدین عطار فرماتے ہیں۔ میں عطار، مولائے کائنات علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے اسرار و رموز زمانے میں بکھیرنے والا ہوں۔

عطار اپنی کتاب ''سی فصل'' میں فرماتے ہیں:

''جملہ اولیاء حضرت علی کے راستے پر چلنے والے ہیں اور یہی لوگ اہلِ معرفت ہیں۔ جان لو کہ وہ محبوب یعنی مولائے کائنات سیدنا علی کرم اللہ وجہہ عالم میں جلوہ گر ہیں۔ اس کی منزل حقیقت میں لامکاں میں ہے۔ زمین و آسمان اس کی حقیقت سے قائم ہیں۔ وہ ہر جگہ موجود ہے، کوئی جگہ اس سے خالی نہیں۔ اگر کوئی مقام اس کے وجود سے خالی ہو جائے تو اس مقام کا نام و نشان ہی مٹ جائے۔ دونوں عالم اس کے وجود سے قائم ہیں، ہر چیز میں وہی جلوہ گر ہے۔ وہ محبوب ہماری جانوں سے زیادہ قریب ہے اور یہ وہی جانتا ہے جو صاحبِ معرفت ہے۔ اپنی روح کی آنکھ سے نور کے مظہر کا مشاہدہ کرتا کہ تجھے حقیقتاً روئے حیدر کا دیدار حاصل ہو۔ روح کی آنکھ سے رخ جاناں کا دیدار کر، تاکہ تجھے بوئے جاناں کی

حقیقت نصیب ہو۔ جناب حیدر کرار آفتاب کی مانند ہیں اور عالم میں مظہر نور حقیقت ہیں۔ اگر تو ان کے راستے پر چلے اور منزل تک نہ بھی پہنچ سکے پھر بھی تو حقیقت میں صاحب حضوری ہے۔ میرے جان و دل میں محبوب ہی جلوہ گر ہے۔اس کے سوا میرا دل ہر چیز سے پاک ہے۔ میری زبان پر وہی گویا ہے۔ میری چشم اسی کے سبب بینا ہے۔تو ان کی معرفت حاصل کر کہ وہ نورِ ذات ہیں، اس عالم میں انہیں کی صفات آشکار ہیں۔ ان سے آگاہ ہو کہ وہی مقصود جہاں ہیں اور حقیقت میں وہی رہبر کارواں ہیں۔تو ان سے آشنا ہو کہ وہی باب نجات ہیں اور حیات و ممات انہیں کے امر سے ہے۔ رسول اللہ ﷺ انبیاء کے سرور ہیں اور علی المرتضٰی شاہِ اولیاء ہیں۔ امیر المومنین ہمارے امام ہیں۔ ان کی محبت ہمارے دلوں میں ہماری جان کی طرح ہے۔ وہ نورِ یزداں ہیں۔تو ان کو نطق مصطفٰے اور نفس مصطفٰے جان۔ آپ تمام عالمین سے آگاہ ہیں۔ آپ اصلِ آدم اور فضل آدم ہیں۔ آپ ہماری روح رواں ہیں، ہماری زبان میں گویائی، ان ہی کی بدولت ہے۔ امیر المومنین عالم اسرار ہیں، ہماری ارواح میں روشن ہیں۔ وہ شاہ ولایت ہیں، تمام آفات میں میری پناہ گاہ ہیں۔ ان کے بغض سے تو دوزخ کی راہ چلے گا۔ ان کی محبت سے، ان کی ولایت میں تجھے بادشاہی نصیب ہو گی۔ دونوں جہانوں میں وہی میرے مقصود ہیں۔ میرے دل کی آنکھوں میں وہی جلوہ گر ہیں۔ میں ان کے عشق میں سرمست و مخمور ہوں۔ میری ہزار جانیں اس شاہ پر فدا ہوں اور میرا سر ان کی درگاہ کی بوسہ زنی کرے۔ اگر تو چاہتا ہے کہ اسرار الٰہیہ کو جانے تو رموزِ حیدر کرار کو سمجھ''۔

ایک اور مقام پر عطار فرماتے ہیں ''ہر زمانے میں ان کا ظہور رہتا ہے اور وہ ہر جگہ حاضر ہوتے ہیں۔ ان کا وجود باطن میں ہر جگہ ہوتا ہے۔ کوئی جگہ ان سے خالی نہیں۔ وہ ہمیشہ جہاں میں حقیقت کے ساتھ ظاہر و عیاں ہوتے ہیں۔ میں نے اس راز کو ''مظہر العجائب'' میں بیان کیا۔ وہ امیر المومنین، شاہِ معظم اور اسرار آدم ہیں۔ وہ میرے ورد زبان اور میری روح رواں ہیں۔ ساری کائنات انہیں کی بدولت قائم ہے۔ اگر تو چاہے تو ہر جگہ انہیں پا سکتا ہے۔ وہی جہاں میں مقصود اور وہی ہمیشہ عابد و معبود ہیں۔ مختصر یہ کہ وہی مخلوق عالم کے مرجع و ماویٰ ہیں۔''

اسی کتاب ''سی فصل'' میں شیخ فرید الدین عطار فرماتے ہیں ''نہ تو نے قول مصطفٰے پر دھیان دیا نہ تو نے حقیقت مرتضٰی کو جانا۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان سن کہ ہر زمانے میں کوئی نہ کوئی امام موجود ہوتا ہے جو مخلوق کو حقیقی راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور اسرارِ خداوندی سے آگاہ کرتا ہے۔ اگر ایک لمحے کے لئے بھی زمانہ امام سے خالی ہو، تو نیست و نابود ہو جائے۔ عالم کبھی بھی امام کے وجود سے خالی نہیں ہوا۔ تو کس کو اپنا امام جانتا ہے؟ حضرت علی المرتضٰی کو حقیقت کے اندر امام سمجھ، ان کے اوپر اسرار شریعت ختم ہیں۔ مولا علی ہی مخلوق کے درمیان قائم ہیں۔ پس تو ان کو زمانے میں دائم سمجھ۔ راہ علی المرتضٰی کے سوا تمام راستوں سے منہ پھیر لے، ورنہ تیری موت وحیات جہالت میں گزرے گی۔''

شیخ فرید الدین عطار کی بیان کردہ یہ حقیقت کہ ''امام زمانہ'' مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ ہیں، اس کا اظہار خود شیر خدا علی المرتضٰی نے فرمایا۔ ایک بار آپ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ سفر میں تھے کہ راہ میں ایک جنگل پڑا جس میں بکثرت چونٹیاں تھیں۔ حضرت عمار بن یاسر نے حضرت علی سے پوچھا کہ دنیا میں کوئی ایسا شخص بھی موجود ہے جو ان چیونٹیوں کی تعداد سے واقف ہو؟ حضرت علی نے مسکرا کر فرمایا دنیا میں ایسے بھی ہیں جو یہ بتا دیں کہ ان چونٹیوں میں نر کتنے ہیں اور مادہ کتنی ہیں۔ حضرت عمار بن یاسر نے حیرت سے پوچھا: ایسا کون سا شخص ہوگا؟ آپ نے فرمایا کیا تم نے قرآن میں نہیں پڑھا'' وَ كُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ فِیْۤ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ'' ۔امام مبین ہر شے پر محیط ہے، ہر شے امام مبین میں درج ہے۔ اے عمار وہ امام مبین میں ہی تو ہوں۔

علی شاہِ مرداں اماماً کبیرا
کہ بعد از نبی شد بشیراً نذیرا
زمین آسماں، عرش و کرسی بہ حکمش
علی داں علیٰ کل شیءٍ قدیرا
علی ابن عم محمد رسولً است
چوں موسیٰ اخی گفت ہاروں وزیرا
علی اولیاء را دلیل است برحق

علی انبیاء را ولیاً نصیرا
ز تو بست روشن مہ و مہر و کوکب
توئی در دو عالم سراجاً منیرا
محبّ علی جنتی بعد مردن
بود ایمن از خوف منکر نکیرا
بہ بد خواہِ اولادِ حیدر خدا گفت
کہ یدعو ثبورا و یَصلٰی سعیرا
ز تو نیست پوشیدہ احوالِ جامی
کہ ہستی بہ معنی سمیعاً بصیرا

(مولانا جامیؒ)

امامِ زمانہ کے حالات، فضائل ومناقب، اخلاق وکردار اور اقوال

حیدریم قلندرم مستم ، بندہ مرتضٰی علی ہستم
پیشوائے تمام رندائم ، کہ سگ کوئے شیرِ یزدائم

امام الاولیاء سیدنا علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ کے کمالات، اوصاف اور فضائل کا شمار کرنا طاقتِ تحریر سے بعید ہے۔ آپ شاہِ ولایت ہیں، حضور اقدس ﷺ کے مرید وخلیفہ ہیں اور تمام سلاسل فقراء کے اصل و مرجع و منتہیٰ ہیں۔ دنیا میں جتنے صاحبان کمال گذرے، وہ با کمال افراد جن کے حالات تاریخ میں آب زر سے لکھے گئے، ان تمام میں آپ فرد الافراد اور سب کے سرخیل نظر آتے ہیں۔ مجمع سلاطین میں آپ جلالِ الٰہی کا تاج سر پر رکھے ایسے عظیم الشان سلطان ہیں جن کے دربار میں قیصر و کسریٰ کے سفیر دست بستہ ادب سے سرنگوں، خاموش کھڑے ہیں۔ معرکہ کارزار میں آپ ایسے شہسوار ہیں کہ عمر بن عبدود اور مرحب جیسے رستموں کو پچھاڑ کر ان کے سینوں پر چڑھے نظر آتے ہیں۔ منبر پر آپ کی فصاحت و بلاغت کا یہ عالم کہ فصحائے عراق اور بلغائے عرب آپ کے سامنے بیخود ہیں۔ علم وفضل کی درسگاہ میں آپ ایسے طلیق اللسان پروفیسر ہیں کہ انبیائے نبی اسرائیل کی شریعت کے رموز کو یونانی فلسفہ کے ساتھ بنی اسرائیل کی زبان میں بیان فرما رہے ہیں۔ امارت میں ایک ذی شوکت امیر ہیں، عدالت میں نوشیرواں ہیں، شجاعت میں رستم زماں، سخاوت میں حاتم نواں اور فقر وولایت میں تمام فقراء کی امامت کا تاج پہنے ایک منکسر المزاج فقیر ہیں۔

ایسی متضاد صفات کا حامل بشر، ابوالبشر آدم علیہ السلام کی اولاد میں پیدا نہیں ہوا اور ایسے اوصاف متقابلہ کا حامل ذریت آدم میں ہویدا نہیں ہوا۔ آپ کے محیر العقول صفات و کمالات کو دیکھ کر نصیریوں نے آپ کو خدا جانا اور صوفیائے عظام نے مظہر مصطفیٰ جانا۔

سیدنا علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ کی فضیلت و شان کا اندازہ لگانا ہو تو آپ کے ان خصائص پر غور کریں جن میں کوئی دوسرا آپ کا شریک نہیں۔ وہ خصائص جو صرف آپ کی

ذات کے ساتھ خصوصیت رکھتے ہیں جن میں آپ کو اولیت اور سابقیت حاصل ہے۔

خصائص علی المرتضیٰ:

۱۔ آپ کی اور حضورِ اقدس ﷺ کی حقیقت واصل ایک ہے جو نور مبارک آدم علیہ السلام کی پیشانی میں رکھا گیا اور پشت در پشت منتقل ہوتا ہوا حضرت عبدالمطلب تک پہنچا۔ وہی نورِ مبارک یہاں دو حصوں میں منقسم ہوا۔ حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب سے حضور اقدس ﷺ کا ظہور ہوا اور حضرت ابو طالب بن عبدالمطلب سے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کا ظہور ہوا۔ نبی کریم ﷺ نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

انا وعلی من نورٍ واحد۔ میں اور علی ایک ہی نور سے ہیں۔

۲۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی پہلی کرامت اس وقت ظاہر ہوئی جب آپ شکم مادر میں تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنتِ اسد نے زندگی میں پہلی مرتبہ کسی بت کے آگے جھکنا چاہا تو آپ نے شکمِ مادر میں حرکت کر کے اپنی والدہ کو ایسا کرنے سے روک دیا۔ تکلیف کی شدت کے سبب آپ کی والدہ بت کے آگے نہ جھک سکیں۔ جو ہستی شکمِ مادر میں بت پرستی کے ایسے خلاف ہو وہ بھلا کس طرح خود بت پرستی کی طرف مائل ہو سکتی تھی چنانچہ تمام صحابہ میں آپ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ ظہورِ اسلام سے قبل آپ کی جبین مبارک غیر اللہ کے سامنے جھکنے سے بچی رہی، اسی بنا پر آپ کا لقب ''کرم اللہ وجہہ الکریم'' ہے یعنی اللہ عزوجل نے آپ کی جبین مبارک کی غیر اللہ کے سامنے جھکنے سے بچا کر مکرم فرمایا۔

۳۔ تمام عالمِ اسلام میں صرف حضرت علی وہ واحد ہستی ہیں جن کی ولادت باسعادت عین کعبۃ اللہ کے اندر ہوئی اور سبب اس بات کا یہ بنا کہ آپ کی والدہ حضرت ابو طالب کے ہمراہ کعبۃ اللہ کے طواف میں مشغول تھیں کہ اچانک شدت کے ساتھ دردِ زہ لاحق ہوا۔ درد اتنا شدید تھا کہ کہیں اور لے جانے کا وقت نہ ملا۔ حضرت ابو طالب اپنی اہلیہ فاطمہ بنت اسد کو کعبۃ اللہ کے اندر لے آئے اور وہیں حضرت علی کی ولادت ہوئی۔

کسے را میسر نہ شد ایں سعادت   بہ کعبہ ولادت بہ مسجد شہادت

۴۔ حضور اقدس ﷺ کو حضرت علی کی ولادت کی خبر دی گئی۔ آپ ﷺ بھائی کو دیکھنے آئے تو آپ کی چچی نے تاسف سے فرمایا کہ تمہارا بھائی شاید پیدائشی طور پر نابینا ہے کہ

جب سے پیدا ہوا ہے اس نے آنکھیں نہیں کھولیں۔حضور ﷺ نے علی کو گود میں لیا۔ حضرت علی نے حضور ﷺ کی گود میں آنکھیں کھولیں اور دنیا میں آنے کے بعد سب سے پہلے رخِ مصطفیٰ ﷺ پر نگاہ ڈالی۔دنیا میں سب سے پہلے حضور ﷺ کی زیارت کا شرف،صرف آپ کا ہی امتیاز ہے جو کسی اور کو نصیب نہ ہوا۔آپ مادرزاد ولی تھے بلکہ ازلی طور پر امام الاولیاء تھے، جانتے تھے کہ بت کے آگے جھکنا شرک ہے تو ماں کو روکا۔ جانتے تھے کہ دنیا میں آ کر سب سے پہلے کسے دیکھنا ہے۔تو آنکھیں بند کئے حضور کے منتظر رہے اور آغوشِ رسالت میں آنکھیں وا کیں اور حضور کے دیدار سے ٹھنڈی کیں۔

روضۃ الشہداء میں لکھا ہے کہ آپ نے تین دن تک اپنی والدہ کا دودھ نہ پیا پس حضور اقدس ﷺ نے آپ کو اپنی گود میں لے کر اپنی زبان وحدت حضرت علی کے منہ میں دے دی۔حضرت علی کافی دیر تک حضور کی زبان مبارک چوستے رہے اور لعاب دہن نبوی جو سرچشمہ ''**وما ینطق عن الھویٰ**'' تھا، سے شربت حیات ظاہری و باطنی نوش فرمایا۔

پھر سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی پرورش آغوشِ رسالت میں ہوئی اور اس کا سبب مکہ کی قحط سالی بنی۔حضور اقدس ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس سے کہا کہ چلو چل کر ابو طالب کا بوجھ ہلکا کریں۔حضرت عباس نے جعفر کو لیا اور حضور نے حضرت علی کو اپنی کفالت میں لیا۔یہاں تک کے اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو نبوت ورسالت سے سرفراز فرمایا:

۵۔تمام اہل خاندان اور عزیز واقارب میں سب سے پہلے حضور ﷺ پر ایمان لانے کے شرف سے حضرت علی مشرف ہوئے۔حضرت علی فرماتے ہیں کہ حضور دوشنبہ کو مبعوث ہوئے اور میں اگلے روز یعنی سہ شنبہ کو آپ ﷺ پر ایمان لایا۔حضرت ابوطالب اپنے بیٹے سے کہا کرتے تھے اپنے چچا کے بیٹے کی پیروی کرو کہ وہ سوائے بھلائی کے کوئی اور حکم نہیں کرتے۔حضور اقدس ﷺ نے فرمایا فرشتے مجھ پر اور علی ابن ابی طالب پر درود بھیجتے تھے کیونکہ ہم دونوں نماز پڑھتے تھے،کوئی اور ہمارے ساتھ نہ ہوتا تھا۔محمد بن عفیف اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ میں حضور کے اعلانِ نبوت سے قبل حضرت عباس کے ہمراہ کعبۃ اللہ میں تھا اتنے میں ایک جوان آیا اور کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے لگا اس کے بعد ایک لڑکا آیا اور اس جوان کے داہنی جانب کھڑا ہو گیا پھر ایک عورت ان دونوں کے پیچھے آ کھڑی

ہوئیں۔میرے استفسار پر حضرت عباس نے فرمایا یہ میرے بھتیجے محمد ﷺ ہیں اور یہ لڑکا علی ابن ابی طالب ہے اور خاتون خدیجہ ہیں۔تو جب دیگر اہل قریش اسلام اور ایمان سے بے خبر تھے، حضرت علی اس وقت حضور کے ہمراہ نماز ادا فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے باہم فخر کیا۔ حضرت حمزہ نے فرمایا میں تم سے بہتر ہوں کہ میں کعبۃ اللہ کی دیکھ بھال اور اس کو آباد کرنے پر مقرر ہوں۔حضرت عباس نے فرمایا میں تم سے بہتر ہوں کہ میں حاجیوں کو پانی پلانے پر مقرر ہوں۔پھر ان کی ملاقات حضرت علی سے ہوئی انہوں نے حضرت علی سے پوچھا کہ ہم میں کون بہتر ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا میں تم دونوں سے بہتر ہوں کیونکہ میں تم دونوں سے پہلے اسلام لایا ہوں۔حضرت عباس وحمزہ نے یہ بات حضور کے گوش گزار کی تو حق تعالیٰ نے حضرت علی کی فضیلت میں یہ آیت نازل فرمائی۔" **اجعلتم سقاية الحاج و عمارة المسجد الحرام كمن آمن بالله و اليوم الآخرة**" کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجدِ حرام کی دیکھ بھال کو اللہ اور آخرت پر ایمان لانے کے برابر ٹھہرا دیا؟ یعنی اللہ اور آخرت پر ایمان لانا حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد حرام کی دیکھ بھال کرنے سے بہت زیادہ بہتر وافضل ہے۔تو سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سب سے پہلے مسلمان ہیں بلکہ حقیقتاً پہلے ہی سے مسلمان ہیں۔

چنانچہ مسند امام احمد میں ہے۔حضور اقدس ﷺ نے فرمایا "اے فاطمہ! کیا تو اس بات میں خوش نہیں کہ میں نے تیرا نکاح اس شخص سے کیا جو میری امت میں سب سے پہلے اسلام لانے والا ہے۔علم کے لحاظ سے سب سے زیادہ ہے اور سب سے بڑھ کر حوصلے اور حلم والا ہے"

مسلم اوّل شہہ مرداں علی عشق را سرمایۂ ایماں علی

۶۔جب یہ آیت **و انذر عشیرتک الاقربین** نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے اپنے رشتہ داروں اور اہل خاندان کو دعوت پر بلایا۔کھانے سے فراغت کے بعد انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اور پوچھا کہ تم میں سے کون اس اہم فرض رسالت کی تکمیل میں میری مدد کرے گا تو تمام اہل خاندان میں سے صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ اٹھے اور آپ ﷺ کی حمایت اور مدد کرنے کا اعلان کیا اس وقت حضور ﷺ نے فرمایا: "علی میرا وصی

ہے اور اس کی اطاعت تم پر فرض ہے ۔'' شعب ابی طالب کی ہولناک سختیوں میں بھی حضرت علی حضور کے شانہ بشانہ تھے۔

۷۔ نبی کریم ﷺ پر سب سے پہلے عملاً اپنی جان نچھاور کر دینے کا شرف بھی حضرت علی کو نصیب ہوا۔ جب حضور اکرم ﷺ کو ہجرت کا حکم ہوا تو آپ ﷺ نے حضرت علی کے سپر د وہ امانتیں کیں جو کفار مکہ نے حضور کے پاس رکھائی ہوئی تھیں۔ آپ ﷺ نے حضرت علی کو ان امانتوں کو لوٹانے کا حکم دیا اور اپنے بستر پر لٹا کر ہجرت فرما گئے۔ کفارِ مکہ نے آپ ﷺ کے مکان کو گھیرا ہوا تھا تا کہ حضور کو مشترکہ طور پر قتل کر سکیں۔ حضرت علی بھی جانتے تھے کہ حضور کے بستر پر سونے والا آج رات بچ نہیں سکتا مگر شیرِ خدا نے اپنی جان حضور پر نچھاور کر دی اور بستر رسول ﷺ پر سو گئے۔ اللہ عز وجل نے حضرت جبرائیل و میکائیل سے پوچھا کہ اگر میں تم دونوں میں سے ایک کی عمر زیادہ کر دوں تو تم میں سے کون اپنی زیادہ عمر دوسرے پر نچھاور کر سکتا ہے۔ دونوں اس بات پر راضی نہ ہوئے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا تم میں سے کوئی بھی علی جیسا نہیں کہ اس نے اپنی جان اپنے بھائی پر نثار کر دی۔ جاؤ جا کر اس کی دشمنوں سے حفاظت کرو۔ چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت علی کے سرہانے اور میکائیل پیتانے کھڑے ہو گئے اور ان فرشتوں کے تصرف کے سبب کفارِ مکہ کو حضرت علی کے قتل کی ہمت نہ ہو سکی۔ اس جانثاری کے صلہ میں اللہ عز وجل نے حضرت علی کی شان میں یہ آیت نازل فرمائی۔ **وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ** o ترجمہ: اور انسانوں میں سے جو بھی اپنی جان اللہ کی رضا کے لئے بیچتا ہے اور اللہ اپنے بندوں پر بے حد مہربان ہے۔ (نزہتہ المجالس)

۸۔ امانتوں کو ان کے مالکوں کو لوٹا کر حضرت علی بھی ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ گئے۔ پیدل ہجرت کے سبب آپ کے اقدامِ مبارک متورم ہو گئے تھے اور ان سے خون ٹپک رہا تھا۔ حضورِ اقدس ﷺ آپ کی یہ حالت دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے۔ آپ ﷺ نے اپنا لعاب دہن حضرت علی کے پاؤں پر لگایا اور آرام کی دعا فرمائی جس سے حضرت علی کے اقدام مبارک ٹھیک ہو گئے اور پھر ساری زندگی آپ کو پاؤں کی تکلیف کی شکایت نہ ہوئی۔ رشتہ مواخات کے وقت آپ ﷺ نے ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصار کا بھائی بنا دیا صرف

حضرت علی باقی رہ گئے۔حضرت علی کے شکوہ پر آپ ﷺ نے فرمایا: "**انت اخی فی الدنیا و الآخرہ**" (اے علی دنیا و آخرت میں تو میرا بھائی ہے)

۹۔پھر سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو بڑا ہی عظیم شرف میسر آیا جو حق تعالیٰ نے روح و جانِ مصطفیٰ،سیدۃ النساء العالمین،سلطان الفقراء سیدہ فاطمۃ الزہراہ رضی اللہ عنہا کے رشتے کے لیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا انتخاب فرمایا جنت کی تمام عورتوں کی سردار، عالمین کی تمام عورتوں سے افضل جگر گوشہ رسول سیدہ زہرہ بتول کا عقدِ مبارک امام الاولیاء،مشکل کشا، شیرِ خدا علی المرتضیٰ سے ہوا۔

شجاعت علی المرتضیٰ:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اکثر فقر و فاقہ سے ہوتے مگر آپ کی قوت و طاقت، ہمت، شجاعت اور دلیری لاثانی تھی۔اگر آپ کسی کا ہاتھ پکڑ لیتے تو اس کا دم گھٹنے لگتا۔آپ نے کبھی مقابلے میں کسی کو پیٹھ نہ دکھائی۔جس کسی سے کشتی لڑی اسے پچھاڑ دیا۔جس سے مقابلہ کیا اسے شکست دی۔جس سے مبازرت طلب کی اسے قتل کر دیا۔مقتولین کی لاشوں میں آپ کے ہاتھوں مارا گیا شخص فوراً پہچانا جاتا، وہ یا تو بیچ سے دو ٹکڑے ہوتا یا سر سے پاؤں تک دو حصوں میں چرا ہوتا۔غزوہ بدر میں پہلا کافر ولید،حضرت علی کے ہاتھوں جہنم رسید ہوا۔غزوہ بدر میں ستر کفار میں سے اکیس کو حضرت علی نے تہ تیغ کیا۔غزوہ احد میں سب سے پہلے مشرکین کے سپہ سالار طلحہ بن طلحہ نے مبازرت طلب کی۔حضرت علی اس کے مقابلے پر گئے اور چند لمحوں میں اسے قتل کر دیا۔غزوہ احد میں جب یہ بات مشہور ہوئی کہ نعوذ باللہ رسول اللہ ﷺ شہید ہو گئے تو حضرت علی یہ سوچ کر کہ حضور کے بغیر زندہ رہنا عبث ہے، صفِ کفار میں جا گھسے اور ایسی شمشیر زنی کی کہ صفوفِ اعداء درہم برہم ہو گئیں۔اس غزوہ میں آپ کو سترہ زخم لگے جن میں چار تو اس قدر شدید تھے کہ آپ زمین پر گرنے لگے مگر ایک خوبصورت اور خوشبودار شخص نے آپ کو سنبھالا اور کہا کہ دشمنوں پر حملہ کرو کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں ہو۔اللہ اور اس کا رسول تم سے راضی ہیں بعض بزرگوں نے لکھا ہے کہ جب آپ تلوار چلاتے تو غیب سے آواز آتی" **لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار**" یعنی علی کے سوا کوئی بہادر نہیں اور سوائے ذوالفقار کے کوئی تلوار نہیں۔غزوہ احد کے بعد جبرئیل

امین نے حضور کی خدمت میں ثنائے مرتضوی کی تو حضور ﷺ نے فرمایا: ''**انه منی و انا منه**'' یعنی علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں۔ جبرئیل امین نے کہا: ''**انا منکما**'' یعنی میں آپ دونوں سے ہوں۔ حضرت علی کے استفسار پر حضور ﷺ نے فرمایا دورانِ جنگ تمہیں سنبھالنے والے جبرئیل امین تھے۔

غزوہ خندق میں جب عمر بن عبدود خندق پھلانگ کر مبازرت کا طلبگار ہوا تو اس کے مقابلے میں بھی شیرِ خدا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ تشریف لے گئے۔ حضور اقدس ﷺ نے اپنی ذوالفقار آپ کو عطا کی، زرہ پہنائی اور اپنے سرِ اقدس سے عمامہ اتار کر حضرت علی کے سر پر رکھا۔ دعا اور اجازت کے ساتھ رخصت کیا پھر فرمایا اس وقت مکمل ایمان مکمل کفر کے مقابلے پر جا رہا ہے۔ حضرت علی پا پیادہ با ہیبت وجلال اس عمر بن عبدود سے مقابل ہوئے جو قوت وشجاعت میں ہزار آدمیوں کے برابر سمجھا جاتا تھا۔ آپ نے تھوڑی ہی دیر میں اسے قتل کر دیا اور آنحضرت ﷺ کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''**قتل علی لعمرو بن عبد ود افضل من عبادة الثقلین**'' علی کا عمر بن عبدود کو قتل کرنا تمام جن وانس کی عبادت سے افضل ہے۔ سبحان اللہ! جن کی ایک نیکی جن و انس کی تمام نیکیوں سے افضل ہو ان کی تمام نیکیوں اور شان وعظمت کا کسے اندازہ؟

غزوہ بنو قریظہ میں آپ نے اور حضرت زبیر نے ایک دن میں بنو قریظہ کے سات سو افراد قتل کئے۔ غزوہ خیبر میں جب خیبر کا فتح ہونا مشکل ہو گیا تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کل میں علم اس شخص کے ہاتھ میں دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول بھی اس سے محبت رکھتے ہیں۔ اس عظیم بشارت کے سبب ہر شخص کے دل میں اس اعزاز کے حصول کا شوق دامن گیر ہوا۔ دوسرے دن حضورِ اقدس ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو طلب فرمایا۔ حضرت علی کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگا کر آشوبِ چشم سے شفا بخشی، علم عطا فرمایا اور یہود کو پہلے دعوتِ اسلام دینے اور نرمی کرنے کی تاکید کرتے ہوئے رخصت کیا۔ حضرت علی نے حسب الارشاد پہلے یہود کو اسلام کی دعوت دی مگر وہ آمادہ جنگ تھے چنانچہ ان کے بڑے بڑے سردار آپ کے ہاتھوں مارے گئے۔ اپنی خداداد قوت سے آپ نے خیبر کا دروازہ اکھاڑ پھینکا دورانِ جنگ جب آپ کے ہاتھ

سے ڈھال گر گئی تو آپ نے اس دروازہ کو اٹھا کر بطور ڈھال استعمال کیا جسے بعد میں اسّی (80) صحابہ مل کر اٹھا نہ سکے۔ صحابہ کے استفسار پر آپ نے فرمایا میں نے خیبر قوت جسمانی سے نہیں بلکہ قوتِ ربانی سے فتح کیا۔

جب شیر خدا علی المرتضیٰ فتح خیبر سے واپس لوٹے تو حضور سرور کائنات ﷺ نے حضرت علی کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ اگر مجھے ڈر نہ ہوتا کہ میری قوم کے لوگ تمہارے بارے میں وہ بات کہنا شروع کر دیں گے جو نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کہی تو میں لوگوں کو تمہارے بارے میں بتاتا اور کہتا کہ اگر لوگ تمہاری خاکِ راہ چومیں تو حق ادا نہیں ہوسکتا، تمہارے وضو کا بچا ہوا پانی استعمال کرتے تو انہیں شفا ہو جاتی لیکن تمہاری اتنی ہی قدر و منزلت کافی ہے کہ تم میرے لئے ایسے ہو جیسے موسیٰ علیہ السلام کے لئے ہارون۔ مگر میرے بعد نبوت ختم ہو چکی ہے، کوئی اور پیغمبر نہیں آئے گا تم نے میری ذمہ داری امانتیں دے کر پوری کر دی۔ تم میری سنت پر کفار سے لڑتے رہے۔ تم آخرت میں میرے ساتھ ہو گے، تم حوض کوثر پر میرے ساتھی ہو گے۔ تمہارے دوست اور تم سے محبت کرنے والے نور کے منبر پر کھڑے ہوں گے۔ قیامت کے دن ان کے چہرے نورانی اور درخشاں ہوں گے، میں ان کی شفاعت کروں گا، وہ میرے ہمسایہ میں ہوں گے۔ تمہاری جنگ میری جنگ ہے۔ تمہاری صلح میری صلح ہے۔ تمہارا راز میرا راز ہے تمہارا ظاہر میرا ظاہر ہے۔ تمہارا باطن میرا باطن ہے۔ تمہارے بیٹے میرے بیٹے ہیں۔ تم میرے وعدے پورے کرو گے۔ حق تمہارے ساتھ ہے۔ حق تمہاری زبان پر ہے۔ حق تمہارے دل میں ہے۔ حق تمہاری آنکھوں میں ہے۔ ایمان تمہارے گوشت پوست میں رچا بسا ہے۔ ایمان تمہارے خون سے جدا نہیں ہوسکتا۔ تمہارا دشمن حوض کوثر پر آ نہیں سکتا۔ تمہارا دوست حوض کوثر سے محروم رہ نہیں سکتا۔

جنگ جمل میں آپ نے حضرت زبیر کو طلب کیا۔ حضرت زبیر زرہ میں ملبوس مقابلے کے لئے نکلے۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے چیخ کر کہا کہ اب زبیر بچ کر نہیں آ سکتے کہ علی کے مقابلے پر آج تک کوئی نہ بچ سکا۔ حضرت علی نے حضرت زبیر کو دیکھ کر اپنے بازو پھیلائے اور زبیر کو سینے سے لگا کر فرمایا اے زبیر! تمہیں کس بات نے میرے مقابلے پر اکسایا؟ حضرت زبیر نے کہا حضرت عثمانِ غنی کے خون نے۔ آپ نے فرمایا میں عثمان کے قاتلوں پر

لعنت کرتا ہوں۔ زبیر کیا تمہیں وہ دن یاد نہیں جب رسول اللہ ﷺ نے تم سے فرمایا تھا۔ اے زبیر! تم علی سے محبت رکھتے ہو؟ تو تم نے عرض کیا میں علی سے کیوں نہ محبت رکھوں کہ یہ میرے ماموں کے بیٹے ہیں تو حضور ﷺ نے تم سے کہا کہ عنقریب تم علی پر خروج کرو گے اور ایسا کر کے تم اس کے حق میں ظلم کرو گے۔'' حضرت زبیر نے یہ سنتے ہی کہا بخدا ایسا ہی ہوا مگر میں بھول گیا تھا۔ چنانچہ حضرت زبیر جنگ سے باز آئے اور صفیں چیرتے ہوئے مکہ معظّمہ روانہ ہو گئے۔ راہ میں بنو تمیم میں رکے عمرو بن جرموز المجاشعی نے ان کی مہمانی کی اور دھوکے سے حضرت زبیر کو شہید کر کے ان کی تلوار اور انگوٹھی لے کر جناب امیر کی خدمت میں آیا اور قتل زبیر سے آگاہ کیا۔ آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ زبیر کے قاتل کو دوزخ کی بشارت دو۔ حضرت طلحہ بھی حضرت علی کی فہمائش پر جنگ سے علیحدہ ہو گئے مگر انہیں مروان بن الحکم نے تیر مار کر شہید کیا۔ روکتے روکتے اس جنگ میں عظیم قتال ہوا۔ فتح کے بعد آپ نے پوری عزت و احترام کے ساتھ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو مکہ معظّمہ روانہ کیا۔

جنگ صفین ایک سو دس دن کی طویل جنگ تھی۔ اس جنگ میں بھی شیرِ خدا اکثر بھیس بدل کر لڑتے رہے۔ لیلۃ الھریرہ، میں آپ نے تن وتنہا 523/افراد کو تہ تیغ کیا۔ جس دن حضرت عمار بن یاسر کی شہادت ہوئی اس روز 900 سے زائد افراد آپ کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ حضرت اویس قرنی جنگ صفین میں حضرت علی کی طرف سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ اسی جنگ میں جب ایک مرتبہ پانی کی قلت ہوئی تو آپ چند اصحاب کے ہمراہ پانی کی تلاش میں نکلے، صحرا میں کچھ فاصلے پر گرجا نظر آیا۔ وہاں موجود راہب سے حضرت علی نے پانی کے بارے میں استفسار کیا تو اس نے کہا کہ یہاں سے کچھ فاصلے پر پانی موجود ہے لیکن مقام کا پتہ نہیں۔ جناب امیر ساتھیوں کو لے کر ایک سمت چل پڑے اور ایک جگہ رک کر فرمایا یہاں زمین کھودو۔ تھوڑی کھدائی کے بعد ایک بڑا سا پتھر نمودار ہوا۔ آپ نے فرمایا اس پتھر کو ہٹاؤ، اس کے نیچے پانی ہے۔ آپ کے ساتھیوں نے بہت کوشش کی مگر پتھر اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ پھر شاہِ ولایت، شیرِ خدا علی المرتضٰی نے اپنی خداداد قوت سے پتھر اکھاڑ پھینکا۔ پتھر کے نیچے سے میٹھے اور شفاف پانی کا چشمہ برآمد ہوا۔ ایسا پانی ان لوگوں نے پہلے نہ پیا تھا۔

آپ کے ساتھیوں نے مشکیزے بھر لئے۔ راہب یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا وہ آیا اور حضرت علی سے پوچھا کیا آپ اس امت کے نبی ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ اس نے پوچھا کیا آپ نبی کے وصی ہیں آپ نے فرمایا ہاں میں اس امت کے نبی کا وصی ہوں۔ راہب نے کہا کہ اس مقام پر کلیسا کی بنیاد اس بات پر تھی کہ ہماری کتابوں میں لکھا ہے کہ اس مقام پر ایک میٹھے پانی کا چشمہ ہے جس پر ایک وزنی پتھر ہے جسے کوئی نبی یا اس کا وصی ہٹائے گا۔'' یہ سن کر شیرِ خدا کی آنکھیں آنسوؤں سے بھیگ گئیں۔ آپ نے فرمایا اس خدائے ذوالجلال کے لئے حمد ہے جس نے میرا ذکر گزری ہوئی کتابوں میں فرمایا۔ وہ راہب آپ کے دستِ حق پرست پر اسلام لے آیا اور تاحیات آپ کی غلامی میں رہا۔

جن سورشوں اور فتنوں سے حضرت علی کو نبرد آزما ہونا پڑا ان میں سے ایک خارجیوں کا فتنہ تھا جو بظاہر کلمہ گو، نمازی اور دیگر ارکان اسلام کے پابند تھے مگر قرآن کی ایک آیت **ان الحکم الا اللّٰہ** (بے شک حکم صرف اللہ کا ہے) پڑھ کر حضرت علی کی حکومت و خلافت سے منحرف ہو گئے۔ جناب امیر تک جب یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا: **کلمة حق و مراده باطل** کلمہ تو حق ہے مگر جو مراد خارجیوں نے لی وہ باطل ہے آپ نے حضرت عبداللہ ابن عباس کو بھیجا کہ جا کر انہیں سمجھاؤ۔ حضرت عبداللہ ابن عباس نے انہیں سمجھایا کہ صرف ایک آیت سامنے رکھ کر قرآن سے نتیجہ نہیں نکالنا چاہیئے۔ جب تک تمام آیات سامنے نہ رکھی جائیں۔ بے شک حکم، حاکمیت، حکومت اللہ ہی کی ہے مگر وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے **تو تی الملک من تشاء و تنزء الملک ممن تشاء** (وہ جسے چاہتا ہے ملک عطا کرتا ہے حکومت دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے حکومت چھین لیتا ہے اور اللہ نے فرمایا: **اذ ا حکمتم بین الناس فاحکمو ا بالعدل** جب وہ تمہیں انسانوں کے درمیان حاکم بنائے تو تمہیں چاہیئے کہ عدل و انصاف کے ساتھ فیصلے کرو۔ آپ کے دلائل کے سامنے وہ تمام لاجواب ہو گئے کئی تائب بھی ہوئے مگر بیشتر اپنی ضد پر قائم رہے۔ پھر حضرت علی نے خارجیوں کے خلاف جہاد کا حکم دیا۔ کئی صحابہ و تابعین بڑے حیران تھے کہ جہاد تو کافروں کے خلاف ہوتا ہے۔ جبکہ یہ کلمہ گو ہیں، نمازی ہیں، قرآن پڑھتے ہیں۔ جناب امیر نے فرمایا ابھی تم میرا حکم مانو، میں اپنی حقانیت پھر ثابت کروں گا چنانچہ خارجیوں

کے ساتھ جنگِ نہروان ہوئی۔

جب شیرِ خدا کا لشکر نہروان کے راستے میں ایک گرجا کے پاس سے گزرا تو اس گرجے سے ایک بوڑھا شخص باہر آیا اور پکارا اے لشکر اسلام اپنے پیشوا سے کہو کہ وہ میرے پاس آئے۔ حضرت علی اس کے قریب ہوئے۔ اس نے پوچھا اے سردار لشکر کہاں جارہے ہو؟ فرمایا دشمنوں کی سرکوبی کے لئے۔ راہب نے کہا رک جائیں کہ آجکل ستارہ مسلمین ھبوط میں ہے اور طالع مسلمین ضعیف ہے۔ چند روز بعد جب کوکب ھابط صعود کی طرف متوجہ ہو جائے اور طالع مسلمین قوت پا جائے پھر آپ جہاں چاہے جائیں۔ حضرت علی نے کہا اے راہب کیا تم آسمانی علم رکھتے ہو؟ اس نے کہا ہاں۔ فرمایا فلاں ستارے کی خبر دے۔ راہب نے کہا میں نے اس ستارے کا نام بھی نہیں سنا پھر آپ نے ایک اور سوال کیا اس نے وہی جواب دیا۔ حضرت علی نے فرمایا علم آسمانی سے اتنی خبر بھی تجھے نہیں پھر ہم تیری کیا مانیں۔ حضرت علی نے پوچھا کیا تو زمین کے حالات سے واقف ہے؟ راہب نے عرض کی: ہاں۔ آپ نے فرمایا جہاں تو کھڑا ہے تجھے معلوم ہے کہ تیرے قدموں کے نیچے کیا ہے؟ اس نے انکار کیا تو آپ نے فرمایا ایک برتن مدفون ہے جس میں اتنے دینار ہیں۔ راہب نے پوچھا آپ کو اس کی کس نے خبر دی؟ فرمایا میرے نبی نے مجھے خبر دی کہ جب تو جنگ نہروان پر جائے گا تو ایک راہب ملے گا وہ جانے سے منع کرے گا اس کے پاؤں کے نیچے ایک برتن ہوگا جس میں اتنے دینار ہونگے اس کے منع کرنے سے نہ رکنا، اے علی تیرے لشکر کے دس آدمیوں سے زیادہ شہید نہیں ہونگے اور دشمن کے لشکر کے دس سے زیادہ بچ کر نہ جائیں گے۔ راہب یہ بات سن کر متحیر ہوا وہ جگہ کھودی گئی اور وہاں دیناروں سے لبریز برتن برآمد ہوا پھر راہب حضرت علی کے دست اقدس پر ایمان لے آیا۔

جنگ سے قبل حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا نو خارجیوں کے علاوہ سب قتل ہو جائیں گے اور ہمارے صرف دس ساتھی شہید ہوں گے۔ جیسا آپ نے فرمایا ویسا ہی ہوا۔ جنگ کے اختتام پر آپ نے فرمایا ان خارجیوں کی لاشوں میں ایسے شخص کی لاش تلاش کرو جس کے ایک بازو پر گوشت کا لوتھڑا ہے اور اس ابھرے ہوئے گوشت کی شکل عورت کے پستان کی طرح ہے اگر تمہیں وہ شخص مل جائے تو سمجھ لینا کہ ہم نے بدترین لوگوں کو مارا ہے

اور اگر نہ ملے تو سمجھنا ہم نے انہیں ناحق قتل کیا۔ رفقاء گئے اور لاش تلاش کر کے اسے کھینچ لائے۔ آپ نے فرمایا اس شخص کو پہچانتے ہو؟ فلاں غزوہ کے بعد جب حضور ﷺ مالِ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے تو اس نے گستاخی سے کہا تھا کہ اے محمد انصاف سے کام لیں۔ حضور نے یہ سن کر فرمایا تھا اگر میں انصاف نہ کروں گا تو کون کرے گا۔ حضرت عمر نے اس گستاخ کو قتل کرنے کی اجازت مانگی مگر حضور نے یہ کہہ کر منع فرما دیا کہ ایک وقت میری امت کے بہترین لوگ اس کو قتل کریں گے اور اس کی نسل پھیلتی جائے گی اور آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا تمہاری نمازیں ان کی نمازوں کے مقابل، تمہارے روزے ان کے روزوں کے مقابل حقیر معلوم ہوں گے۔ وہ قرآن پڑھیں گے مگر قرآن ان کے گلے سے نیچے نہ اترے گا۔ وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے جانور کے تیر پار ہو جاتا ہے۔ جناب امیر نے جب اس شخص کی لاش کو دیکھا تو نعرۂ تکبیر بلند کیا اور فرمایا واللہ نہ میں نے جھوٹ کہا تھا نہ مجھ سے جھوٹ کہا گیا تھا۔

(اس شخص کا نام ذوالخویصرہ تمیمی تھا۔ اس کی نسل حضور کے ارشاد کے بموجب پھیلتی گئی اور علماء کی تحقیق کے مطابق محمد بن عبدالوہاب نجدی اسی کی نسل میں سے ہے۔ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے پیروکار وہابی اپنے جدِ اعلیٰ ذوالخویصرہ تمیمی کی طرح حضور کے بے ادب و گستاخ ہیں۔ انہوں نے حجاز پر قبضہ کیا، سنیوں کا قتل عام کیا اور وہابی مذہب کی اس قدر ترویج کی کہ آج ساری دنیا میں سعودی پیسے کے زور پر وہابیت پھیل گئی انہوں نے جنت البقیع میں تمام مزارات و قبے ڈھا دیئے۔ انکے پیروکار آج بھی ساری دنیا میں سرگرم عمل ہیں اور حضور کے صحابی حضرت حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کا مزار انہوں نے شام میں تباہ کر دیا اور ان کے جسد اقدس کو قبر سے نکال کر لے گئے اس تمام واقعے اور حضرت حجر بن عدی کے پرنور جسد مبارک کی تصاویر انٹرنیٹ پر موجود ہیں اور اسلام کی حقانیت کی دلیل بن گئی ہیں کہ چودہ سو سال گزرنے کے باوجود حضور کے اس صحابی حجر بن عدی جنہیں اہل بیت سے اور حضرت علی سے محبت کی بناء پر امیر معاویہ نے شہید کروایا، کا جسدِ مبارک بالکل صحیح حالت میں پایا گیا۔

یہ خوارج ذوالخویصرہ تمیمی کی نسل سے یا اس کے ہم خیال و ہم عقیدہ تھے۔ اُس زمانے

میں بھی ان کا یہ حال تھا کہ بتوں اور کافروں کے لیے نازل آیات انبیاء اور مومنین پر چسپاں کرتے تھے۔قرآن کی ایک ایک آیت لے کر اپنے مطلب کے نتائج اخذ کرتے اکابر صحابہ کو کافر و مشرک اور واجب القتل جانتے اور انہوں نے اس دور میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سمیت متعدد صحابہ کرام کو شہید کروایا اور آج بھی ان خارجیوں کے پیروکاروں، وہابیوں کا یہی حال ہے کہ صرف اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں، بتوں کی آیات اولیاء و انبیاء پر چسپاں کرتے ہیں اور صحیح العقیدہ مسلمانوں کو مشرک سمجھتے ہیں واجب القتل گردانتے ہیں چنانچہ آج پاکستان میں وہابیوں کے حلیف، ان سے چندہ لینے والے، ان کے عقائد و نظریات پھیلانے والے کس بری طرح سے معصوم لوگوں کی جانیں لے رہے ہیں اور یہ بات سب پر عیاں ہے۔اللہ ان کے فتنے سے سب مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔آمین)

توشیرِ خدا اپنی ہمت و جرأت، شجاعت و بہادری میں تمام انسانوں میں بے مثل ہیں۔ عموماً میدان جنگ کے شجاع، نفس اور اس کی خواہشات کے سامنے مغلوب ہوتے ہیں مگر شیر خدا علی المرتضیٰ وہ واحد ہستی ہیں کہ ایک طرف ایسے مردِ میدان ہیں کہ ان پر کوئی غالب نہ آسکا دوسری طرف نفس پر ایسا قابو کہ عین حالت جنگ میں مغلوب مشرک زچ ہو کر آپ کے رخ پرنور پر تھوک دیتا ہے تو آپ بجائے اشتعال میں آکر اسے جلد قتل کر دینے کے، چھوڑ کر کھڑے ہو گئے، وہ مشرک بڑا حیران ہوا اور اس کا سبب پوچھا تو فرمایا پہلے میں تجھ سے اللہ کے لیے لڑ رہا تھا اب نفس کی بات درمیان میں آگئی میں شیر یزداں ہوں خواہشاتِ نفسانی کا اسیر نہیں وہ مشرک اس بات پر حیران رہ گیا اور آپ کے ہاتھوں اسلام لے آیا۔

علومِ علی المرتضیٰ:

اللہ عزوجل کا ارشاد پاک ہے: **اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ ۝**

ترجمہ: بے شک اللہ کے نزدیک مکرم ترین وہ ہے جو زیادہ متقی ہے۔

زیادہ ڈرنے والا ہے اور اللہ سے زیادہ وہی ڈرتا ہے جو اللہ کا زیادہ علم رکھتا ہے۔

فرمایا: **اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا ۝**

ترجمہ: بے شک اللہ سے ڈرنے والے اس کے بندوں میں علماء ہیں۔

انسان کی دیگر مخلوقات پر فضیلت علم کے سبب ہے۔حق تعالیٰ نے اپنی نیابت کے لئے

فضیلتِ علم کو ہی معیار قرار دیا اور علم الاسماء کے سبب حضرت آدم علیہ السلام کی فرشتوں پر بزرگی و برتری کو ثابت کیا۔ فرمایا: **وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّهَا ۝** اور آدم کو کل اسماء کا علم سکھا دیا۔

حضورِ اقدس ﷺ ایک بار مسجد نبوی میں تشریف لائے تو دیکھا کہ کچھ صحابہ علمی گفتگو میں مصروف ہیں اور کچھ عبادت میں۔ آپ ﷺ نے عبادت گزاروں پر علمی گفتگو کرنے والوں کو ترجیح دی اور ان کے پاس جا بیٹھے اور علم اور علماء کی فضیلت میں ارشاد فرمایا:

فضیلت العالم علی العابد کفضلی علی ادنٰکم ۔حضور علیہ السلام نے فرمایا ایک عالم کو ایک عابد پر اس قدر فضیلت ہے جتنا مجھے تمہارے ادنیٰ پر سبحان اللہ کہاں حضور سید المرسلین حبیب رب العالمین اور کہاں ادنیٰ امتی!

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نبی، رسول اور مرسل ہونے کے باوجود علم لدنی سیکھنے کے لیے حضرت خضر علیہ السلام کے پاس گئے۔

اسی علم کے سبب حضرت سلیمان علیہ السلام کے درباری حضرت آصف بن برخیا پلک جھپکنے سے پہلے سینکڑوں میل دور سے تختِ بلقیس لے آئے اور ان کے اس عظیم الشان تصرف کی وجہ حق تعالیٰ نے یہ بتائی **و عنده من علم الکتاب** ان کے پاس علم کتاب میں سے کچھ تھا۔ جس کے پاس علم کتاب میں سے کچھ تھا اس کے تصرف کا یہ عالم تو اس ہستی مقدسہ علی المرتضیٰ کی عالی شان، رفعتوں اور تصرفات کا کسے اندازہ جنہیں حق تعالیٰ نے سارے کا سارا علم کتاب عطا فرما دیا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ کَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا بَیْنِیْ وَ بَیْنَکُمْ وَ مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْکِتٰبِ ۝

اے محبوب آپ فرما دیں کہ اللہ ہمارے اور تمہارے درمیان کافی گواہ ہے اور وہ، جس کے پاس علمِ کتاب ہے اس آیت کا مصداق مولائے کائنات امام الاولیاء علی المرتضیٰ ہیں۔

تو فضیلت و برتری علم کے سبب ہے قوت تصرف، علم کے سبب ہے۔ اسی بناء پر سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے جملہ اولیاء اللہ پر اپنی برتری اور شرف کا پیمانہ علم اور تصرف کو بنایا۔ فرمایا:

فمن فی اولیاء اللّٰہ مثلی ومن فی العلم و التصریف حالٖ

کون ہے جو اولیاء اللہ میں میری مثل ہو، کون ہے جو علم اور تصرف میں میرا ہمسر ہو۔

علم سے مراد صرف احکامِ قرآنی، احادیث اور مسائل شریعہ کا علم نہیں بلکہ یہ وہ باطنی علم ،علم لدنی اور معرفت الٰہی ہے جس کے ذریعے کونین میں متصرف ہوا جاتا ہے۔

حق تعالیٰ نے جملہ ظاہری اور باطنی علوم اور ساری نعمتیں حضور اقدس ﷺ کی ذاتِ مقدسہ میں جمع فرمائیں۔آدم علیہ السلام کو تو اشیاء کے ناموں کا علم دیا گیا مگر اپنے پیارے حبیب ﷺ پر ہر شہ منکشف فرما دی، نہ صرف اشیاء کو متجلی کیا بلکہ تمام اشیاء کی حقیقتوں کی معرفت عطا فرما دی حضور کا ارشاد گرامی ہے: **فَتَجلّٰی لِیْ کُلِّ شَیْءٍ وَ عَرَفْتُ** مجھ پر ہر شئے روشن ہوگئی اور میں نے اسے پہچان لیا۔حضور اقدس ﷺ نے ظاہر و باطن کے یہ سارے علوم ، جملہ علوم طریقت و معرفت اور تمام تر اسرار و رموز اپنے نائبِ اعظم ،اخی رسول، زوج بتول، مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کو تفویض فرمائے اور حضرت علی کی شان میں ارشاد فرمایا: **اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمُ وَعَلِیّ'' بَابُھَا** o میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں اور فرمایا: **اَنَا دَارُ الْحِکْمَۃُ وَعَلِیّ '' بَابُھَا** o میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔تمام علوم ظاہری و باطنی ،معقول و منقول بلکہ وہ علوم نبوی جو ما کان و ما یکون کو محیط ہیں، وہ تمام باب العلم مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کے سینہ اقدس میں تھے۔

اس امت کے جملہ عارفین اور تمام علماء باللہ میں سب سے بلند مقام امام الاولیاء سیدنا علی المرتضیٰ کو حاصل ہے، اس امت کے جملہ عارفین اس بات کے معترف رہے ہیں اور حضرت علی نے بھی اس حقیقت کا اظہار فرمایا۔ایک بار آپ حضرت عمار بن یاسر کے ہمراہ سفر میں تھے کہ راہ میں ایک جنگل پڑا جس میں بکثرت چیونٹیاں تھیں۔حضرت عمار بن یاسر نے حضرت علی سے پوچھا کہ دنیا میں کیا کوئی ایسا شخص بھی موجود ہے جو ان چیونٹیوں کی تعداد سے واقف ہو۔حضرت علی مسکرائے اور فرمایا دنیا میں ایسے بھی ہیں جو یہ بتا دیں کہ ان چیونٹیوں میں نر کتنے ہیں اور مادہ کتنی ہیں۔حضرت عمار بن یاسر نے حیرت سے پوچھا: ایسا کون سا شخص ہوگا۔آپ نے فرمایا کیا تم نے قرآن میں نہیں پڑھا:

وَ کُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ فِیْٓ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ o امام مبین ہر شہ پر محیط ہے، ہر شہ امام مبین میں درج ہے۔اے عمار وہ امام مبین میں ہی تو ہوں۔

روضۃ الشہداء میں منقول ہے کہ باب العلم علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ حضور اقدس

ﷺ نے مجھے علم کے ہزار باب تعلیم فرمائے اوران میں سے ہرایک باب سے علم کے ہزار باب مجھ پر منکشف ہوئے۔

معارج النبوۃ میں حضرت عبداللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک روز حضور فجر کی نماز کی ادائیگی کے بعد حضرت علی کو لے کر خاتون جنت کے حجرہ میں آئے۔ جناب امیر سے فرمایا کہ تم حجرہ کے باہر توقف کرواور دوسروں کو اندرآنے سے منع کرو۔اس اثنا میں حضرت ابوبکر آئے اور حضور سے ملنا چاہا تو جناب امیر نے فرمایا حضور ایک کام میں مشغول ہیں پوچھا کس کام میں؟ فرمایا ایک فرزندار جمند (امام حسین) پیدا ہوا ہے اور فرشتے اس کی زیارت اور مبارکباد دینے آرہے ہیں۔اس وقت تک ایک لاکھ چوبیس ہزار فرشتے زیارت کوآ چکے ہیں اورابھی مزید آرہے ہیں۔صدیق اکبراس تعداد کومعین کرنے اوراس بات پر جناب امیر کے مطلع ہونے کی کیفیت سے متعجب وحیران ہوئے پھر دیگر صحابہ بھی آ گئے۔حضور باہر تشریف لائے۔صدیق اکبر نے حضرت علی سے جوسنا وہ حضور سے عرض کیا۔حضور نے شیر خدا سے کہا اے بھائی تمہیں یہ سب کیسے پتہ چلا؟ عرض کیا میں افواج ملائکہ کےآنے سے واقف ہوجاتا تھا اور جو جماعت آتی وہ اپنی تعداد بتاتی میں ان کی تعداد کوجمع کرتا جاتا یہاں تک کہ تعداد اس حدتک پہنچی یہ سن کرحضورﷺ نے فرمایا ”اے علی !اللہ تیری عقل کوزیادہ کرے“۔

حضرت علی فرماتے ہیں:

رضیت بقسمة جبار فینا لنا العلم و جهل للعدونا

ہم جبار کی اس تقسیم پر راضی ہیں جس نے ہمارے واسطےعلم رکھا اور ہمارے دشمنوں کے واسطے جہل۔

اسی علم باطن اورسرِ زمان سے آگاہی کے سبب آپ کی ایسی شان تھی کہ گھوڑے کی ایک رکاب میں پاؤں رکھ کرقرآن کی تلاوت شروع کرتے تو دوسری رکاب میں پاؤں رکھنے سے پہلے پوراقرآن ختم فرمادیتے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا اگر میرے لیے مسند بچھائی جائے اور میں اس پر بیٹھوں تو اہل توریت کے لیےان کی توریت سے ،اہل انجیل کے لئے ان کی انجیل سے، اہل زبور کے لئے ان کی زبور سےاوراہل قرآن کے لئے قرآن سے فیصلے کروں۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ صحابہ کرام حضور ﷺ کے سامنے اہرام مصر کی تاریخِ بنیاد کے متعلق گفتگو کرر ہے تھے، کسی کو یہ علم نہ تھا کہ اہرام مصر کب بنایا گیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ نے پوچھا کہ کیا ان اہرام پر کوئی تصویر بنی ہوئی ہے۔ ایک نے کہا ایک چیل کی تصویر بنی ہوئی ہے جس نے پنجہ میں بچھو پکڑا ہوا ہے۔ حضرت علی نے فرمایا یہ اہرام اس وقت تعمیر ہوئے جب نسر طائر برج سرطان میں تھا اور نسر دو ہزار سال میں ایک برج کو طے کرتا ہے اور آج کل جدی میں ہے اس حساب سے بارہ ہزار برس قبل اہرام مصر کو بنایا گیا۔

زُرّ بن جیش سے روایت ہے کہ دو آدمی کھانا کھانے کو بیٹھے ایک کے پاس پانچ اور دوسرے کے پاس تین روٹیاں تھیں اتنے میں ایک تیسرا آدمی آ گیا وہ بھی ان کے ساتھ طعام میں شریک ہوا۔ تینوں نے وہ آٹھ روٹیاں کھا لیں۔ تیسرے آدمی نے جاتے ہوئے آٹھ درہم ان کو دیئے کہ یہ تمہارے کھانے کا عوض ہے جو میں نے کھایا۔ وہ دونوں باہم جھگڑنے لگے، پانچ روٹیوں والا کہتا کہ مجھے پانچ درہم ملنے چاہئیں، تین روٹی والا کہتا کہ برابر تقسیم کرو۔ پھر وہ دونوں تصفیہ کے لئے جناب امیر کے پاس آئے اور سارا ماجرہ بیان کیا۔ آپ نے تین روٹیوں والے سے کہا جو تیرا دوست تجھے دیتا ہے لے لے وگرنہ تیرا حق تو صرف ایک درہم کا ہے۔ اس نے پوچھا کیسے؟ فرمایا آٹھ روٹیوں کی 24 تہائیاں تھیں۔ ان میں سے پانچ روٹیوں والے کی پندرہ اور تیری نو تہائیاں تھیں۔ تم تینوں نے برابر کھایا یعنی آٹھ آٹھ تہائیاں تم اپنی 9 میں سے 8 کھا گئے اور ایک تہائی تیسرے شخص نے کھائی اور 15 تہائی والے نے 8 خود کھائیں اور اس کی باقی 7 تہائی تیسرے شخص نے کھائی۔ اس کے 7 ٹکڑوں کے عوض 7 درہم اور تیرے ایک ٹکڑے کے عوض، جو اس نے کھایا، ایک درہم بنتا ہے۔

ایک دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ منبر پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، ایک شخص نے کسور تسع کا مخرج پوچھا جو ایک سے لے کر 9، تمام اعداد سے تقسیم ہو جائے آپ نے فوراً جواب ارشاد فرمایا: "**اضرب ایام سبعوک فی ایام سنک**" یعنی ہفتے کے دنوں کو سال کے دنوں میں ضرب دے دو جو حاصل ضرب آئے وہی کسور تسع کا مخرج ہو گا۔ (2520=360X7) کسور تسع، اہل عرب نے ایک مخصوص اعداد کا نام رکھا تھا جو نصف، ثلث، ربع، خمس، سدس، سبع، ثمن، تسع، عشر سب کو شامل ہے ان کے مخرج سے وہ عدد مراد

ہے جس کے برابر حصے تقسیم ہوسکیں اور کوئی جز باقی نہ رہے۔اس قائدہ سے:

2520 / 2 =1260 ، 2520 / 3 =840 ،2520 / 4 =630، 2520 / 5 =504، 2520 / 6 =420 ، 2520 / 7 =360 ، 2520 / 8 =315، 2520 / 9 =280 ، 2520 / 10 =252 ، 2520

ایک عورت آپ کے پاس آئی، آپ اس وقت گھر سے نکل کر کہیں جانے کے لیے سوار ہو رہے تھے، ایک پاؤں رکاب میں تھا۔ وہ عورت بولی یا امیر! میرا بھائی چھ سو دینار چھوڑ کر مرا ہے مگر لوگوں نے مجھے صرف ایک دینار دیا میں آپ سے اپنا حق اور انصاف چاہتی ہوں۔امام المشارق والمغارب نے فوراً جواب دیا: تیرے بھائی کی دو بیٹیاں ہوں گی، اس نے کہا ہاں، فرمایا دو ثلث یعنی چار سو دینار تو ان کے ہو گئے۔ پھر فرمایا تیرے بھائی کی ماں بھی ہوگی جس کو سدس یعنی سو دینار ملیں گے اور زوجہ بھی ہوگی جس کو ثمن یعنی 75 دینار ملیں گے پھر فرمایا کیا تیرے بارہ بھائی ہیں۔ اس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا دو، دو دینار یعنی 24 دینار انہیں ملے، اب باقی ایک دینار تیرا حق ہے وہ تو پا چکی۔ جا لوٹ جا۔

مشکل کشا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے آج تک ایسا سوال نہ کیا جا سکا جس کا جواب دینے سے آپ قاصر رہے ہوں۔ کسی نے آپ سے پوچھا کہ کیا قرآن مجید میں کوئی معما بھی موجود ہے۔آپ نے فرمایا: ہاں۔ سورہ ھود میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔''**ما من دابة الاھو اٰخذ**'' **بنا صیتھا** ''یعنی زمین پر کوئی چلنے والا ایسا نہیں جس کی پیشانی اللہ نہ پکڑے ہو، جس کا مالک اللہ نہ ہو۔ ان الفاظ کے دوسرے انداز میں یہ معنی ہوئے کہ کوئی دابہ ایسا نہیں جس کی پیشانی ''ھو'' نہ پکڑے ہو۔ یعنی لفظ ھو دابہ کی پیشانی یعنی ''د'' کو پکڑے ہوئے ہے اور جب ھو کے ساتھ ''د'' کو ملا دیں تو ھود بن جاتا ہے جو ایک پیغمبر کا اسم مبارک ہے۔

مولائے کائنات نے فرمایا مجھے حضورِ اقدس ﷺ نے حروف مقطعات **حمعسق** کی تفسیر میں، جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب تعلیم کر دیا۔ آپ فرماتے لوگوں! مجھ سے آسمان کے راستے پوچھو، میں ان کو زمین کے راستوں سے زیادہ جانتا ہوں۔

جب آپ نے یہ فرمایا تو جبریل امین شکلِ انسانی میں آپ کے پاس آئے، کہنے لگے سچے ہیں تو بتائیں کہ جبریل امین اس وقت کہاں ہیں؟ حضرت علی نے آسمان کے اطراف

میں نظر دوڑائی پھر زمین کے اطراف میں دیکھا اور فرمایا میں نے جبرئیل کو نہ آسمانوں میں پایا نہ زمین کے کسی گوشے میں شاید تم ہی جبریل ہو۔

آپ فرماتے لوگو! مجھ سے کچھ پوچھ لو کہ علوم، سمندر رِنا پیدا کنار کی طرح میرے پاس ہیں۔ جناب امیر فرماتے: **سلونی عن اسرار الغیوب فانی وارث علوم الانبیاء و المرسلین** مجھ سے غیب کے اسرار پوچھو کہ میں انبیاء و مرسلین کے علوم کا وارث ہوں۔ آپ فرماتے حضور کا لعابِ دہن میرے منہ میں ہے، مجھے چن چن کر علوم ودیعت کیئے گئے۔ جس طرح پرندہ چن چن کر اپنے بچے کو دانہ کھلاتا ہے۔ علم میرے پہلو میں سمندر کی طرح ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ خدا کی قسم جو چاہے مجھ سے سوال کرو میں تمہیں خبر دوں گا۔

ایک مرتبہ 5 شخص زنا کے جرم میں گرفتار ہو کر دربارِ خلافت میں پیش کیئے گئے۔ خلیفہ وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پانچوں کو رجم کرنے کا حکم دیا۔ جناب امیر بول اٹھے ان پانچوں پر یکساں سزا لاگو نہیں۔ ان پانچوں کے لیے حکم جدا جدا ہے۔ حضرت عمر نے پوچھا وہ کیا ہے؟ حضرت علی نے فرمایا ایک کو قتل کیا جائے گا، ایک کو سنگسار، تیسرے کو پوری حد یعنی سو کوڑے لگائے جائیں گے، چوتھے کو نصف حد یعنی 50 کوڑے اور پانچویں کو صرف تعزیر۔ حاضرین نے متعجب ہو کر وجہ پوچھی تو فرمایا ان میں ایک یہودی ہے، اس نے دین میں فساد کیا اس کا قتل لازم ہے، دوسرا شادی شدہ ہے اسے رجم کیا جائے گا۔ تیسرا مجرد ہے زوجہ نہیں رکھتا اس لئے اس پر پوری حد لگے گی۔ چوتھا غلام ہے، اس پر نصف حد قائم کی جائے گی پانچواں مجنون ہے اس پر کوئی حد نہیں صرف تادیباً 3 طمانچے لگا دیں۔ لوگوں نے ایسا محققانہ فیصلہ سن کر نہایت اعزاز سے تحسین کے نعرے بلند کیئے۔ حضرت عمر نے فرمایا اے اللہ مجھ پر ایسی مصیبت نازل نہ فرمانا جس کے حل کے لیے ابوالحسن موجود نہ ہوں۔

حضرت کمیل بن زیاد اپنے زمانے کے شیخ کامل اور حضرت علی کے مرید و خلیفہ تھے۔ خواجہ حسن بصری اپنے کمالات کے باوجود حضرت کمیل بن زیاد سے فیض صحبت حاصل کرتے۔ امیر المومنین علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ کی عادت تھی کہ جب علوم و اسرار بیان کرنا چاہتے تو حضرت کمیل بن زیادہ کے گھر تشریف لے جاتے اور ان کو سامنے بٹھا کر اسرار بیان فرماتے کبھی کمیل بن زیاد سوال کرتے یا امیر المومنین حقیقت کیا ہے؟ فرماتے تجھے

حقیقت سے کیا کام؟ وہ کہتے کیا میں آپکا محرم راز نہیں ہوں؟ آپ فرماتے بیشک ہو لیکن جب میرے سینے میں علم جوش مارتا ہے تو وہ تمہارے سپرد کر دیتا ہوں اور تجھ جیسے سائل کو محروم نہیں رکھتا پھر آپ ایسے حقائق اور اسرار توحید بیان کرتے جنہیں لکھنے سے قلم قاصر ہے۔ ایک دن حضرت علی نے فرمایا کے اے کمیل میرے سینے میں بہت علوم رکھے ہیں لیکن میں کسی کو بھی ان کا اہل نہیں پاتا کہ اس کے سامنے بیان کروں۔

ایک دن آپ نے حضرت عبداللہ ابن عباس سے فرمایا اگر میں چاہتا تو تمام لوگوں کے حالات کی خبر دیتا مگر مجھے اس بات کا خیال ہے کہ لوگ کہیں میری محبت میں رسول اللہ ﷺ کی شریعت کے منکر نہ ہو جائیں۔

قرآن اور ناطقِ قرآن علی المرتضیٰ:

شیخ عبدالکریم جیلی فرماتے ہیں حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا دیگر انبیاء پر جو کتابیں اور صحائف نازل ہوئے ان میں جو کچھ ہے وہ قرآن میں جمع کیا گیا اور جو کچھ قرآن میں ہے سورۃ فاتحہ میں ہے اور جو کچھ سورۃ فاتحہ میں ہے وہ **بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم** میں ہے اور جو کچھ **بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم** میں ہے وہ سب **بسم اللّٰہ** کی ''ب'' میں ہے اور جو کچھ ''ب'' میں ہے وہ سب کچھ اس نقطہ میں ہے جو ''ب'' کے نیچے ہے۔ امیر المومنین امام الاولیاء علی المرتضیٰ فرماتے ہیں'' **انا نقطة تحت الباء** '' ''ب'' کے جس نقطہ میں مذکورہ بالا تمام علوم جمع ہیں وہ نقطہ میں ہوں۔

اللّٰہ اللّٰہ بائے بسم اللّٰہ پدر   معنی ذبح عظیم آمد پسر

مفسر قرآن حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ ایک رات شیرِ خدا نے ''ب'' کے نقطہ کی تفسیر بیان کی یہاں تک کہ آثارِ سحر نمودار ہو گئے مگر تفسیر مکمل نہ ہوئی اس وقت میں نے خود کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پہلو میں اس فوارہ کے مانند پایا جو متلاطم سمندر کے پہلو میں موجود ہو۔

حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا علم اللہ عزوجل کے مقدس علم سے ہے، حضرت علی کا علم رسول اللہ کے علم سے ہے اور میرا علم حضرت علی کے علم سے ہے۔ نیز میرا اور تمام اصحابِ محمد ﷺ کا علم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے علم کے

مقابلے میں ایسے ہے جیسے سات سمندروں کے مقابلہ میں ایک قطرہ۔**(اشرف المؤبد للنبهانی . ینا بیع المؤدة للسلیمان الحنفی القندوزی)**

صرف سیدنا عبداللہ ابن عباس ہی جناب حیدر کرار کے علم وفضل کے معترف نہیں بلکہ دیگر صحابہ کرام بھی نہایت فراخدلی سے آپ کی جلالتِ علمی کے معترف ہیں چنانچہ حضرت عطا بن رباح جنہیں صحابہ میں اجتہاد کا درجہ حاصل تھا، ان سے سوال کیا گیا کہ آپ کے خیال میں حضور کے صحابہ میں کوئی ایسا شخص بھی تھا جو حضرت علی سے زیادہ عالم ہو۔ تو انہوں نے کہا نہیں۔ خدا کی قسم حضرت علی سے زیادہ جاننے والا کوئی بھی نہیں تھا۔

جنگ صفین میں جب مخالفین نے دھوکہ دینے کے لیے قرآن کو نیزوں پر بلند کیا تو آپ کی فوج میں شامل وہ لوگ جو بعد میں خوارج ہو گئے، ان کی طرف دوڑ پڑے، حضرت علی نے انہیں سمجھایا اور اتمامِ حجت کے لیے فرمایا ''**انا قرآن الناطق**'' قرآن ناطق، بولنے والا قرآن میں ہوں۔ فتاویٰ عزیزیہ میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کسی سوال کے جواب میں اس امر کی تصدیق فرماتے ہیں کہ جناب حیدر کرار نے اپنا تعارف اس طرح بھی کروایا تھا۔'' **انا منشی الارواح ، انا باعث فی القبور، انا ید اللّٰه انا وجهه اللّٰه ، انا القرآن الناطق**''

حضور ﷺ نے آپ کی شان میں فرمایا'' **علی مع القرآن و القرآن مع العلیٰ** '' علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ ہے۔ اس حدیث کا قطعاً یہ مطلب نہیں کہ حضرت علی حافظ قرآن تھے، ان کے سینے میں قرآن تھا اور کسی بھی حافظ سے قرآن جدا نہیں ہوتا۔ اس طرح لاکھوں حفاظِ قرآن ہیں پھر حضرت علی کی کیا تخصیص۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن کس صورت میں حضرت علی کے ساتھ ہوگا جس کی تخصیص امام الانبیاء نے فرمائی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآنِ مجید کے تمام تر رموز و اسرار اور حقائق و معارف کا امین حضور ﷺ نے ناطقِ قرآن حضرت علی المرتضیٰ کو بنایا۔ آپ کے قلب اطہر اور سینہ اقدس میں قرآنِ مجید کے وہ راز ہائے سربستہ موجود تھے کہ اگر ان میں سے کسی بھی راز کو پہاڑوں پر منکشف فرما دیتے تو پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح فضائے بسیط میں اڑتے نظر آتے۔ آپ چاہتے تو ان علوم کو بروئے کار لاتے ہوئے مخالفین کی فوجوں کو سیسے کی طرح پگھلا کر

پانی کی طرح بہا دیتے مگر آپ نے امانتِ مصطفائی کی حفاظت پورے عزم وثبات اور مکمل دیانتداری سے کی، اپنی روحانی قوت کو اپنی ذات اور نفس کے لئے استعمال نہیں کیا۔ چنانچہ سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس قرآن مجید کے وہ راز ہائے سر بستہ موجود ہیں جنہیں ہم پہاڑوں پر ڈالیں تو وہ اپنی جگہ چھوڑ دیں۔ سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ قصیدہ غوثیہ میں فرماتے ہیں" اگر میں اپنا راز پہاڑوں پر ڈال دوں تو پہاڑ پھٹ کر ریت کے زرات میں تبدیل ہو جائیں اور اگر سمندروں پر ڈال دوں تو سمندر خشک ہو جائیں۔" یہ وہی اسرار ورموز الٰہیہ ہیں جو امام الاولیاء شیر خدا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے اپنی روحانی، معنوی اور نسبی اولاد کو بقدر ظرف تفویض فرمائے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا اگر میں سورۂ فاتحہ کی تفسیر تحریر کروں تو اس قدر بوجھ ہو جائے کہ اسے ستر اونٹ نہ اٹھا سکیں۔ اگر آپ ایسا فرماتے تو وہ تفسیر بالرائے نہ ہوتی بلکہ ان اسرار ورموز کے گنج گراں مایہ کا اظہار ہوتا جو مدینۃ العلم حضور ﷺ نے باب العلم حضرت علی کے سینۂ اطہر میں ودیعت فرمائے۔

مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی اپنی مکتوبات جلد اول میں فرماتے ہیں کہ ہم نے کشف باطنیہ کے ذریعے امت محمدیہ میں علوم واسرارِ باطنیہ وروحانیہ پر فائز المرام لوگوں کا مشاہدہ کیا تو تمام امت محمدیہ میں جناب امیر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو سب لوگوں سے بلند تر پایا۔

تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی مجدد صاحب کا یہ قول نقل کرتے ہیں: "میں کہتا ہوں گذشتہ اقوام سے زیادہ اس امت کے مبلغین اور مرشدین کی ہدایت میں اثر ہے کہ لوگوں کو کھینچ کر اللہ کی طرف لے جاتے ہیں اور ان میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم قطب الارشاد اور شاہِ ولایت ہیں گزشتہ امتوں سے کوئی بھی آپ کی روحانی وساطت کے بغیر درجہ ولایت کو نہیں پہنچ سکا۔" یہ قول نقل کر کے قاضی ثناء اللہ لکھتے ہیں کہ حضور نے یہ جو فرمایا کہ قرآن اور اہلبیت کو تھامے رہو، یہ مشورہ اس لیے دیا کہ اہلبیت ہی ولایت کے سلسلے میں رہنمائی کے قطب ہیں۔ اگلوں اور پچھلوں میں سے کوئی بھی ان کے وسیلے کے بغیر درجہ ولایت کو نہیں پہنچ سکتا اور ان میں پہلا نمبر حضرت علی کا ہے پھر آپ کے صاحبزادگان ہیں اور یہ سلسلہ امام حسن عسکری تک آتا ہے اور آخری نمبر غوث الثقلین محی الدین شیخ سید عبدالقادر جیلانی کا ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی تفہیمات میں فرماتے ہیں ''اس امت میں ولایت کا دروازہ کھولنے والے اولین فرد حضرت علی المرتضٰی ہیں'' نیز لمعات میں آپ نے فرمایا'' حضور ﷺ کی امت میں پہلا فرد جو ولایت کے باب جذب کا فاتح ٹھہرا اور جس نے اس بلند مقام پر قدم رکھا وہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذات بابرکات ہے۔اسی لئے روحانیت اور ولایت کے طریقوں کے تمام سلاسل آپ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔اب امت میں جسے بھی بارگاہ رسالت سے فیض ولایت نصیب ہوتا ہے وہ یا تو نسبت علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ سے نصیب ہوتا ہے یا نسبت غوث الاعظم جیلانی رضی اللہ عنہ سے۔اس کے بغیر کوئی شخص بھی مرتبہ ولایت پر فائز نہیں ہوسکتا۔ واضح رہے کہ نسبت غوث الاعظم بھی نسبت علی المرتضٰی کا ایک باب اور اسی شمع کی ایک کرن ہے۔امت محمدی میں اس فیض ولایت کے سرچشمہ اور منبع سیدنا علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ مقرر ہوئے اس میں سیدہ کائنات حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنھا اور حضرات حسنین کریمین بھی آپ کے ساتھ شریک کئے گئے پھران کی وساطت سے یہ سلسلہ ولایت کبریٰ اور غوثیت عظمٰی آئمہ اہل بیت میں ترتیب سے چلایا گیا۔جس کے آخری فرد امام مہدی علیہ السلام ہیں۔جس طرح سیدنا علی المرتضٰی اس امت محمدی میں فاتح ولایت کے درجے پر فائز ہیں اس طرح امام مہدی امت محمدی میں خاتم ولایت کے درجے پر فائز ہیں۔(السیف الجلی علی منکر ولایت علی)

صراط مستقیم میں اسمٰعیل دہلوی نے بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے لکھا:'' حضرت علی کو شیخین پر ایک گونہ فضیلت ثابت ہے اور وہ آپ کے فرمانبرداروں کا زیادہ ہونا ہے اور مقامات ولایت ،قطبیت ،غوثیت ، ابدالیت اور ان جیسے باقی مقامات ،آپ کے زمانے سے لیکر اختتام دنیا تک حضرت علی کی وساطت سے ہی طے ہوتے ہیں۔اور یہ بات عالم ملکوت کی سیر کرنے والوں پر مخفی نہیں۔اہل ولایت کے بیشتر سلسلے علی المرتضٰی کی طرف منسوب ہیں۔''

قضایائے علی المرتضٰی (حضرت علی کے فیصلے):

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے مجھے یمن کی طرف قاضی بنا کر بھیجنا چاہا تو میں نے عرض کیا کہ میں ابھی نا تجربہ کار ہوں اور معاملات طے کرنا نہیں جانتا۔آپ

ﷺ نے میرے سینے پر اپنا دستِ مبارک مار کر فرمایا، الٰہی اس کے قلب کو روشن فرما دے اور اس کی زبان کو تاثیر عطا فرما دے۔ حضرت علی فرماتے ہیں خدا کی قسم اس دعا کے بعد مجھے کبھی کسی مقدمے کا فیصلہ کرتے ہوئے شک و تردد پیدا نہ ہوا اور میں نے درست فیصلے کئے۔

حضور اقدس ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں بھی منصب قضا جناب امیر کے پاس تھا۔ آپ کو کبھی بھی صحیح فیصلہ کرنے میں تردد نہ ہوا۔ ایک دن حضور صحابہ کے درمیان تشریف فرما تھے کہ دو شخص لڑتے ہوئے حضور کی بارگاہ میں آئے۔ ایک نے کہا یا رسول اللہ میرا ایک گدھا تھا جسے اس شخص کی گائے نے ہلاک کر دیا۔ ایک صحابی نے کہا جانوروں کے فعل کا کوئی ذمہ دار نہیں ہو سکتا۔ حضور نے حضرت علی سے فرمایا ان دونوں کا تصفیہ کر دو۔ جناب امیر نے پوچھا وہ دونوں جانور بندھے تھے یا کھلے؟ یا ان میں سے ایک بندھا تھا اور ایک کھلا تھا؟ جواب دیا گیا کہ گدھا بندھا ہوا تھا اور گائے کھلی ہوئی تھی اور گائے کا مالک گائے کے ساتھ تھا۔ حضرت علی نے فرمایا گائے کا مالک گدھے کے نقصان کا ذمہ دار ہے۔ حضور ﷺ نے اس فیصلے کی تصدیق فرمائی اور اسے برقرار رکھا۔

ایک شخص مر گیا اور وصیت کر گیا کہ میرے ترکہ میں سے ایک جُز فلاں شخص کو دیا جائے۔ ورثاء نے تعین حصہ میں اختلاف کیا بالآخر ورثاء جناب امیر کے پاس آئے۔ سارا قصہ بیان کیا۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ ترکے سے ساتواں حصہ دیا جائے پھر بطور دلیل یہ آیت تلاوت فرمائی۔ **لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ o**

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نہایت عالی دماغ اور حاضر جواب تھے۔ ایک شخص نے دریافت کیا اگر کسی آدمی کو ایسے مکان میں بند کر دیں جس میں کوئی دروازہ نہ ہو تو اس کا رزقِ موعود کس راستے سے پہنچے گا؟ آپ نے فوراً جواب دیا جدھر سے اس کی اجل آئے گی۔ ایک شخص نے پوچھا مشرق سے مغرب کے درمیان کس قدر فاصلہ ہے آپ نے فرمایا سورج کے ایک روز کی رفتار کے برابر۔

کسی نے آپ کی تعریف میں بے حد مبالغہ کیا جبکہ وہ دل سے آپ کا مخالف تھا۔ آپ نے فرمایا میں اس سے کمتر ہوں جو تم نے بیان کیا اور اس سے کہیں زیادہ ہوں جیسا تم مجھ کو دل میں سمجھتے ہو۔

ایک مرتبہ آپ سیدنا حضرت صدیق اکبر اور سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہم کے ہمراہ کھجور کھا رہے تھے۔ حضور ﷺ بھی تشریف فرما تھے۔ دونوں اکابر صحابہ کرام کھجور کھا کر اپنی گٹھلیاں شیرِ خدا کے سامنے ڈالتے جا رہے تھے۔ حضرت عمر نے حضور ﷺ سے کہا کہ دیکھیں علی کس قدر پیٹو ہیں کہ اتنی کھجوریں کھا گئے۔ حضرت علی نے فرمایا ان دونوں کا یہ حال ہے کہ اپنی کھجوریں گٹھلیوں سمیت کھا گئے۔

ایک مرتبہ حضرت علی حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق کے ہمراہ جا رہے تھے آپ درمیان میں تھے حضرت عمر نے کہا کہ اس وقت ''لنا'' کی شکل بن رہی ہے دونوں صحابہ قد آور تھے اور حضرت علی میانہ قد تھے۔ حضرت علی نے فوراً فرمایا کہ تمہارا وجود میرے دم قدم سے ہے اگر میں نہیں تو تم بھی نہیں۔ دونوں صحابہ کرام نے غور کیا تو حیران رہ گئے کہ اگر لنا سے درمیانی نون کو نکال دیا جائے تو لا رہ جاتا ہے جس کا مطلب کچھ نہیں، نفی کے ہیں۔ نیز حضرت علی نے اپنے اس قول میں اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ آپ اصل کائنات اور وجہ وجود کائنات ہیں(کہ حضور نے فرمایا: انا وعلی من نور واحد)اگر آپ نہ ہوتے (وہ نور واحد نہ ہوتا جو حضور اور حضرت علی میں یکساں ہے) تو کچھ نہ ہوتا۔ حقیقتاً وجودِ کائنات ان کے دم قدم سے ہے۔

حضرت علی کا یہ قول اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے کہ آپ حضور ﷺ کی ذاتِ مقدسہ میں فنائے تامہ رکھتے تھے اور تمام صحابہ میں حقیقتِ محمدیہ کا سب سے کامل ظہور شیر خدا علی المرتضٰی میں ہوا۔ اور اسی اعتبار سے آپ کو تمام صحابہ پر من کل الوجوہ فضیلت حاصل ہے اور تمام صحابہ بھی اس فضیلت کے معترف رہے۔

فصاحت و بلاغتِ علی المرتضٰی:

خوارج کو شکست دینے کے بعد اپنے جانثاروں کو جوش دلانے کے لیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک طویل تقریر فرمائی جو کہ انتہائی جامع اور بلاغت اور فصاحت میں اپنا جواب نہیں رکھتی۔ شاید ہی زندگی کا کوئی پہلو بچا ہوا جس کا انہوں نے اس میں احاطہ نہ کیا آپ نے فرمایا

''سب تعریف اس خدا کی ہے جو مخلوق کو پیدا کرنے والا اور صبح کو پھاڑنے والا ہے اور

مردوں کو زندہ کرنے والا اور اہلِ قبور کو اٹھانے والا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، میں تم کو تقویٰ (اختیار کرنے کی) اللہ کے ساتھ وصیت کرتا ہوں ۔ بلاشبہ بندہ جن چیزوں سے تقرب حاصل کرتا ہے۔ان میں سب سے افضل ایمان اور اس کی راہ میں جہاد اور کلمہ اخلاص ہے اور یہ ہی (عین) فطرت ہے اور نماز کا قیام ملت کو (فروغ دینا) اور زکوٰۃ کا ادا کرنا فرائض اور ماہِ رمضان کے روزے اس کے عذاب سے بچنے کے لیے ڈھال ہیں اور بیت اللہ کا حج فقر کو دور کرنے والا اور گناہ کو باطل کرنے والا ہے اور صلہ رحمی مال کو بڑھانے والی اور اجل کو مؤخر کرنے والی ہے، اہل سے محبت کرنا اور پوشیدہ طور پر صدقہ دینا، خطا کو دور اور رب کے غصے کو ٹھنڈا کرتا ہے اور نیکی کرنا بری موت سے دور کرتا ہے اور خطرے اور خوف کے مقامات سے بچاتا ہے، ذکرِ الٰہی میں مشغول ہو جاؤ بلاشبہ یہ سب اچھا ذکر ہے اور متقین کو جو وعدہ دیا گیا ہے اس کی طرف رغبت کرو، بلاشبہ اللہ کا وعدہ سب سے سچا ہے اور اپنے نبی کی ہدایت کی اقتداء کرو، بلاشبہ وہ افضل ہدایت ہے اور ان کی سنت کو اختیار کرو، بلا شبہ وہ افضل السنن ہے اور کتاب اللہ سیکھو بلاشبہ وہ افضل الحدیث ہے اور دین کی سمجھ حاصل کرو، بلاشبہ وہ دلوں کے لیے موسمِ بہار ہے اور اس کے نور سے شفا چاہو بلاشبہ، وہ دلوں کی بیماریوں کے لیے شفا ہے اور عمدگی سے اس کی تلاوت کرو بلاشبہ وہ احسن القصص ہے اور جب وہ تمھیں سنایا جائے تو اسے سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے اور جب اس کے علم کی طرف تمہاری رہنمائی کی جائے تو جو کچھ تمھیں اس سے علم حاصل ہو اس پر عمل کرو تاکہ تم ہدایت پاؤ بلاشبہ علم کے بغیر اس پر عمل کرنے والا عالم، اس جاہل کے مانند ہے جو اپنے جہل سے باز نہیں رہ سکتا، بلکہ میرے نزدیک اپنے جہل میں متحیر جاہل کے مقابلے میں اس عمل سے کورے عالم پر بڑی حجت قائم ہوگی اور جو باعث حسرت اور یاس رہے گی اور یہ دونوں ہی گمراہ اور ہلاک شدگان میں ہوں گے، شک نہ کرو، دردمند ہو جاؤ گے، شکایت نہ کرو کفر کرو گے اور اپنے آپ کو رخصت نہ دو غافل ہو جاؤ گے اور حق کے بارے میں غفلت نہ برتو خسارہ اٹھاؤ گے، آگاہ رہو کہ دانائی یہ ہے کہ تم اعتماد کرو اور اعتماد یہ ہے کہ دھوکا نہ کھاؤ اور تم میں سے اپنے نفس کا سب سے زیادہ خیر خواہ وہ ہے جو اپنے رب کا سب سے زیادہ

فرمانبردار ہے اور تم میں سے جو سب سے زیادہ اپنے رب کا اطاعت گزار ہوگا (وہ) امن اور مسرت میں رہے گا اور جو اللہ کی نافرمانی کرے گا خوف زدہ اور شرمندہ رہے گا، پھر اللہ تعالیٰ سے یقین طلب کرے گا، عافیت طلب کرو اور دل میں رہنے والی سب سے بہتر چیز یقین ہے اور وہ امور جن کے کرنے کا ارادہ ہو وہ سب سے بہتر ہیں (جو قرآن اور سنت کے مطابق ہوں) اور نئے امور (بدعت یعنی سنت کے خلاف کسی چیز کو رواج دینا) برے امور ہیں اور کوئی بھی دین میں نئی ایجاد بدعت ہے اور ہر نئی ایجاد کرنے والا بدعتی ہے اور جس نے بدعت اختیار کی اس نے خود کو ضائع کر دیا اور جو بدعت اختیار کرتا ہے وہ اس طرح سنت کا تارک بنتا ہے، نقصان اٹھانے والا وہ ہے جو دین کو نقصان پہنچاتا ہے، بلاشبہ ریا شرک میں سے ہے اور اخلاص سے عمل ایمان میں سے ہے اور کھیل کی مجالس قرآن کو بھلا دیتی ہیں اور ان میں شیطان موجود ہوتا ہے اور وہ ہر گمراہی کی طرف دعوت دیتی ہیں اور (نامحرم) خواتین سے ہم نشینی کرنا، دلوں میں کجی پیدا کرتا ہے اور نگاہیں اس طرف اٹھتی ہیں جو شیطان کی شکار گاہ ہے، پس اللہ سے سچ بولو، بلاشبہ اللہ سچ بولنے والے کے ساتھ ہے اور جھوٹ سے پہلو تہی کرو بلاشبہ جھوٹ ایمان سے دور کرنے والا ہے، یاد رکھو کہ بلاشبہ سچ، نجات ہے اور عزت کی بلندی ہے اور جھوٹ ہلاکت اور تباہی کی آخری منزل ہے۔ آگاہ رہو کہ سچ بولو گے تو تم اس میں مشہور ہو جاؤ گے اور اس پر عمل کرو، تو تم اس کے اہل ہو جاؤ گے اور جو تمہیں امین بنائے اس کی امانت ادا کرو اور جو تم سے قطع رحمی (ترکِ تعلق) کرے اس کے ساتھ صلح رحمی کرو اور جو تمہیں محروم کر دے اس پر زیادہ مہربانی کرو اور جب تم وعدہ کرو تو اسے پورا کرو اور جب تم فیصلہ کرو تو انصاف سے کام لو اور آباء پر فخر نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے (پکارو) اور نہ (کسی کی) تضحیک کرو اور نہ ایک دوسرے کو غصہ دلاؤ اور کمزوروں، مظلوموں، تاوان برداشت کرنے والوں اور خدا کی راہ میں جہاد کرنے والوں اور مسافروں، سوالیوں اور گردن آزاد کرانے میں (لوگوں کی) مدد کرو اور بیوگان اور یتیموں پر رحم کرو اور سلام کو رواج دو اور تحفہ دینے والوں کو ان کے مساوی یا ان سے بہتر تحفہ دو، نیکی اور تقوے کے کاموں میں مدد کرو اور گناہ اور ظلم کے کاموں میں تعاون نہ کرو اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو بلاشبہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے اور مہمان کی عزت کرو اور پڑوسی سے حسنِ

سلوک کرو اور بیماروں کی عیادت کرو اور جنازوں کے ہمراہ جاؤ اور اللہ کے بندوں بھائی بھائی بن جاؤ۔''

''بلاشبہ دنیا ختم ہونے کو ہے اور وداع کا اعلان کر رہی ہے۔ آج میدان ہے کل دوڑ ہو گی اور بلاشبہ سبقت، جنت ہے اور دوسری طرف دوزخ ہے، آگاہ رہو بلاشبہ تم مہلت کے ایام میں ہو جن کے پیچھے اجل ہے جسے جلد بازی انگیخت کر رہی ہے اور جو شخص ایامِ مہلت میں اجل کی آمد سے پہلے خالص اللہ کے لیے کام کرتا ہے اس کا عمل اچھا ہے اور وہ اپنی مراد پا لیتا ہے اور (جو) اس میں کوتاہی کرتا ہے اپنا عمل ضائع کرتا ہے اور اس کی آرزو پوری نہیں ہوتی اور اس کی آرزو اسے نقصان دیتی ہے، پس رغبت اور خوف کے درمیان کام کرو، اگر تمہارے پاس رغبت آئے تو اللہ کا شکر ادا کرو اور اس کے ساتھ خوف کو بھی جمع کرو اور اگر تمہارے پاس خوف آئے تو اللہ کو یاد کرو اور اس کے ساتھ رغبت کو بھی جمع کرو، بلاشبہ اللہ نے مسلمانوں کو نیکی سے آگاہ کیا ہے اور جو شکر کرے اس کو زیادہ دینے کا وعدہ کیا ہے اور میں نے جنت کی مانند کسی چیز کو نہیں دیکھا جس کا طلبگار سویا ہوا ہے اور نہ دوزخ کی مانند کوئی چیز دیکھی جس سے بھاگنے والا سویا ہوا ہے اور نہ اس چیز سے بڑھ کر کمائی دیکھی جسے اس دن کے لیے کمایا ہے جس دن ذخائر حقیر ہو جائیں گے اور پوشیدہ باتیں اس پر ظاہر ہو جائیں گی اور کبائر اس میں جمع ہو جائیں گے اور بلاشبہ جس کو حق فائدہ نہیں دیتا اس کو باطل نقصان دیتا ہے اور جسے ہدایت اعتدال پر نہیں رکھتی اسے گمراہی گھسیٹے پھرتی ہے اور جسے یقین فائدہ نہیں دیتا اسے شک یقین دیتا ہے اور جسے اس کا قبیلہ فائدہ نہیں دیتا اس سے دور رہنے والا (اس پر) شک کرتا ہے اور اس سے غائب زیادہ عاجز ہوتا ہے، بلاشبہ تمہیں سفر کا حکم دیا گیا ہے اور زاد کے مطابق بتا دیا گیا ہے۔ آگاہ رہو میں تمہارے متعلق سب سے زیادہ دو باتوں سے خائف ہوں طولِ امل (خواہشات کی زیادتی) اور خواہشات کی پیروی، طولِ امل، آخرت کو بھلا دیتا ہے اور خواہشات کی پیروی حق سے دور کر دیتی ہے، آگاہ رہو دنیا پیٹ پھیر کر جانے والی ہے اور آخرت سامنے آنے والی ہے اور ان دونوں کے لیے بیٹے ہیں پس اگر ہو سکے تم آخرت کے بیٹے بنو اور دنیا کے بیٹے نہ بنو، بلاشبہ آج عمل ہے حساب نہیں، کل حساب ہے اور عمل نہیں۔''

فضیلت علی المرتضیٰ:

علامہ ابن جوزی، مجاہد سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عباس سے ایک شخص نے کہا سبحان اللہ جناب امیر کے فضائل کس قدر زیادہ ہیں، میرے خیال میں تین ہزار ہوں گے۔ابن عباس نے فرمایا تین ہزار کیا تیس ہزار ہوں گے بلکہ دنیا کے تمام درخت قلم بن جائیں اور سارے سمندر سیاہی ہو جائیں اور سارے انسان لکھنے والے ہوں، سارے جنات حساب کرنے والے ہوں تو بھی جناب امیر کے تمام فضائل کا شمار نہ کرسکیں گے۔

حضور اقدس ﷺ کے وصال کے چھ روز بعد سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا علی، رسول اللہ ﷺ کی قبر انور پر زیارت کے لیے حاضر ہوئے۔حجرہ شریف میں داخل ہونے سے پہلے حضرت علی نے فرمایا اے خلیفہ رسول آپ سبقت فرمائیں تو حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا اے علی! میں اس شخص پر کیسے سبقت کرسکتا ہوں جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''علی میرے لئے اسی طرح ہے جس طرح میں اپنے رب کے لئے ہوں۔''

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ ابن عمر نے اپنے والد سے کہا کہ آپ بیت المال میں سے مجھ سے پہلے اور مجھ سے زیادہ حصہ حسنین کریمین کو عطا فرماتے ہیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں وہ دونوں بچے تھے اور میں اس وقت حضور کی حدیثیں سنتا اور یاد رکھتا تھا۔نیز آپ امیر المؤمنین ہیں، اسی ناتے سے بھی میرا پہلے حق ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر غضبناک ہوئے، کہا تیری ماں تجھ پر روئے کیا تیرا باپ ان کے باپ جیسا ہے؟ کیا تیری ماں ان کی ماں جیسی ہے؟ کیا تیرا نانا ان کے نانا جیسا ہے؟ تو کس بات سے ان پر فضیلت کا دعویدار ہے؟ جب یہ بات حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا میں نے بھی رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ ''عمر ابن الخطاب اہل جنت کے چراغ ہیں۔'' جب حضرت عمر نے یہ بشارت سنی تو فوراً کاشانہ مرتضوی پر حاضر ہوئے اور اس قول کی تصدیق چاہی۔حضرت علی نے تصدیق فرمائی۔حضرت عمر نے عرض کیا، کیا آپ مجھے یہ لکھ کر دے سکتے ہیں کہ میرے واسطے سند ہو۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے لکھا۔''یہ وہ بات ہے جس کے ضامن ہوئے علی ابن ابی طالب کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور رسول اللہ ﷺ نے جبرئیل امین سے سنا اور جبرئیل سے اللہ عزوجل نے فرمایا کہ بے شک عمر ابن خطاب اہل جنت کے

چراغ ہیں۔'' حضرت عمر یہ سند لے کر گھر آئے اور اہل خانہ کو وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد اس سند کو میرے کفن میں رکھ کر مجھے دفن کر دینا۔

حضرت ابوسعید خدری فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا اے علی! تجھ میں سات ایسی صفات ہیں کہ قیامت تک کوئی دوسرا ان میں تیری برابری نہ کرے گا اور نہ تیرا ہم پلہ ہو سکے گا۔ پہلی بات یہ تو سب سے پہلے اللہ پر ایمان لانے والا ہے۔ دوسرے تو لوگوں میں اللہ کے عہد کو سب سے زیادہ پورا کرنے والا ہے۔ تیسرے تو اللہ کے حکم پر سب سے زیادہ ہمت کے ساتھ قائم رہنے والا ہے اور لوگوں کو قائم رکھنے کی کوشش کرنے والا ہے۔ چوتھے تو سب پر، سب سے زیادہ مہربانی اور شفقت کرنے والا ہے ۔ پانچویں تو لوگوں کے حقوق سب سے زیادہ پورا کرنے والا ہے۔ چھٹے تو سب سے زیادہ بہتر اور صحیح فیصلے کرنے والا ہے۔ ساتویں، قیامت کے دن تو سب سے زیادہ اللہ کے یہاں رتبہ پانے والا ہے۔

الاستیعاب میں عبدالرزاق سے نقل ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا اگر کوئی عمر کو ابوبکر پر فضیلت دے تو میں اس کو منع نہیں کرتا اگر کوئی علی کو ابوبکر پر فضیلت دے تو میں اس کو بھی منع نہیں کرتا بشرطیکہ وہ ان دونوں سے محبت رکھے۔

ایک مرتبہ حضور اپنے اصحاب کے ہمراہ تشریف فرما تھے کہ حضرت علی تشریف لائے تو حضرت ابوبکر صدیق ان کے لئے اپنی جگہ سے ہٹ گئے اور فرمایا اے ابوالحسن یہاں آیئے۔ حضور اکرم ﷺ اس بات سے خوش ہوئے اور فرمایا اہل فضل، فضل کے زیادہ لائق ہے اور اہل فضل کے فضل کو اہل فضل ہی جانتے ہیں۔

حافظ ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی اپنی کتاب تاریخ بغداد میں لکھتے ہیں کہ قاضی شریک ایک دفعہ خلیفہ مہدی کے پاس گئے۔ مہدی نے ان سے کہا تم جناب امیر کے حق میں کیا کہتے ہو؟ فرمایا میں وہی بات کہتا ہوں جو تمہارے اجداد حضرت عباس اور حضرت عبد اللہ ابن عباس ان کے حق میں کہتے تھے۔ مہدی نے کہا وہ کیا کہتے تھے۔ شریک نے کہا حضرت ابن عباس کا مرتے دم تک یہی اعتقاد تھا کہ جناب امیر تمام صحابہ سے افضل ہیں کیونکہ حضرت عبد اللہ ابن عباس دیکھا کرتے تھے کہ اکابر مہاجرین کو عبادات اور دیگر

معاملات میں جو مشکلیں پیش آئیں وہ حضرت علی سے دریافت کرتے اور حضرت علی کو اپنی وفات کے وقت تک کبھی کسی بات میں صحابہ سے پوچھنے کی ضرورت پیش نہیں آئی جب حضرت علی نے شہادت پائی تو سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا ''اے لوگو! آج تم سے ایسا شخص جدا ہو گیا کہ گزرے ہوئے لوگ اس سے کسی بات میں بڑھے ہوئے نہ تھے اور آنے والے اس تک پہنچ نہ سکیں گے۔''

تمام صوفیاء کا اس عقیدہ پر اتفاق ہے کہ اپنے پیرِ طریقت کو تمام جہان کے مشائخ سے افضل اور برتر سمجھنا چاہیئے۔ چنانچہ سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ مریدوں کے آداب میں فرماتے ہیں۔ ''مرید کو لازم ہے کہ جب شیخ سے ادب سیکھنے کا ارادہ کرے تو اس کے دل میں اس بات کا ایمان، اعتقاد اور یقین ہو کہ اس کے پیر سے بہتر زمانے میں کوئی آدمی نہیں، کامیابی کا ذریعہ اسی اعتقاد میں ہے۔

امام الاولیاء، تاجدار ھل اتیٰ مرتضیٰ مشکل کشا تمام سلاسل فقراء کے پیر و مرشد ہیں، صوفیاء کے تمام طریقے آنجناب پر منتہی ہوتے ہیں۔ جملہ علومِ ظاہری و باطنی کا سرچشمہ شیرِ خدا ہی ہیں۔ تو اب لازمی امر ہے کہ آپ کو حضورِ اقدس ﷺ کے بعد جملہ بنی آدم سے افضل سمجھا جائے۔ جملہ اولیاء اپنے مکاشفات کی رو سے آپ کی فضیلت کے قائل ہوئے ہیں اور اس میں صرف اہل طریقت ہی منفرد نہیں بلکہ صحابہ، تابعین اور آئمہ دین کی ایک بڑی جماعت آپ کی فضیلت کے قائل ہیں کہ آپ ہر لحاظ سے جملہ صحابہ کرام پر فضیلت رکھتے تھے۔

شانِ علی المرتضیٰ:

غزوہ تبوک میں حضور ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنا نائب بنا کر مدینہ منورہ میں چھوڑا اور فرمایا: **انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی** ۔تم میرے واسطے اس طرح ہو جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے واسطے ہارون مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

سریہ یمن میں قبیلہ ہمدان کے لوگ ایمان لائے۔ اس سریہ سے فراغت کے بعد حضرت علی حجتہ الوداع میں شرکت کی نیت سے یمن سے مکہ معظّمہ تشریف لائے۔ حج سے فراغت کے بعد واپس لوٹتے ہوئے حضورِ اقدس ﷺ نے غدیرِ خم کے مقام پر نماز ظہر ادا فرمائی پھر صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: **الست اولیٰ بالمؤمنین من انفسهم**

کیا میں مومنوں کا ان کی جانوں سے زیادہ مالک نہیں۔سب نے کہا بلٰی یا رسول اللہ، ہاں یا رسول اللہ۔ پھر حضور ﷺ نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: **من کنت مولاہ فعلی مولیٰ اللّٰھم وال من والاہ وعاد من عاداہٗ۔** جس کسی کا بھی میں دوست و مددگار ہوں، علی اس کے دوست و مددگار ہیں، اے اللہ! جو علی سے محبت رکھے تو اس سے محبت فرما اور جو علی سے عداوت رکھے اس سے عداوت رکھ۔

جب حضور اقدس ﷺ نے یہ فرمایا تو ایک شخص حارث بن نعمان جو دل میں حضرت علی سے بغض رکھتا تھا، حضور کے پاس آیا اور کہا اے محمد آپ نے ہمیں اللہ کے ایک ہونے اور اپنے رسول ہونے کا بتایا، ہم نے قبول کیا آپ نے ہمیں پانچ وقت نماز ادا کرنے کا حکم دیا، ہم نے مانا۔آپ نے رمضان کے روزے رکھنے کا حکم دیا ہم نے قبول کیا۔آپ نے حج کرنے کا حکم دیا ہم نے قبول کیا۔آپ ہماری ان سب باتوں پر راضی نہ ہوئے اور اپنے چچازاد بھائی کو ہم پر فضیلت دیتے ہوئے کہا **من کنت مولا فعلی مولا** تو یہ آپ نے اپنی طرف سے کہا ہے یا یہ اللہ کی طرف سے ہے؟ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، یہ اللہ عزوجل کی طرف سے ہے۔ حارث بن نعمان یہ سن کر واپس ہوا اور بولا اے اللہ جو محمد نے کہا اگر یہ سچ ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا عذاب میں مبتلا کر۔ حارث اس خیال میں تھا کہ عذاب آئے گا نہیں اور مجھے حضور کے اس فرمان کو جھٹلانے کا موقع مل جائے گا مگر حق تعالیٰ نے اسے موقع نہ دیا ایک پتھر اس کی کھوپڑی میں لگا اور پستول کی گولی کی طرح دماغ کے اندر چلا گیا وہ شقی وہیں گر کر ہلاک ہو گیا۔(ریاض النضرہ)

علامہ ابن حجر مکی صواعق المحرقہ میں لکھتے ہیں ''دو بدّو سیدنا فاروق اعظم کے پاس جھگڑتے آئے۔آپ نے حضرت علی سے فرمایا ان کے درمیان فیصلہ فرمائیں تو ان میں سے ایک نے بدتمیزی سے کہا یہ شخص ہمارے درمیان کیا فیصلہ کریگا۔اس بات پر حضرت عمر جلال میں آئے اور اس کا گریبان پکڑ کر کہا'' تیرا برا ہو تجھے کیا معلوم یہ کون ہیں، یہ تیرے بھی مولا ہیں اور ہر مومن کے مولا ہیں، جس کے یہ مولا نہیں وہ مومن ہی نہیں۔

حضور اقدس ﷺ نے حضرت علی کی شان میں فرمایا: **ان علی منی وانا منه وهو**

ولی کل مؤمن ۔ بے شک علی مجھ سے اور میں علی سے ہوں اور علی تمام مومنوں کا دوست و مددگار ہے۔ ''علی مجھ سے ہے'' اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علی میں موجود جملہ اوصاف و کمالات میرے عطا کردہ ہیں۔ اور ''میں علی سے ہوں'' اس کا مطلب ہے کہ اگر میری شان اور میرے کمالات کو دیکھنا ہو، میری شجاعت و بہادری دیکھنی ہو، میرے علم کا اندازہ لگانا ہو تو علی کو دیکھو کہ میرے کمالات و اوصاف کا اظہار حضرت علی سے ہو رہا ہے۔ گویا حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضور ﷺ کے مظہرِ اتم ہیں۔ نیز آپ تمام مومنوں کے دوست و مددگار ہیں۔ اب جو حضرت علی کو اپنا دوست و مددگار نہ مانے وہ مومن ہی نہیں کہ یہاں **کل مؤمن** میں جملہ اہل ایمان آ گئے۔

امام احمد حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ آپ کا وصی کون ہے۔ حضور نے فرمایا موسیٰ علیہ السلام کا وصی کون تھا؟ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یوشع بن نون۔ حضور نے پوچھا کیوں؟ عرض کیا وہ علم میں سب پر فضیلت رکھتا تھا۔ حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا میرا وصی، میرا وارث اور میرے وعدہ کو وفا کرنے والا علی ابن ابی طالب ہے۔ یعنی میرے علم کی میراث اسے پہنچے گی۔

حضرت امیر خسرو فرماتے ہیں کہ میرے شیخ خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا حضرت داؤد علیہ السلام لوہا ہاتھ میں لے کر حضرت علی کا نام لیتے تو لوہا نرم ہو جاتا تھا۔

جب خوارج نے یہ حدیث **انا مدینۃ العلم و علی بابھا** سنی تو انہوں نے اپنی قوم کے دس عالموں کو بھیجا کہ حضرت علی سے ایک ہی سوال کیا جائے اگر انہوں نے اس کے علیحدہ علیحدہ جوابات دیئے تو ہم یقین کر لیں گے کہ علی شہر علم کا دروازہ ہیں۔ ان میں سے ایک نے آ کر حضرت علی سے سوال کیا اے علی علم افضل ہے یا مال؟ آپ نے فرمایا علم مال سے افضل ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ علم انبیاء کی میراث ہے اور مال قارون شداد اور فرعون کی میراث ہے۔ جواب سن کر وہ عالم چلا گیا دوسرا آیا اور پوچھا اے علی! علم افضل ہے یا مال؟ آپ نے فرمایا علم افضل ہے کہ وہ تیری حفاظت کرتا ہے اور تو مال کی۔ تیسرے نے آ کر یہی سوال کیا تو آپ نے فرمایا علم افضل ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ صاحبِ علم کے

بہت سے دوست ہوتے ہیں اور صاحبِ مال کے بہت دشمن ہوتے ہیں۔ چوتھے نے آ کر یہی سوال کیا تو آپ نے فرمایا علم افضل ہے کہ علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے اور مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے۔ پانچویں نے آ کر یہی سوال کیا تو آپ نے فرمایا علم افضل ہے کہ عالم کو عظمت و بزرگی والے ناموں سے پکارا جاتا ہے اور مالدار کو بخیل، کنجوس اور لالچی کہا جاتا ہے۔ چھٹے عالم نے آ کر یہی سوال کیا تو آپ نے فرمایا علم مال سے افضل ہے اس کی دلیل یہ ہے مال کی چور سے حفاظت کی جاتی ہے اور علم کی چور سے حفاظت نہیں کی جاتی۔ ساتویں عالم نے آ کر یہی سوال کیا تو آپ نے فرمایا علم مال سے افضل ہے کہ صاحبِ مال قیامت میں اپنے مال کا حساب دے گا اور صاحب علم قیامت میں اپنے اعمال کا نیز صاحب علم قیامت میں گناہگاروں کی شفاعت کرے گا۔ آٹھویں نے آ کر یہی سوال کیا تو آپ نے فرمایا علم مال سے افضل ہے کہ مال اگر پڑا رہے تو اگلے دور میں پرانا ہو جاتا ہے جبکہ علم پرانا نہیں ہوتا۔ نویں شخص سے آپ نے فرمایا علم مال سے افضل ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ علم دل کو منور کرتا ہے اور مال دل کو سخت کرتا ہے۔ پھر دسواں عالم آیا اور یہی سوال کیا کہ علم افضل ہے یا مال؟ حضرت علی نے فرمایا علم مال سے افضل ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ صاحبِ مال، مال کی وجہ سے ربوبیت کا دعویٰ کرتا ہے اور صاحب علم، علم کا دعویٰ کرتا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اگر مجھ سے کوئی سوال بار بار کیا جائے تو جب تک زندہ ہوں، علیحدہ علیحدہ جواب دوں گا۔ پھر ان تمام خارجیوں نے بارگاہِ حیدر کرار میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا۔ (کوکب الدری فی فضائل علی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ایک پلڑے میں رکھی جائیں اور حضرت علی کا ایمان دوسرے پلڑے میں تو حضرت علی کا ایمان وزن میں زیادہ ہوگا۔

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا جو بھی آدم علیہ السلام کو ان کے علم میں اور نوح علیہ السلام کو ان کی اطاعت میں اور ابراہیم علیہ السلام کو ان کی خلت میں اور موسیٰ علیہ السلام کو ان کے قرب میں اور عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی صفوت و بزرگی میں دیکھنا چاہے تو وہ علی ابن ابی طالب کو دیکھے۔

حضورِ اقدس ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا تم **سید المسلمین امام المتقین اور قائد الغر المھجلین** ہو۔تم تمام مسلمانوں کے سردار، پرہیزگاروں کے پیشوا اور تاباں پیشانی اور درخشاں دست و پا والوں کے رہنما ہو۔

محبتِ علی المرتضیٰ:

حضورِ اقدس ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا کہ دعا کرو ''اے پروردگار اپنے پاس مجھے ایک عہد عطا فرما اور مومنوں کے دل میں میری محبت ڈال دے'' حق تعالیٰ نے اس دعا پر یہ آیت نازل فرمائی۔: **اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا o** بے شک جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کئے تو رحمٰن ان کے دلوں میں محبت ڈال دے گا۔محمد بن حنیفہ اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ کوئی مومن ایسا باقی نہ رہے گا جس کے دل میں حضرت علی اور آپ کی آل کی محبت نہ ہو۔

حضورِ اکرم ﷺ نے ایک خطبہ میں فرمایا اے لوگو! میں تمہیں اپنے بھائی اور چچا کے بیٹے علی ابن ابی طالب کے ساتھ محبت کرنے کی وصیت کرتا ہوں جو میرے قرابتداروں میں سب سے زیادہ قریب ہیں، مومن علی کو دوست رکھیں گے اور منافق اس سے دشمنی رکھیں گے۔جس نے اسے دوست رکھا اس نے مجھے دوست رکھا جس نے اس سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی، جو مجھے دوست رکھے گا اللہ عزوجل اسے جنت میں داخل کرے گا اور جو مجھ سے عداوت رکھے گا حق تعالیٰ اسے دوزخ میں ڈالے گا۔

حضور ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا اے علی! تمہارے مثال عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ہے کہ ایک قوم نے ان کی محبت میں غلو کیا اور انہیں خدا کا بیٹا قرار دیا اور اس بنا پر گمراہ ہو گئے جبکہ دوسری قوم نے ان سے بغض رکھا اور اس عداوت کے سبب غضب کے مستحق ٹھہرے۔حضرت علی فرماتے ہیں کہ ایک قوم میری محبت (میں غلو) کے سبب آگ میں داخل ہو گی اور ایک قوم مجھ سے بغض رکھنے کے باعث داخل جہنم ہو گی۔یہ اہل سنت و الجماعت کی حقانیت کی دلیل ہے کہ ہم علی المرتضیٰ کی محبت میں نصیریوں اور رافضیوں کی طرح نہ غلو کرتے ہیں اور نہ ہی خارجیوں اور منافقوں کی طرح حضرت علی سے بغض رکھتے ہیں۔چنانچہ اہل سنت والجماعت افراط و تفریط سے محفوظ اور اعتدال پر قائم ہیں۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے فرمایا میرے لئے سید عرب یعنی حضرت علی کو بلاؤ، جب وہ آئے تو آپ ﷺ انہیں انصار کے پاس لے گئے اور فرمایا اے گروہِ انصار کیا تمہیں ایسا شخص نہ بتلا دوں کہ اگر اس سے تمسک کئے رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ انصار نے کہا، ہاں یا رسول اللہ۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ شخص علی ہے۔ میری محبت کے سبب ان سے محبت کرو اور میری کرامت سے انکا اکرام کرو اور اس بات کے کہنے کا مجھے اللہ کی طرف سے جبرئیل کے ذریعے حکم پہنچا۔

حضور ﷺ نے فرمایا جس نے علی سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی، جس نے علی سے عداوت کی اس نے مجھ سے عداوت کی، جس نے علی کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے خدا کو ایذا دی۔

حضرت عبداللہ ابن عباس کا قول ہے کہ حضرت علی کی محبت گناہوں کو ایسے کھا جاتی ہے جیسے آگ لکڑی کو اور اگر تمام لوگ حضرت علی کی محبت پر مجتمع ہو جاتے تو اللہ تعالیٰ جہنم کو پیدا نہ فرماتا۔ (نزہتہ المجالس)

حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا جو حضرت علی سے دلی محبت رکھے اسے اس امت کا ایک تہائی ثواب ملے گا۔ جو حضرت علی سے دل و زبان سے محبت رکھے اسے اس امت کا دو تہائی ثواب ملے گا اور جو حضرت علی سے اپنے دل و زبان اور ہاتھ کے ساتھ محبت رکھے گا اس کو اس امت کا پورا پورا ثواب ملے گا۔ سن لو مجھے جبرئیل نے خبر دی کہ پورا پورا سعادت مند وہ ہے جو علی سے میری زندگی اور میری وفات کے بعد محبت رکھے۔ سن لو پورا پورا شقی وہ ہے جو علی سے میری زندگی میں اور میری وفات کے بعد بغض رکھے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے آباء سے روایت کرتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ایک دن صبح کے وقت جبرائیل مسرت و فرحت کی حالت میں حاضر ہوئے۔ میں نے پوچھا: اے میرے حبیب کس چیز سے تو خوش ہے؟ حضرت جبرائیل نے عرض کی: ''یا رسول اللہ ﷺ ایسا کیوں نہ ہو، میری آنکھ اس عزت افزائی کی وجہ سے ٹھنڈی ہو گئی ہے، جس سے اللہ تعالیٰ نے آپ کے بھائی، آپ کے وصی اور آپ کی امت کے امام علی بن ابی طالب کو مکرم فرمایا ہے''۔ میں نے کہا: ''اے جبرائیل! اللہ تعالیٰ نے میرے بھائی (علی) کو

کیسے عزت واکرام سے نوازا ہے؟''۔ جبرائیل نے عرض کیا: کل رات اللہ تعالیٰ اپنے بندوں، ملائکہ اور حاملین عرش سمیت فخر کر کے فرما رہا تھا: اے میرے فرشتو! میری زمین میں میری حجت کو دیکھو۔ میری عظمت کے اظہار کی خاطر عجز و نیاز کے ساتھ کیسے اپنے رخسار کو مٹی پر رکھے ہوئے سوئے ہے۔ (اے فرشتو) میں تمہیں گواہ کر کے کہتا ہوں کہ یہ (علی) میری مخلوق کا امام اور میری تمام کائنات کا مولا ہے۔'' (المناقب للخوارزمی ۳۱۹)

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے علی تجھ کو مبارک ہو تیری مثل کون ہے؟ فرشتے تیرے مشتاق اور آرزومند ہیں اور بہشت تیرے لئے ہے جب قیامت کا دن ہو گا تو میرے لئے نور کا ایک منبر نصب کیا جائے گا اور نور کا ایک منبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے اور نور کا ایک منبر تیرے لئے ہو گا پس ہم ان منبروں پر بیٹھیں گے اس وقت ایک ندا کرنے والا ندا کرے گا: مرحبا! مرحبا! وصی حبیب اور خلیل کے درمیان بیٹھا ہے، پھر جنت و دوزخ کی چابیاں لائی جائیں گی اور میں وہ چابیاں تیرے ہاتھ میں دوں گا''۔ (مناقب مرتضوی)

جان لیں صحابہ کرام سے بغض رکھنا شیرِ خدا سے محبت کی دلیل نہیں۔ حضرت علی سے سچی محبت یہی ہے کہ آپ سے اور آپ کے جملہ متعلقین و رفقاء سے پیار ہو اور ان تمام کی عزت و احترام دل میں ہو۔ حضرت علی کے رفقاء، اکابر صحابہ جو حضرت علی سے محبت رکھتے تھے، ان کی فضیلت و عظمت کے قائل تھے اور اپنے امور میں ان سے مشورہ لیتے۔ ایسے صحابہ سے بغض و عناد رکھنے والے، ان پر سب و ستم کرنے والے سخت گمراہ اور راہِ حق سے ہٹے ہوئے ہیں ایسے بدبختوں کی صحبت و مجلس سے ہر حال میں دور رہنا چاہیئے۔

کراماتِ علی المرتضیٰ:

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے حضرت علی کو ایک کافر قوم کی طرف بھیجا، ان کے ہاں شہد کی مکھیوں کی کثرت تھی اور شہد ان کی روزی کا ذریعہ تھا۔ ان کافروں نے حضرت علی کی تکذیب کی، حضرت علی نے فرمایا اے شہد کی مکھیوں یہ لوگ سرکش ہیں، تم انہیں چھوڑ کر چلی جاؤ۔ تمام مکھیاں وہاں سے اڑ گئیں اور وہ لوگ محتاج و مفلس ہو گئے۔ انہوں نے حضور کی طرف پیغام بھیجا کہ اپنے اسی قاصد کو دوبارہ ہمارے پاس بھیج دیں۔ حضور ﷺ نے

حضرت علی کو بھیجا اور وہ لوگ آپ کے دستِ حق پرست پر اسلام لے آئے۔ حضرت علی نے فرمایا: اے شہد کی مکھیوں، اس حق کی بدولت جس نے مجھے ان لوگوں کے پاس بھیجا ہے، واپس آجاؤ۔ تمام کی تمام مکھیاں واپس لوٹ آئیں۔

تفسیر کبیر جلد پنجم میں امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ایک حبشی غلام تھا جو آپ کا بہت ہی مخلص محبّ تھا۔ شامتِ اعمال سے اس نے ایک مرتبہ چوری کر لی۔ لوگ اس کو پکڑ کر حضرت علی کی خدمت میں لے آئے۔ آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ کیا تو نے چوری کی ہے؟ اس نے اپنے جرم کا اعتراف کرلیا۔ اس پر حضرت علی نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا۔ اس کے بعد وہ غلام وہاں سے نکلا اور اپنے گھر کو روانہ ہوا تو راستے میں اسے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور ابن الکواء ملے۔ ابن الکواء نے پوچھا تیرا ہاتھ کس نے کاٹا؟ اس نے جواب میں بڑے احترام سے کہا میرا ہاتھ امیر المومنین، یعسوب المسلمین، دامادِ رسول، زوج بتول حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کاٹا ہے۔ ابن الکواء نے کہا انہوں نے تیرا ہاتھ کاٹا ہے اور تو ان کی مدح کرتا ہے، اس قدر عزت واحترام سے ان کا نام لیتا ہے؟ غلام نے جواب دیا میں ان کی مدح کیوں نہ کروں کہ انہوں نے میرا ہاتھ حق کی وجہ سے کاٹا اور مجھے یہ سزا دے کر جہنم کی آگ سے بچا لیا ہے۔ حضرت علی کے پاس پہنچ کر سلمان فارسی نے اس گفتگو کا تذکرہ کیا تو حضرت علی نے اس غلام کو طلب فرمایا، اس کا کٹا ہوا ہاتھ اس کی کلائی کے ساتھ رکھا اور ایک رومال ڈھانپ کر کچھ پڑھنا شروع کیا اور دعا مانگی غیب سے آواز آئی جسے وہاں موجود سب لوگوں نے سنا کہ ''کپڑا ہٹا دو۔'' جب رومال ہٹایا گیا تو ہاتھ بالکل ٹھیک ہو چکا تھا، ہاتھ ایسے جڑ گیا تھا کہ کٹنے کا نشان تک نظر نہ آتا تھا۔

شواہد النبوت میں مولانا جامی لکھتے ہیں کہ روایات صحیحہ سے یہ بات ثابت ہے کہ جب حضرت علی سوار ہوتے ہوئے گھوڑے کی رکاب میں پاؤں رکھتے تو تلاوتِ قرآن شروع کرتے اور دوسری رکاب میں پاؤں رکھنے سے پہلے کلام مجید ختم کر لیتے۔

شواہد النبوت میں مولانا جامی لکھتے ہیں کہ ایک بار فرات میں طغیانی آ گئی جس کے باعث کھیتیاں ضائع ہونے کا خطرہ لاحق ہوا۔ اہل کوفہ نے حضرت علی سے یہ بات عرض کی تو آپ گھر تشریف لائے اور کچھ دیر بعد حضور ﷺ کا جبہ اور عمامہ شریف زیب تن کئے، ہاتھ

میں عصائے مبارک لئے باہر تشریف لائے اور سوار ہو کر دریائے فرات کے کنارے پہنچے اس وقت اپنے اور بیگانے تمام لوگ آپ کے ہمراہ تھے۔فرات کے کنارے آپ نے دو رکعت نماز ادا کی پھر عصائے مبارک ہاتھ میں لے کر دریا کے پل پر آ گئے۔حسنین کریمین آپ کے ہمراہ تھے آپ نے عصا سے پانی کی طرف اشارہ کیا تو پانی کی سطح ایک فٹ کم ہو گئی۔آپ نے لوگوں سے پوچھا کیا اتنا کافی ہے؟لوگوں نے کہا نہیں آپ نے پھر عصا سے پانی کی طرف اشارہ کیا پانی مزید ایک فٹ اور کم ہو گیا۔آپ نے پھر پوچھا،لوگوں نے کہا نہیں۔آپ نے پھر عصا سے اشارہ کیا پانی مزید ایک فٹ اور کم ہو گیا۔جب تین فٹ سطحِ آب گر گئی تو لوگوں نے کہا یا امیر المومنین بس اتنا کافی ہے۔

ازالۃ الخفا میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی ایک دیوار کے سائے میں بیٹھے ایک مقدمے کا فیصلہ فرما رہے تھے کہ لوگوں نے شور مچایا اے امیر المومنین یہاں سے اٹھ جائیں،دیوار گر رہی ہے حضرت علی نے فرمایا اللہ بہترین حافظ و ناصر ہے۔آپ نے آرام واطمینان سے مقدمے کا فیصلہ فرمایا۔جب آپ وہاں سے ہٹے تو دیوار گر گئی۔

عالم ظاہر،عالم باطن عالم برزخ سب آپ پر منکشف تھا۔چنانچہ جب حضرت عمر کا وصال ہوا تو تدفین کے بعد آپ ان کی قبر پر بیٹھ کر فرشتوں سے حضرت عمر کی گفتگو سننے لگے۔جب وہ دونوں فرشتے اپنی اصل شکل میں حضرت عمر کے پاس آئے تو حضرت عمر ان سے کانپنے لگے۔حضرت عمر نے ان کے سوالات کے صحیح جوابات دیئے تو فرشتوں نے کہا اب آپ سو جائیے۔حضرت عمر نے فرمایا میں کیسے سوؤں کہ تم دونوں کی وجہ سے مجھ پر لرزہ پڑا ہوا ہے حالانکہ میں حضور کا صحبت یافتہ ہوں۔تم دونوں مجھ سے وعدہ کرو کہ آئندہ کسی بھی ایماندار کے پاس اچھی صورت میں جاؤ گے۔فرشتوں نے یہ وعدہ کیا تو حضرت علی نے فرمایا اے عمر! اللہ آپ کو مسلمانوں کی جانب سے جزائے خیر دے کہ آپ نے اپنی زندگی اور موت دونوں حالتوں میں لوگوں کو اپنی ذات سے نفع پہنچایا۔

بعد از وصال کراماتِ علی المرتضیٰ:

اسامہ بن منقذ اپنی کتاب ''الاعتبار'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک بار خلیفہ مقتضی بامر

اللہ اپنے وزیر کے ہمراہ سادہ لباس میں فرات کے مغربی کنارے انبار کے بالمقابل قصبہ صندوریہ کی ایک مسجد کی زیارت کو گیا۔ یہ مسجد امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مسجد کہلاتی تھی۔ مسجد کا منتظم وزیر کو پہچانتا تھا اور خلیفہ کو سادہ لباس کے سبب نہ پہچان سکا، منتظم بار بار وزیر کے لئے دعائیں مانگتا۔ وزیر نے اس سے کہا کیا کر رہے ہو خلیفہ کے لیے بھی دعا مانگو۔ خلیفہ مقتضی نے وزیر سے کہا کہ اس سے پوچھو کہ اس کے چہرہ پر جو پھوڑا تھا، جو میں نے مستنصر کی حکومت میں دیکھا تھا اور وہ پھوڑا اس قدر گھناؤنا تھا کہ اس نے اس کے چہرے کے زیادہ تر حصہ کو ڈھانپ لیا تھا، اب وہ پھوڑا کہاں گیا؟ مسجد کے منتظم نے جواب دیا جیسا آپ فرمارہے ہیں میرا حال بالکل ایسا ہی تھا میں اس مسجد میں بار بار آتا تھا اس دوران مجھے ایک شخص ملا اس نے کہا جتنی بار تو اس مسجد میں آتا ہے اگر اتنی مرتبہ انبار کے فلاں عہدیدار کے پاس جاتا تو وہ ضرور تیرے لئے کسی ایسے حکیم کا بندوبست کرتا جو اس خبیث مرض کو تجھ سے دور کر دیتا۔ اس کی اس بات سے میرا دل تنگ ہوا اور شدت غم نے مجھے گھیر لیا۔ اسی غم واندوہ کی حالت میں رات کو سو گیا میں نے خواب میں اسی مسجد میں حضرت علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ کو دیکھا میں نے آپ کی جناب میں اپنی بیماری کا معاملہ پیش کیا آپ نے توجہ نہ فرمائی میں نے پھر اپنی بات دہرائی اور اس شخص کا ذکر کیا جو کسی عہدیدار سے حکیم طلب کرنے کو کہہ رہا تھا۔ میری بات سن کر شیر خدا مولیٰ علی مشکل کشاء نے فرمایا تم اسی دنیا میں جلد بازی سے وصول کرنا چاہتے ہو۔ آپ کا یہ ارشاد سنتے ہی میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے دیکھا کہ گھاؤ والا بدنما پھوڑا میرے پہلو میں پڑا تھا اور میری ساری تکلیف دور ہو چکی تھی۔ (جامع کراماتِ اولیاء)

6 مئی 1799ء کو ٹیپو سلطان نے جام شہادت نوش کیا اور اسی روز انگریزی فوج کا سرنگا پٹم کے شاہی محلات، دولت خانہ خاص اور خزانہ پر قبضہ ہو گیا۔ اس لوٹ مار میں سلطان کا کتب خانہ بھی انگریزوں کے ہاتھ آیا۔ اس وقت جو کتب خانہ ٹیپو سلطان کے نام سے انڈیا آفس لائبریری لندن میں ہے اس کتب خانہ میں سلطان کا خواب نامہ بھی ہے۔ یہ رجسٹر جس میں سلطان کے خواب تحریر تھے، خفیہ تھا جسے سلطان اپنی خاص الماری میں تالا لگا کر رکھتے تھے۔ خادمِ خاص حبیب اللہ کو اس کا علم تھا۔ اسی خادم کی نشاندہی پر کرنل پیٹرک نے

کتابوں کی الماری سے رجسٹر برآمد کیا۔ یہ خواب ٹیپو نے اس وقت دیکھا جب 1784ء میں بیک وقت انہیں مرہٹوں اور نظامِ دکن سے مقابلہ درپیش تھا۔ سلطان نے خواب میں دیکھا ''روزِ محشر کا نقشہ سامنے ہے چاروں طرف نفسا نفسی ہے اس افراتفری کے عالم میں ایک خوبصورت بزرگ آگے بڑھ کر سلطان کا ہاتھ تھام لیتے ہیں اور کہتے ہیں، جانتے ہو میں کون ہوں؟ سلطان نے لاعلمی کا اظہار کیا تو انہوں نے فرمایا میں علی کرم اللہ وجہہ ہوں۔ حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں کہ میں تمہارے (سلطان ٹیپو) بغیر جنت میں قدم نہیں رکھوں گا۔ میں تمہارا انتظار کروں گا اور تمہیں اپنے ساتھ لے کر جنت میں جاؤں گا۔'' خواب بیان کر کے سلطان نے لکھا کہ جب میں جاگا تو خوشی سے میرا تمام جسم کانپ رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے اور رسول اللہ ﷺ شافع روز جزا ہیں۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اہل سنت الجماعت کے بہت بڑے مفسر، محدث اور مناظر تھے۔ اہل بیت رسول کی بارگاہ میں بھی آپ کو بلند مقام حاصل تھا۔ کمالات عزیزی میں ہے کہ مولائے کائنات سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے خواب میں شاہ عبدالعزیز کو فرمایا فلاں شخص نے پشتو زبان میں ایک کتاب لکھی ہے جس میں ہماری مذمت کی گئی ہے تم اس کا جواب لکھو۔ شیر خدا نے کتاب کا نام، لکھنے والے کا نام اس کے باپ کا نام اور مقام سکونت سے آگاہ کیا۔ شاہ صاحب نے عرض کیا یا امیر المومنین میں پشتو زبان نہیں جانتا۔ فرمایا کچھ مضائقہ نہیں۔ آپ خواب سے بیدار ہوئے، کتاب تلاش کی اور اس کا جواب پشتو زبان میں لکھ کر منتشر فرمایا۔

علامہ مستغفری نے ایک صالح شخص سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے ایک رات میں نے دیکھا کہ قیامت برپا ہے اور تمام مخلوق میدان حشر میں جمع ہے۔ میں پل صراط کے نزدیک پہنچا اور وہاں سے گزر گیا۔ میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ حوض کوثر کے کنارے جلوہ فگن ہیں اور حسنین کریمین لوگوں کو پانی پلا رہے ہیں۔ میں ان کے پاس گیا اور پانی کے لیے عرض کی لیکن انہوں نے مجھے پانی نہ دیا۔ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ انہیں فرمایئے مجھے پانی پلائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا تجھے پانی نہیں دیں گے۔ کہ تمہارے پڑوس میں ایک شخص رہتا ہے جو علی کی بدگوئی کرتا ہے اور

تو اسے منع نہیں کرتا۔ میں نے کہا یارسول اللہ ﷺ میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جان سے نہ مار دے۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ایک چھرا دیا اور فرمایا جاؤ اسے قتل کر دو۔ میں نے خواب میں ہی اسے قتل کر دیا پھر حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کی حضور میں نے آپ کے ارشاد کی تعمیل و تکمیل کر دی۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا اے حسن اسے پانی دو۔ امام حسن علیہ السلام نے مجھے پانی دیا پھر میں خواب سے بیدار ہو گیا۔ میں نے وضو کیا نماز ادا کی اتنے میں صبح ہو گئی لوگوں میں کہرام مچا ہوا تھا کہ فلاں شخص آج سوتے میں قتل کر دیا گیا۔ حاکم وقت کے اہلکار آئے اور بے گناہ ہمسائیوں کو پکڑ کر لے گئے۔ میں نے دل میں کہا سبحان اللہ یہ خواب تو میں نے دیکھا جو اللہ تعالیٰ نے سچ کر دیا۔ میں اٹھ کر حاکم کے پاس گیا اور کہا یہ کام تو میں نے کیا ہے یہ لوگ بالکل بے گناہ ہیں۔ پھر میں نے حاکم کو سارا خواب سنایا خواب سن کر حاکم نے کہا خدا تجھے جزائے خیر دے، اٹھ اور چلا جا پھر اس نے بے گناہ لوگوں کو چھوڑ دیا۔ (شواہد النبوّت)

سیدنا علی المرتضیٰ تمام سلاسل طریقت کے امام اور مقتدا ہیں تمام سلاسل اور جملہ اولیاء میں آپ کا فیض ہے اور یہ فیضانِ ولایت آپ ہمیشہ سے تقسیم کر رہے ہیں۔ کسی پر یہ عطا منکشف کر دی جاتی ہے اور کوئی بے خبر رہتا ہے۔ چنانچہ بہجتہ الاسرار میں محمد بن احمد بلخی سے منقول ہے کہ جوانی کے دنوں میں، میں سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی زیارت اور ان سے مستفیض ہونے کے لیے بلخ سے بغداد آیا۔ اس سے قبل میں کبھی آپ سے نہ ملا تھا۔ سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ اس وقت مدرسہ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ جب آپ نے سلام پھیرا تو لوگ آپ کی طرف سلام کرنے اور مصافحہ کرنے کے لئے دوڑے۔ میں نے بھی آگے بڑھ کر مصافحہ کیا۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مسکرا کر میری جانب دیکھا اور فرمایا مرحبا اے محمد! اے بلخی! اللہ نے تیرا ارادہ جان لیا۔ آپ نے میری طرف توجہ کی جس کے سبب میری آنکھیں خوفِ الٰہی سے اشکبار ہو گئیں۔ میرے شانے کا گوشت ہیبت کے مارے پھڑ کنے لگا۔ میرا دل شوق و محبت سے لبریز ہو گیا، میرا نفس لوگوں سے گھبرانے لگا اور میرے دل میں ایسا حال پیدا ہوا جس کا بیان ممکن نہیں۔ پھر یہ حالت روز بروز بڑھتی گئی اور میں اسے برداشت کرتا رہا۔ ایک شب میں اندھیرے میں وظیفہ کے لئے کھڑا ہوا تو میرے دل

سے دو شخص ظاہر ہوئے ایک کے ہاتھ میں شراب محبت کا جام تھا، دوسرے شخص کے ہاتھ میں خلعت تھی۔ دوسرے شخص نے کہا میں علی المرتضٰی ہوں، یہ خلعت رضا ہے اور یہ مقرب فرشتہ شراب محبت کا جام لئے ہوئے ہے پھر آپ نے وہ خلعت مجھے پہنا دی اور آپ کے ساتھی نے مجھے پیالہ پلا دیا۔ خلعت رضا کے نور سے مشرق و مغرب مجھ پر روشن ہو گیا اور جام کے پینے سے غیوب کے اسرار، اولیاء کے احوال و مقامات اور عجائبات مجھ پر ظاہر ہو گئے اور یہ ایسا حال تھا کہ عقلیں جس کی متحمل نہیں ہو سکتیں۔ افکار و فہم یہاں گم ہو جاتے ہیں۔ انوار کی شعاعیں دلوں کو مدہوش کر دیتی ہیں۔

امام المشارق والمغارب سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے تصرفات، آپ کی مشکل کشائی، حاجت روائی آپ کے وصال کے بعد بھی جاری و ساری ہے۔ نہ جانے کس قدر لوگوں کی آفات و بلیات اور مشکلات آنجناب کے بے پایاں تصرف سے دور ہوئیں اور ہوتی رہیں گی۔ تمام سلاسلِ طریقت میں آنجناب کا فیض جاری و ساری ہے اولیاء و صوفیاء کا مسلسل آنجناب سے روحانی رابطہ رہتا ہے اور ان گنت اہل اللہ، آپ کے تصرف و فیضان سے واصل باللہ ہوئے، باطنی علوم سے سرفراز ہوئے آپ کا یہ فیضان قیامت تک جاری رہے گا۔

سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں حضور ﷺ کے حکم سے پہلی مرتبہ وعظ کرنے بیٹھا تو میری آواز بند ہو گئی۔ میں نے دیکھا کہ شیرِ خدا علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ روحانی طور پر تشریف لے آئے۔ فرمایا: بیٹا وعظ کیوں نہیں کرتے؟ میں نے عرض کیا والد محترم میری زبان نہیں کھلتی تو آپ نے چھ بار میرے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالا (اور تمام تر فیضان ولایت سے سرکار محبوب سبحانی کو سرفراز فرما دیا) پھر آپ تشریف لے گئے۔ میں نے دیکھا کہ غواص فکر دل کے دریا میں غوطے لگا لگا کر حقائق و معارف کے موتی نکالنے لگا اس کے بعد میری زبان میں قوتِ گویائی پیدا ہوئی اور میں لوگوں کو وعظ و نصیحت کرنے لگا۔

میرے مرشد سلطان الفقراء حضرت صوفی غلام محمد قادری رحمتہ اللہ علیہ، حضرت علی کے صاحبزادے محمد بن حنفیہ کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ جن دنوں مری کے جنگلوں میں چلہ کشی میں تھے، ایک فقیر نے آپ کے احوال سلب کرنے کے لیے باطنی حملہ کرنا چاہا تو آپ پرواز کر کے پہلے آسمان پر پہنچ گئے، وہ فقیر وہاں بھی پہنچ گیا آپ دوسرے، تیسرے یہاں تک

کے ساتویں آسمان پر پہنچ گئے مگر وہ فقیر وہاں بھی آ گیا۔ آپ نے دیکھا کہ سامنے سے مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ تشریف لائے اور آپ کو اپنے سینے سے لگایا اور فقر کا تاج آپ کے سر پر رکھ کر فرمایا آج کے بعد تمہیں کوئی بھی تنگ نہ کر سکے گا۔ شیر خدا کی ایسی طرفداری اور عنایت دیکھ کر وہ فقیر وہاں سے رفو چکر ہو گیا۔

ایک مرتبہ میرے مرشد بڑے غمگین تھے اور سوچ رہے تھے کہ کاش میں بھی سید ہوتا۔ آپ کو حضرت علی کی زیارت ہوئی انہوں نے آپ کو اپنے سینہ مبارک سے لگا کر تسلی دی اور فرمایا کیا تو میرا بیٹا نہیں؟ میں سید ہوں اور میری ساری اولاد سید ہے اور اگر اس پر دلائل چاہیئے تو ''شریف التواریخ'' کا مطالعہ کرو جس میں مصنف نے میرے سید ہونے پر بارہ حدیثیں جمع کی ہیں۔

میرے مرشد اکثر فرماتے کہ میں شیر خدا سے محبت کرتا ہوں انہوں نے میرا سینہ باطنی علوم سے بھر دیا۔ آپ بھی ان سے محبت کریں وہ آپ لوگوں کو بھی ان علوم سے لبریز کر دیں گے۔

کبھی آپ فرماتے کہ میں نے گذشتہ رات بارہ اماموں کے قدموں میں گذاری کبھی آپ جوش میں فرماتے کہ میں مظہر شیر خدا ہوں۔

پوچھتے کیا ہو مذہب اقبال یہ گناہگار بوترابی ہے

خلافت علی المرتضیٰ:

امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت علی بصرہ تشریف لائے تو ابن الکواء اور قیس بن عبادہ نے کھڑے ہو کر دریافت کیا کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ سے وعدہ فرمایا تھا کہ ''میرے بعد تم خلیفہ ہو گے۔'' یہ بات کہاں تک سچ ہے؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا یہ بات بالکل غلط ہے۔ جب میں نے سب سے پہلے حضورِ اقدس ﷺ کی نبوت کی تصدیق کی تو اب آپ پر جھوٹ کیوں تراشوں؟ اگر حضور نے مجھ سے اس قسم کا وعدہ کیا ہوتا تو میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو منبر پر کیوں کھڑا ہونے دیتا، میں ان دونوں کو قتل کر ڈالتا خواہ میرا ساتھ دینے والا کوئی بھی نہ ہوتا۔ یہ سب جانتے ہیں کہ حضور ﷺ کی وفات اچانک نہیں ہوئی۔ آپ ﷺ چند روز بیمار رہے اور جب آپ کی بیماری نے شدت اختیار کی اور مؤذن نے حسبِ معمول آپ کو نماز پڑھانے کے

لیے بلایا تو آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا، انہوں نے نماز پڑھائی اور حضور نے اس بات کا مشاہدہ فرمایا۔ اس عرصے میں ایک بار آپ کی زوجہ محترمہ نے حضور کو، حضرت ابوبکر کے لئے اس ارادے سے باز رکھنا چاہا تو حضور کو غصہ آیا اور آپ ﷺ نے فرمایا تم تو یوسف علیہ السلام کے زمانے کی عورتیں ہو! جاؤ ابوبکر کو کہو کہ وہ ہی نماز پڑھائیں۔ جب حضور ﷺ کا وصال ہوا اور ہم نے خلافت کے لئے غور کیا تو اس شخص کو چنا جس کو حضور ﷺ نے ہمارے دین (امامت) کے لئے منتخب فرمایا تھا، کیونکہ حضور دین و دنیا دونوں کو قائم رکھنے والے تھے لہٰذا ہم سب نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی اور سچی بات یہی ہے کہ آپ اس کے اہل تھے اس لئے کسی نے آپ کی خلافت میں اختلاف نہیں کیا اور نہ کسی نے روگردانی کی۔ میں نے بھی اس بناء پر آپ کا حق ادا کیا، آپ کی اطاعت کی، آپ کے لشکر میں شریک ہو کر کافروں سے جنگ کی جہاں بھی آپ نے مجھے جہاد کے لیے بھیجا میں دل کھول کر لڑا، آپ کے حکم سے شرعی سزائیں دیں اور آپ نے مال غنیمت اور بیت المال میں سے مجھے جو دیا وہ بخوشی قبول کر لیا۔

جب سیدنا صدیق اکبر کا وصال ہو گیا اور حضرت عمر خلیفہ بنائے گئے اور وہ خلیفہ اول کے بہترین جانشین اور سنت نبوی پر عمل پیرا ہوئے تو ہم نے ان کے ہاتھ پر بھی بیعت کی۔ حضرت عمر کو خلیفہ بنانے پر بھی کسی شخص نے اختلاف نہیں کیا، نہ کسی نے روگردانی کی اور نہ ہی کوئی شخص ان کی خلافت سے بیزار ہوا۔ پہلے کی طرح میں نے حضرت عمر کے بھی حقوق ادا کیئے، ان کی مکمل اطاعت کی جو کچھ انہوں نے مجھے دیا وہ میں نے لیا، انہوں نے مجھے جنگوں میں بھیجا جہاں میں نے دشمنوں سے مقابلے کیئے اور ان کے عہد میں بھی اپنے کوڑے سے مجرموں کو سزائیں دیں۔

جب حضرت عمر کے وصال کا وقت قریب آیا تو میں نے حضور کے ساتھ اپنی قرابت، اسلام لانے میں اپنی سبقت اور دیگر فضیلتوں پر غور کیا تو مجھے خیال ہوا کہ حضرت عمر میری خلافت میں اعتراض نہیں کریں گے۔ لیکن شاید حضرت عمر کو یہ خوف لاحق ہوا کہ وہ کہیں ایسا خلیفہ نامزد نہ کر دیں جس کے اعمال کا انہیں قبر میں جواب دینا پڑے، اس خیال کے پیش نظر انہوں نے خلیفہ کا انتخاب چھ قریشیوں پر چھوڑ دیا جن میں ایک میں بھی تھا۔ جب ان چھ

ارکان کا اجلاس ہوا تو انہوں نے حضرت عثمان کو چنا میں نے بھی حضرت عثمان کے ہاتھ پر بیعت کی اور پہلے خلفاء کی طرح ان کی اطاعت کی، ان کے حقوق ادا کئے، جنگیں لڑیں، ان کے عطیات قبول کئے اور مجرموں کو شرعی سزائیں دیں۔ حضرت عثمان کے بعد لوگوں نے مجھے منتخب کیا۔ اب خلافت کے لیے میرے مقابل وہ شخص کھڑا ہے جو قرابت، علم اور سبقت اسلام میں میرے برابر نہیں۔ اس لیے میں ہر طرح اس شخص کے مقابلے میں خلافت کا زیادہ حقدار ہوں۔ (تاریخ الخلفاء۔ ۲۶۵)

سید محمود آلوسی بغدادی اس آیت اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْ" بے شک تمہارے دوست و مددگار اللہ اور اسکا رسول اور ایمان والے ہیں"۔ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ یہ آیت اکثر محدثین کے نزدیک حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ کے حق میں نازل ہوئی۔ صوفیاء کرام کی کثیر تعداد کے مطابق اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت علی کی خلافت بلافصل کی طرف اشارہ ہے۔ ہاں مگر یہ خلافت باطنیہ ہے جو ارشاد، روحانی مدد کی صورت میں ہوتی ہے۔ اس سے خلافت ظاہری مراد نہیں جس میں حدود قائم کرنا، لشکر تیار کرنا، اسلام کی حفاظت کے لئے کوشش کرنا ہے۔ خلافت ظاہری اسی ترتیب پر برحق ہے جو اہل سنت کا مذہب ہے۔ ان دونوں خلافتوں میں ایسا فرق ہے جیسا مغز اور چھلکے میں۔ ظاہری خلافت کے ذریعے اسلام کے ظاہر کی حفاظت ہوتی ہے اور خلافت باطنی کے ذریعے اسلام کے باطنی نظام کی حفاظت کی جاتی ہے اور یہ مقام ہر زمانے کے قطب الاقطاب کو حاصل ہوتا ہے۔ یہ باطنی خلافت حضرت علی میں سب سے بڑھ کر پائی جاتی تھی اسی وجہ سے طریقت کے سلسلے آپ پر ہی ختم ہوتے ہیں۔ اس تقسیم سے احادیث مبارکہ میں تطبیق پیدا ہو جاتی ہے۔ جن احادیث سے خلفائے ثلاثہ کی خلافت ثابت ہوتی ہے ان سے مراد ظاہری خلافت ہے اور جس سے حضرت علی کی خلافت بلافصل ثابت ہوتی ہے ان احادیث سے مراد باطنی و روحانی خلافت ہے"۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی نے مولائے کائنات کی روحانی و باطنی خلافت کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان اقدس میں فرماتے ہیں۔ "تکمیل وارشاد باطنی کا سہرا اسی نوشاہ بزم عرفان کے سر ٹھہرا۔ غوث قطب ابدال اوتاد اسی سرکار کے محتاج اور

طالبان وصل الٰہی کو اسی بارگاہ کی جبیں سائی معراج،

سلامی جس کے در کا ہر ولی ہے　　　علی ہے، ہاں علی ہے، ہاں علی ہے

اللہ تبارک و تعالیٰ کی نیابت عامہ اور خلافت تامہ حضور سید المرسلین ﷺ کو حاصل ہے۔ دنیا و دین میں جو جسے ملتا ہے۔ ان کی بارگاہ عرش اشتباہ سے ملتا ہے۔ حضور ارشاد فرماتے ہیں۔ **اُعطیت مفاتیح الا رض** ۔ مجھے زمین کی کنجیاں دی گئیں اور فرمایا **اُوتیت مفاتیح کل شیءٍ**۔ مجھے ہر چیز کی کنجیاں عطا ہوئیں۔

علماء فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ خزانہ راز ہیں اور انہیں کے توسط سے عالم کے سب کام نفاذ پاتے ہیں جو چاہتے ہیں وہی ہوتا ہے عالم میں کوئی ان کے ارادے اور مشیت کا پھیرنے والا نہیں۔ پھر حضور ﷺ کی بارگاہ میں یہ کارِ خطیر منصب جلیل حضرت مولیٰ علی کرم اللہ جہہ کو عطا ہوا۔ تمام اقطاب عالم اس جناب کے زیر حکم، مدبرات الامر میں سروروں پر سروری، افسروں پر افسری، جملہ احکام عزل ونصب وعطا ومنع وکن ومکن انہیں کی سرکار والا سے شرفِ امضاء پاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ حاجت مندانِ عالم اپنے مطالب و مقاصد میں ان سے استمد اد کرتے اور آستانِ فیض نشان پر سرارادت دھرتے ہیں یہاں تک کہ عرفِ مسلمانانِ میں مولیٰ مشکل کشاء اس جناب کا نام ٹھہرا اور نادعلیا مظہر العجائب کا غلغلہ سمک سے سماک تک پہنچا''۔ (مطلع القمرین)

اعلیٰ حضرت نے اس مضمون میں صاف صاف وضاحت فرمائی ہے کہ حضور اقدس ﷺ کائنات میں اللہ کے مطلق نائب اور خلیفہ اعظم ہیں۔ جس کو جو کچھ ملتا ہے آپ کے وسیلے اور واسطے سے ملتا ہے۔ اور حضور ﷺ کے خلیفہ ونائب سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ہیں۔ حضور ﷺ کی بارگاہ میں آپ کو یہ منصب عطا ہوا اور یہی خلافت باطنیہ ہے۔ جو حضور ﷺ سے بلا فصل سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو عطا ہوئی۔

امام شعرانی نے شیخ الا کبر محی الدین ابن عربی کا یہ قول نقل کیا۔ ''یہ بات جان لو کہ خلفائے اربعہ خلافت میں صرف عمروں کے لحاظ سے آگے ہوئے ہیں خلافت کی قابلیت ان میں سے ہر ایک میں ہر طرح سے موجود تھی۔ ان کا خلافت میں دوسروں پر مقدم ہونا فضیلت کا تقاضہ نہیں کرتا۔''

پیر مہر علی شاہ گولڑوی فرماتے ہیں: خلافت مرتضوی کا سب سے آخر میں ہونا موجب تقصیر شان نہیں بلکہ فضیلت ہے۔ دیکھو کہ سید عالم، امام الانبیاء ﷺ مرتبہ ظہور میں سب انبیاء سے آخر ہیں''۔(ملفوظات مہریہ)

امام حسین علیہ السلام کے پوتے امام زید رضی اللہ عنہ، عظیم ہستی اور اپنے زمانے میں قرآن کے سب سے بڑے عالم تھے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے جہاد کے بارے میں فرمایا زید کا جہاد بدر کے جہاد کے مشابہ ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے آپ کے حق میں فتویٰ دیا اور جہاد میں مالی مدد بھی کی۔ اہل بیت کے اس عظیم امام کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سب سے افضل تھے مگر خلفائے ثلاثہ کی خلافتیں اپنے اپنے دور میں برحق تھیں وہ حضور کے وزیر تھے، حضور کے وفادار تھے۔ جب ہزاروں کی تعداد میں لوگ آپ کے پاس آئے اور کہا کہ ہم اس شرط پر آپ کا ساتھ دیں گے کہ آپ ابوبکر وعمر سے نفرت کا اعلان کر دیں۔ امام زیدؓ نے فرمایا میں ایسا نہیں کرسکتا وہ میرے نانا کے وزیر تھے، اس بات پر وہ لوگ آپ کا ساتھ چھوڑ گئے جس وجہ سے اُس گروہ کا نام رافضی ہوا۔
(ابن کثیر، صواعق المحرقہ، نورالابصار)

سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو ''فقر'' کی ایسی نعمت عظمیٰ حاصل تھی جس کے سامنے ساری دنیا کی بادشاہی وخلافت کچھ معنی نہیں رکھتی۔ اس شانِ فقر کو جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ میں دیکھا تو بے اختیار بولے کہ کیا آپ مجھ سے خلافت لے کر اس کے عوض یہ فقیری دے سکتے ہیں؟

جن لوگوں نے حضرت علی پر خلافت کا خواہاں ہونے، حقدار ہونے اور دوسرے خلفاء پر حضرت علی کا حق مارنے کا الزام لگایا وہ نہ شانِ فقر سے واقف ہیں نہ شان بوتراب سے۔

نہ تخت وتاج میں نہ لشکر وسپاہ میں ہے جو بات مرد قلندر کی بارگاہ میں ہے

ارے کہاں چند ملکوں کی حکومت، کہاں ساری کائنات کی شہنشاہی، قطب وقت سارے عالم کا نگراں، حاکم و مالک ہوتا ہے۔ سارے عالم کی تدبیر فرماتا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ○

جو کچھ بھی آسمانوں زمینوں اور اس کے مابین ہے سب تمہارے واسطے مسخر کر دیا۔
کچھ ایسے لوگ ہیں جن کے لیے کائنات مسخر ہو جاتی ہے اور ایسے تمام لوگوں کے سردار شیر خدا، مولائے کائنات علی المرتضیٰ ہیں۔

اور صاحب فقر اس سے بلند، بزرگ و برتر مقام پر متمکن ہوتا ہے۔ یہ صاحب کن ہوتا ہے اس کے منہ سے جو نکل جائے، وہ ہو جاتا ہے۔ عظیم ترین مقامات و مراتب کے حصول کے باوجود حضور اقدس ﷺ نے ان میں سے کسی پر بھی فخر نہ فرمایا آپ ﷺ نے فرمایا: **انا سید المرسلین و لافخر ، انا شفیع المذنبین و لا فخر انا حبیب رب العالمین و لا فخر** حضور نے فخر فرمایا تو اس ''فقر'' پر **الفقر فخری و الفقر منی** مجھے فقر پر فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے۔ کیوں؟ اس لئے دوسرے مرتبوں میں دوئی تھی مگر فقر میں دوئی ختم **اذا تم الفقر فهو الله** جب فقر تمام ہو جائے تو وہی اللہ ہے۔

کردار علی المرتضیٰ:

آپ فقر و قناعت اور زہد و تقویٰ میں یگانہ روزگار اور عبادت و ریاضت اور حلم و صبر میں بے مثل و لاجواب تھے۔ عدل و رافت اور پند و نصیحت آپ کا کام تھا۔ آپ کی شجاعت و سخاوت اور کسر نفسی ضرب المثل تھی آپ فقیر و متقی و غرباء و مساکین کو دوست اور مسافر و مہمان کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ آپ کا معمول تھا کہ بازاروں میں گشت کرتے، لوگوں کا حال دریافت کرتے اور ہر شخص کو اس کے فہم کے مطابق وعظ و نصیحت کرتے۔ بازار میں آپ لوگوں کو خدا کے خوف سے ڈراتے، سچ بولنے، کھرا سودا بیچنے، پیمانے کو پورا کرنے اور ترازو کو برابر رکھنے کا حکم دیتے۔

ابوالمطر بصری کہتے ہیں میں نے آپ کو کھجور بیچنے والوں کے پاس دیکھا۔ وہاں ایک لونڈی رو رہی تھی آپ نے اس کے رونے کا سبب دریافت فرمایا اس نے کہا اس شخص سے میں نے ایک درھم کی کھجوریں خریدیں جو میرے آقا نے واپس کر دیں مگر یہ واپس نہیں لیتا۔ آپ نے فرمایا اے بھائی! یہ خدمت گار ہے، اس کا اپنا اختیار نہیں، تو اپنی کھجوریں لے کر درھم واپس کر دے۔ اس شخص نے آپ کو دھکا دیا، اور کہنا نہ مانا، لوگوں نے کہا ارے تو جانتا ہے کہ کسے دھکا دے رہا ہے؟ یہ امیر المومنین علی ہیں۔ یہ سنتے ہی اس نے کھجوریں لے لیں

اور لونڈی کو درھم واپس کر دیا اور آپ سے معذرت کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا مجھے تجھ سے کوئی چیز خوش نہیں کر سکتی مگر یہ کہ تو لوگوں کو ان کا پورا حق دیا کرے۔

ابوالنوار بزاز سے روایت ہے کہ آپ ایک درہم کی کھجوریں خرید کر اپنی چادر میں اٹھا کر لے جا رہے تھے، ایک شخص نے کہا کیا میں اسے اٹھا لوں؟ فرمایا نہیں، بچوں کا باپ بوجھ اٹھانے کا زیادہ حقدار ہے۔

علی بن ارقم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے آپ کو بازار میں اپنی تلوار بیچتے دیکھا۔ آپ فرما رہے تھے کوئی ہے جو مجھ سے اس تلوار کو خریدے۔ اس ذات کی قسم جو دانے کو پھاڑتا ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ بہت سی لڑائیاں اس تلوار سے فتح کیں۔ اگر میرے پاس تہمند کی قیمت ہوتی تو میں اس کو نہ بیچتا۔

عمر بن یحییٰ قنبر سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے پاس مہمان آئے۔ امام حسن نے قنبر سے فرمایا بیت المال کے شہد سے میرے حصے کی مقدار میرے پاس لے آ، کہ میرے پاس مہمان کو کھلانے کو کچھ نہیں جب امیر المومنین شہد تقسیم کریں گے تو میرے حصے سے بیت المال کا حق ادا کر دینا۔ چنانچہ قنبر ایک رطل شہد لے آئے۔ بعد میں جب جناب امیر بیت المال میں تشریف لائے اور شہد کی مشک میں کمی دیکھی تو پوچھا اے قنبر اس میں کمی کیوں ہے؟ قنبر حیلہ بہانہ کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا سچ سچ بتا کیا ماجرا ہے۔ قنبر نے سچ سچ کہہ دیا آپ کو سخت غصہ آیا اور امام حسن کو بلا بھیجا۔ وہ آتے ہی آپ کے قدموں میں گر پڑے، کہنے لگے آپ کو واسطہ ہے میرے چچا حضرت جعفر طیار کا مجھے معاف کر دیجئے۔ جناب امیر کو جب بھی کوئی حضرت جعفر طیار کا واسطہ دیتا تو آپ کا غصہ ٹھنڈا ہو جاتا۔ آپ نے فرمایا مسلمانوں کا شہد لینے پر تجھے کس چیز نے مجبور کیا۔ امام حسن نے عرض کیا، کیا اس میں میرا کوئی حق نہ تھا؟ فرمایا سب مسلمانوں سے پہلے تو نے اس میں سے کیوں نفع حاصل کرنا چاہا؟ بخدا اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تیرے منہ کا بوسہ لیتے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے ضرور مارتا، جاؤ اور اس کے عوض شہد خرید کر مشک میں ڈالو۔ امام حسن نے ایسا ہی کیا پھر آپ نے اسے مسلمانوں کو بانٹا اور رو رو کر کہنے لگے یا الہ العالمین حسن کو بخش دے کیونکہ وہ اسے نہیں جانتا تھا۔ پھر فرمایا بیشک ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ

صرف اللہ کی رضا مندی کے لئے اپنے بھائیوں، بیٹوں، چچاؤں اور اپنے اہل کو قتل کرتے تھے، ہم اللہ اور اس کے رسول پر اپنی جانوں کو نچھاور کرتے تھے۔ جب اللہ نے ہمارا اعتقاد اس قدر سچا دیکھا تو ہم پر مدد و نصرت اور ہمارے دشمنوں پر ہلاکت و ذلت اتاری، یہاں تک کہ اسلام نے راحت پائی اور اپنی جگہ ساکن ہوا۔ خدا کی قسم اگر ہم بھی وہ کام کرتے جو آج تم کر رہے ہو تو دین کا ستون کبھی قائم نہ ہوتا اور ایمان کی شاخ سرسبز نہ ہوتی۔

امام قرشی، سوید بن غفلہ سے نقل کرتے ہیں میں ایک دن حضرت علی کے گھر گیا، آپ کے گھر میں سوائے ایک بورے کے، جس پر آپ لیٹے تھے، کچھ نہ تھا۔ میں نے عرض کیا اے امیر المومنین آپ مسلمانوں کے حاکم، سردار اور بیت المال کے مختار ہیں۔ آپ کے حضور بادشاہوں اور قبائل کے ایلچی آتے ہیں اور آپ کے گھر میں سوائے اس پرانے بورے کے کچھ نہیں۔ آپ نے فرمایا اے سوید عقلمند ایسے گھر سے انس نہیں کرتا جس سے اسے منتقل ہونا ہو۔ ہماری آنکھوں کے سامنے ہمیشگی کا گھر ہے ہم اپنے سامان کو اس میں منتقل کر چکے ہیں اور عنقریب ہم بھی اس کی طرف جانے والے ہیں۔ سوید کہتے ہیں بخدا آپ کے کلام نے مجھے رلا دیا۔

یہی سوید بن غفلہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں آپ کے پاس دار الامارہ آیا اس وقت آپ کے سامنے جو کی روٹی اور ایک پیالہ دودھ رکھا ہوا تھا۔ روٹی ایسی خشک تھی کہ کبھی آپ اسے ہاتھوں سے اور کبھی گھٹنے پر مار کر توڑتے تھے۔ یہ حالت دیکھ کر مجھے دکھ ہوا۔ میں نے آپ کی کنیز فضّہ سے کہا تو اس بزرگ پر ترس نہیں کھاتی، ان کے لئے جو چھان کر روٹی نہیں پکاتی، دیکھ اس پر بھوسی لگی ہوئی ہے اور اس کو توڑنے میں انہیں کس قدر تکلیف ہوتی ہے۔ فضہ نے کہا جناب امیر کو اسی میں اجر ملتا ہے اور ہم گناہگار ہوتے ہیں۔ انہوں نے ہم سے عہد لیا ہے کہ ہم ان کی روٹی کبھی بھی چھان کر نہ پکائیں۔ یہ سن کر جناب امیر میری طرف متوجہ ہوئے، فرمایا اے ابن غفلہ تو اس کنیز سے کیا کہہ رہا ہے؟ میں نے ساری بات بتائی اور عرض کیا اے امیر المومنین اپنی جان پر رحم فرمائیے اور اتنی مشقت نہ اٹھائیے۔ آپ نے فرمایا سوید تجھ پر افسوس ہے، رسول اللہ ﷺ اور ان کے اہل وعیال نے کبھی تین دن برابر گیہوں کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی اور کبھی ان کے لئے چھان کر آٹا نہیں پکایا گیا۔ میں ایک دفعہ مدینہ میں سخت بھوکا تھا، اس حال میں مزدوری کرنے نکلا میں نے دیکھا ایک

عورت مٹی کے ڈھیلوں کو جمع کر کے ان کو بھگونا چاہتی ہے میں نے اس سے فی ڈول ایک کھجور اجرت طے کی اور سولہ ڈول پانی کھینچ کر اس مٹی کو بھگو دیا یہاں تک کہ میرے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے پھر میں وہ کھجوریں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں لایا اور سارا ماجرا بیان کیا اور آپ ﷺ کے ہمراہ وہ کھجوریں نوش کیں۔

عبداللہ بن ابی رافع کہتے ہیں کہ میں عید کے دن حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے میرے سامنے چمڑے کا ایک تھیلہ رکھ دیا۔ میں نے اس کو کھولا تو اس میں جو کی روٹیوں کے خشک ٹکڑے تھے پس آپ اس میں سے کھانے لگے۔ میں نے پوچھا یا امیر المومنین اس پر مہر کیوں لگائی ہے فرمایا ان لڑکوں کے خوف سے کہ کہیں ان ٹکڑوں کو روغن سے تر نہ کر دیں۔

زید روایت کرتے ہیں مجھ سے حضرت علی نے فرمایا کل ظہر کے وقت میرے پاس آنا اور کھانا میرے ساتھ کھانا۔ میں حسب الارشاد حاضر ہوا۔ دیکھا آپ بیٹھے ہوئے ہیں اور ایک لوٹا پانی آپ کے سامنے رکھا ہوا ہے، آپ اٹھے اور ایک برتن سے ستو لے آئے، اسے پانی میں ڈال کر پیا اور مجھے بھی پلایا۔ مجھ سے صبر نہ ہو سکا۔ میں نے عرض کیا یا امیر المومنین آپ عراق میں رہ کر یہ کھاتے ہیں؟ حالانکہ یہاں قسم قسم کے کھانے ہیں۔ آپ نے فرمایا واللہ میں بخل سے ایسا نہیں کرتا مگر بقدر اپنی کفایت کے لیتا ہوں اور ڈرتا ہوں کہ سوائے ستو کے اس میں کوئی اور چیز نہ رکھی جائے اور میں مکروہ جانتا ہوں کہ اپنا پیٹ سوائے پاک چیزوں کے بھروں، اس لئے احتراز کرتا ہوں۔

منقول ہے کہ آپ اکثر تین روز کے بعد، کبھی پانچ یا چھ روز کے بعد روزہ افطار فرماتے اور کبھی نو نو روز فاقے سے رہتے۔ افطار کے وقت ایک مٹھی جو کا ستو استعمال کرتے اور اس پر ایک چلو پانی پی لیتے۔ افطار کے وقت اس قدر روتے کہ جامہ مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتا۔ فرماتے میں اس لئے روتا ہوں کہ یہ کھانا مجھ کو حلال ہے یا حرام؟ حلال کے واسطے حساب اور حرام کے واسطے عذاب ہے۔ آپ روزہ کو بہت دوست رکھتے اور فرماتے بھوکا رہنے میں، میں نے اس قدر لذت پائی کہ احاطہ بیان سے باہر ہے اور میں کیوں بھوک اور گرسنگی کو دوست نہ رکھوں جبکہ میرے رسول کریم ﷺ فقر و گرسنگی کو نہایت دوست رکھتے تھے۔

ایک دن آپ کے سامنے فالودہ رکھا گیا، آپ نے نہ کھایا، زید کہتے ہیں میں نے عرض کیا کیا یہ حرام ہے؟ فرمایا حرام تو نہیں، مگر میں اپنے نفس کو ایسی چیز کا عادی بنانا برا جانتا ہوں جس کو رسول اللہ ﷺ نے نہ کھایا ہو۔ آپنے فالودہ کو دیکھ کر فرمایا واللہ تیری بو بہت اچھی ہے تیرا رنگ بہت خوشنما ہے تیرا ذائقہ بہت عمدہ ہے مگر میں اس بات کو مکروہ رکھتا ہوں کہ اپنے نفس کو اس چیز کا عادی کروں جس کا وہ خوگر نہیں۔

منقول ہے آپ اکثر سرکہ اور نمک سے کھانا کھایا کرتے، کبھی ترکاریوں کا استعمال کرتے یا کبھی اونٹ کا دودھ پی لیتے۔ گوشت بے حد کم کھاتے تھے، فرماتے کہ اپنے پیٹ کو حیوانوں کا مقبرہ مت بناؤ۔

ایک مرتبہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے ہاں ایک مسافر نو وارد مہمان آیا۔ آپ نے اس کے آگے عمدہ عمدہ کھانے رکھے۔ مہمان نے کہا اگر اجازت ہو تو ایک بات کہوں۔ امام حسن نے فرمایا کہیئے۔ اس نے کہا میں نے مغرب کی نماز اس مسجد میں پڑھی تھوڑی دیر میں وہاں ٹھہرا رہا اس اثناء میں وہاں ایک فقیر آیا اور اس نے ایک تھیلی میں سے کچھ بھنے ہوئے جو نکالے اور ہتھیلی پر رکھ کر کھائے اور مجھے بھی پیش کئے۔ میں نے تھوڑے سے جو کھائے مگر وہ ذائقہ میں نہایت ناگوار تھے، اگر آپ اس فقیر کو بلوا کر اس نعمت میں شریک فرمائیں تو میں بے حد مشکور ہوں گا۔ امام حسن اس بات کو سن کر رونے لگے اور فرمایا اس بزرگوار کو اس دارِ فانی کے لذائذ کا مطلق خیال نہیں ہے ورنہ تمام جہان کی نعمتیں اس پر نثار تھیں، وہ بزرگ فقیر نہیں بلکہ ہم سب اس کے ادنیٰ غلام ہیں۔ اس نے اس جہاں کے لذائذ کو اپنے اوپر حرام کرلیا ہے اس کے پیشِ نظر ہمیشہ قائم رہنے والی نعمتیں ہیں اس نے اپنے قالب کو رنج و ریاضت میں گھلا دیا ہے۔ مہمان نے پوچھا کہ صاف صاف بتائیں، وہ کون ہے؟ امام حسن نے فرمایا وہ میرے والد محترم شیر خدا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ہیں۔

تری خاک میں ہے اگر شرر تو خیالِ فقر و غنا نہ کر
کہ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدار قوتِ حیدری

منقول ہے کہ آپ تمام شب بیدار رہتے تھے، ہر شب دو ہزار رکعت نفل نماز ادا فرماتے، تلاوت قرآن اور ذکر الٰہی میں مشغول رہتے۔ فجر کی نماز ادا کر کے طلوع آفتاب

تک قبلہ رو بیٹھتے اور رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھتے اور اکثر حالت وجد اور ذوق وشوق میں نعرے مارتے اور بے ہوش ہو جاتے۔منقول ہے کہ آپ کو نماز میں غایت خشوع وخضوع سے اس قدر استغراق ہوتا کہ اپنے جسم کی بھی مطلق خبر نہ رہتی،ایک لڑائی میں آپ کو تیر لگا جس کا پیکان پائے مبارک میں رہ گیا۔ جراح نے نکالنا چاہا مگر شدت درد کے سبب نہ نکلوا سکے اور پائے مبارک میں ورم ہو گیا۔ جب آپ نماز میں مشغول ہوئے تو حضور ﷺ کے ارشاد پر پیکان نکال لیا گیا اور آپ کو خبر تک نہ ہوئی۔حالتِ نماز میں ایسا جذب وانہماک ،لقائے ربانی کے سبب تھا۔ جب آپ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ نے خدا کو دیکھا ہے؟ تو فرمایا میں نے کبھی اس کی عبادت نہیں کی جب تک اسے دیکھا نہ ہو۔

منقول ہے کہ نہایت ہنس مکھ تھے کبھی کسی بات پر آپ کی شگفتہ پیشانی پر بل نہیں آتا تھا، ہر وقت تبسم سے لب مبارک کھلے رہتے تھے مگر جب سے آپ نے خرقہ درویشی زیب تن فرمایا ہمیشہ گریہ وزاری میں رہتے ، ہر قول وفعل میں نبی کریم ﷺ کی پوری متابعت کرتے اور فرماتے میں نے رسول اللہ ﷺ کا خرقہ پہنا ہے، ایسا نہ ہو کہ مجھ سے کوئی کام خلاف سنت سرزد ہو جائے اور کل قیامت کے روز مجھے درویشوں کے درمیان نادم ہونا پڑے۔

امیر معاویہ نے اپنے ایک مصاحب سے پوچھا کہ تم علی کو کیوں دوست رکھتے تھے اس نے کہا تین اوصاف کے سبب جو آپ کی ذاتِ مقدسہ میں بدرجہ اتم موجود تھیں کہ جب آپ کو غصہ آتا تو تحمل فرماتے، جب بات کرتے تو سچ بولتے اور جب حکم کرتے تو عدل فرماتے۔

علامہ ابن حجر مکی رحمتہ اللہ علیہ زواجر میں لکھتے ہیں کہ امیر معاویہ نے ضرار سے بہت اصرار کیا کہ وہ جناب امیر کے اوصاف میں سے کچھ بیان کرے۔ضرار نے کہا مولائے کائنات سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا علم وسیع تھا۔ وہ عارف باللہ تھے، دین کی تائید میں سخت تھے، آپ کا کلام حق کو باطل سے جدا کرتا تھا آپ انصاف کے ساتھ فیصلے فرماتے، دنیا کی زیب وزینت آپ کو پسند نہ تھی رات اور اس کی تاریکی کو دوست رکھتے تھے۔اکثر خوفِ خدا سے رویا کرتے تھے اکثر وبیشتر متفکر رہتے اور کفِ دست کو حسرت سے ملتے اور اپنے نفس کو ملامت کرتے، موٹا کپڑا استعمال کرتے، جو کھانا موجود ہوتا کھا لیتے، ذائقے ولذت اور زیب وزینت کا آپ کو مطلق خیال نہ تھا۔ہم لوگوں میں بالکل ہماری طرح رہتے اور

اپنے مراتبِ عالیہ کا کچھ لحاظ نہ فرماتے، جو شخص آپ کو بلاتا اس کے پاس چلے جاتے۔ ہم لوگ باوجود کمال تقرب اور نزدیکی کے آپ کی ہیبت کے سبب آپ سے کلام نہیں کر سکتے تھے۔ آپ دینداروں کی عزت کرتے، غریبوں اور محتاجوں کو دوست رکھتے۔ کسی طاقتور کو جو حق پر نہ ہوتا، آپ سے یہ امید نہ ہوتی تھی کہ آپ اس کی کچھ رعایت کریں گے اور کسی ضعیف و کمزور کو جو حق پر ہوتا، آپ سے مایوسی نہ ہوتی کہ بہ سبب اس کی کمزوری و غربت آپ اس کا خیال نہ کریں گے۔ بخدا میں نے دیکھا کہ رات کے اندھیرے میں آپ محرابِ مسجد میں ریش مبارک پکڑے اس طرح سے مضطرب تھے جیسے کسی سانپ یا بچھو نے کاٹ لیا ہو۔ میں نے دیکھا آپ انتہائی غمگین حالت میں اللہ کی جناب میں عاجزی کر رہے تھے اور گڑ گڑا کر ربنا ربنا فرماتے تھے اور فرماتے تھے اے دنیا میری طرف متوجہ نہ ہو، میری مشتاق نہ ہو، کسی اور کو جا کر فریب دے کہ میں تجھے تین طلاق دے چکا ہوں۔ میں نے تجھ سے کنارہ کشی اختیار کی، کہ تیری زندگی تھوڑی، تیرا عیش ذلیل اور تجھ سے خوف و ہراس بہت ہے اور آپ آخرت کے طویل سفر، اس کی وحشت ناکی نادانستگی اور توشہ آخرت میں کمی پر افسوس کرتے تھے۔ ضرار سے جناب امیر کے متعلق ایسا کلام سنکر امیر معاویہ رو پڑے اور آنسوان کی داڑھی تک بہہ آئے اور یہی حال تمام حاضرین کا ہوا۔ امیر معاویہ نے کہا حق تعالیٰ حضرت علی پر رحم فرماتے۔ بخدا وہ ایسے ہی تھے جیسا کہ تم نے بیان کیا۔

شیر خدا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا:

☆ انسان کی فطرت اسکے چھوٹے چھوٹے کاموں سے ظاہر ہوتی ہے۔ بڑے کام تو وہ ہمیشہ سوچ سمجھ کر کرتا ہے۔

☆ کسی پر بھروسہ کرو تو آخر تک بھروسہ کرو۔ آخر میں یا تو ایک اچھا دوست ملے گا یا ایک اچھا سبق۔

☆ دولت مٹی کی طرح ہے اسے ہمیشہ پاؤں کے نیچے رکھنا۔ اگر تم اسے سر پر چڑھاؤ گے تو یہ قبر بن جائے گی اور زندہ لوگوں کے لئے قبریں نہیں ہوتی۔

☆ لفظوں کے دانت نہیں ہوتے پھر بھی کاٹ لیتے ہیں۔ اگر یہ کاٹ لے تو اس کے زخم عمر بھر نہیں بھرتے۔

☆ صبر ایسی سواری ہے جو اپنے سوار کو گرنے نہیں دیتی، نہ کسی کے قدموں میں نہ کسی کی نظروں میں۔

☆ اگر دنیا میں سکون ہوتا تو لوگ اللہ کو بھول جاتے۔ سکون تو صرف ان لوگوں کے پاس ہے جو اللہ کی رضا کو اپنی رضا سمجھتے ہیں۔

☆ طنز اور بحث سے رشتے کمزور ہو جاتے ہیں۔ کبھی بھی اپنوں سے ایسی لڑائی نہ لڑنا جس میں لڑائی جیت جاؤ اور اپنوں کو ہار جاؤ۔

☆ اپنی زندگی میں ایسے دوستوں کو شامل کیا کرو جو کبھی آئینہ ہو تو کبھی سایہ کہ آئینہ کبھی جھوٹ نہیں بولتا، سایہ کبھی ساتھ نہیں چھوڑتا۔

☆ رزق کے پیچھے اپنا ایمان مت خراب کرو۔ رزق انسان کو ایسے ڈھونڈتا ہے جیسے مرنے والے کو موت۔

☆ اپنی سوچوں (خیالات) کو بارش کے قطروں کی طرح شفاف رکھو، جس طرح بارش کے قطرے مل کر دریا بنتے ہیں اس طرح تمہارے خیالات تمہارے کردار اور تمہاری شخصیت کی تعمیر کرتے ہیں۔

فقرِ علی المرتضٰی:

نبی کریم ﷺ کو شب معراج جو خرقہ فقر حق تعالیٰ کی جناب سے عطا ہوا، تمام صحابہ میں اس کے متحمل امام الاولیاء علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ تھے۔ روحانیت میں آپ کا درجہ بہت بلند اور شان بہت ارفع ہے۔ حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں ”وصول الی اللہ اور بلا و مصیبت کو برداشت کرنے میں حضرت علی ہمارے امام ہیں۔ مولانا روم نے مثنوی میں حضرت علی کی شان و مدحت میں کئی اشعار لکھے ان میں سے چند کا ترجمہ درج ذیل ہے:

☆ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اہل صفا یعنی اولیاء اللہ کے وجود کے لئے مثل آفتاب ہیں آپ مومنوں کے امام اور اللہ کے ولی ہیں۔ (عارف شیر خدا مولانا روم نے حضرت علی کو اولیاء میں مثل آفتاب گردانا۔ کہ یہ آفتاب ہیں باقی انکی کرنیں ہیں۔ اولیاء آنجناب کے نور سے مستنیر ہیں)

☆ آپ ایسے امام ہیں جن کا وجود حق تعالیٰ کے ساتھ قائم ہے۔ زمین و زماں اور

ارض وسماء (آپ کے وجود و فیضان سے قرار پذیر) ہیں۔

☆ آپ اپنے علم کی وجہ سے سارے عالم کے سردار ہیں اور اپنے فقر کی وجہ سے تمام فقراء کے آقا ہیں۔

☆ تمام مؤمنین کا روئے ارادت آپ کی طرف ہے کیونکہ آپ امیر ہادی اور مولیٰ ہیں۔

☆ خود رسول اللہ ﷺ نے از روئے تحقیق فرمایا کہ حضرت علی دونوں جہانوں کے ولی ہیں۔

☆ حضرت علی وہ ہیں جو رسول خدا ﷺ کے چچازاد بھائی ہیں اور خاتون جنت کے والی وشوہر ہیں۔

☆ تمام عارفانِ حق کا حسن اور قدر وکمال حضرت علی کے وجود سے ہے اور ان کی سب خوشی آپ کے دم سے ہے۔

☆ ہم سب ذرات ہیں اور وہ خورشید عالم ہیں ہم سب قطرے ہیں اور وہ دریا ہیں۔

☆ ہم سب مردہ ہیں اور وہ زندہ ہیں۔ ہم سب پستی کے مقام میں ہیں اور وہ ارفع و اعلیٰ ہیں۔

☆ چونکہ تم عشق کی وجہ سے مقام صفا میں پہنچ چکے ہو لہٰذا اپنی جان اپنے مولیٰ علی پر قربان کردو۔

☆ تا کہ تیری جان واصل جاناں ہو جائے اور قطرہ دریا میں مل جائے۔ (محدود لا محدود میں فنا ہو جائے)

☆ تو جان ودل سے اس خاندان (اہل بیت) کا غلام بن جا اگر تخت وتاج (عزت وبزرگی) تک رسائی چاہتا ہے۔

حلیۃ الاولیاء میں حضرت کعب بن عجرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''**لا تسبوا علیا فانه ممسوس فی ذات اللّٰه**'' علی کو برا مت کہو تحقیق وہ ذاتِ الٰہی میں دیوانہ ہے۔ یہ حدیث بتا رہی ہے کہ فقرِ محمدی کی میراث حضرت علی کو نصیب ہوئی۔ ولایت اور فقر میں فرق ہے۔ اولیاء اللہ کی رسائی صفاتِ باری تک ہے جبکہ فقرائے کاملین کی رسائی ذاتِ باری تک ہے۔ عوام الناس کو تو ذاتِ باری تعالیٰ میں تفکر اور غور وفکر سے منع

کیا گیا ہے۔ حضور نے فرمایا: ''تفکر وا فی صفات اللّٰہ ولا تفکر وا فی ذات اللّٰہ.'' اللہ کی صفات میں غور وفکر کرو، نہ کہ ذات باری میں اور یہاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لئے فرمایا جا رہا ہے کہ ''بیشک علی ذاتِ الٰہی میں دیوانہ ہے۔'' یہ فنا فی اللہ کا مقام ہے، فنا فی الذات کا مقام ہے اور جو مرتبہ ذات تک پہنچ جائے، ذاتِ باری میں فنا ہو جائے وہ ایک طرف تمام صفاتِ باری سے متصف ہو جاتا ہے دوسری طرف اللہ کے ساتھ ہر جگہ موجود ہوتا ہے۔ اگر کسی بلب پر رنگ کر دیں یا رنگین پنی لپیٹ دیں تو جہاں تک اس بلب کی روشنی جائے گی وہ رنگ ساتھ ساتھ پہنچے گا، ذاتِ باری میں فنائیت تامہ رکھنے والے فقراء اللہ کے ساتھ ہر جگہ ہیں اور اس کی تمام صفات کے جامع ہیں۔ پھر ایسے فقراء کے سردار کے درجات ومقامات کا کیا بیان ہو۔ جو کچھ منصب نبوت کے بعد انسان کو کمالات حاصل ہو سکتے ہیں وہ تمام آپ کی ذاتِ مقدسہ میں جمع تھے۔ چنانچہ آپ نے ایک خاص وقت میں اپنے متعلق فرمایا: **انا نقطة الباء بسم الله، انا حبيب الذى فرطتم فيه وانا القلم واللوح المحفوظ وانا العرش وانا الكرسى وانا السمٰوات السبع والارضون الى ان صحّ فى ثنائى الخطبة.''**

نیز جناب امیر نے فرمایا: **انا منشى الارواح انا باعث من فى القبور انا يد الله انا القرآن الناطق۔**

کتاب الفوائد میں ہے کہ کسی شخص نے سلطان المحققین مولانا جلال الدین رومی سے پوچھا کہ آپ اسد اللہ الغالب سیدنا علی ابن ابی طالب کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ مولانا روم نے فرمایا اگر تو اس کی ذات کے متعلق پوچھتا ہے تو وہ **ليس كمثله شیء وهو السميع البصير** ہے۔ اگر ان کی صفات کے بارے میں پوچھتا ہے تو وہ **هو اللّٰه الذى لا اله الا هو عالم الغيب والشهادة هو الرحمن الرحيم** ہے۔ اگر ان کی قوت کے بارے میں پوچھتا ہے تو **انما امره اذا اراد شيئاً ان يقول له كن فيكون** ہے۔ اگر ان کے فعل کے متعلق پوچھتا ہے تو وہ **كل يومٍ هو فى الشان** ہے۔ اور اگر ان کا نام پوچھتا ہے تو وہ **قل هو اللّٰه احد** ہے۔

اکابرین امت اور امامِ زمانہ

جملہ اکابرین امت مولائے کائنات، مظہر العجائب والغرائب سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم کی فضیلت وعظمت، ان کی ولایت، روحانیت اور تصرفات کے معترف رہے۔ ہر زمانے میں ان پر رافضیت کا الزام لگایا گیا مگر یہ اپنے موقف سے پیچھے نہ ہٹے۔ ان میں سے چند اقوال ملاحظہ ہوں:

شیخ فریدالدین عطار رحمتہ اللہ علیہ:

بارہ اماموں کی تعریف وتوصیف میں آپ کے طویل قصائد "مظہر العجائب" میں موجود ہیں۔ بارہ اماموں کی ایسی تعریف پر جب لوگوں نے انہیں رافضی کہا تو آپ نے فرمایا:

هر که دارد حب او از اتقیا ست　　　رافضی گوئی تو او را کی رواست

جوکوئی ان سے محبت کرتا ہے وہ متقی ہے، تو اسے رافضی کہتا ہے یہ کب جائز ہے۔

بهر این گفتن تو ملعون رفته　　　از مسلمانی تو بیرون رفته

یہ (رافضی) کہنے کی وجہ سے تو معلون ہو جائے گا اور مسلمانی کے حلقے سے باہر ہو جائے گا۔

هر که مومن را بگوید رافضی　　　دان که و بی شبهه باشد رافضی

جوکوئی کسی مومن کو رافضی کہتا ہے، جان لو کہ بے شک وہ خود رافضی ہے۔

رفض بر گشتن بود از راه حق　　　خود تر بر گشتی ز راه شاه حق

رفض دراصل راہ حق کو چھوڑ دینا ہے اور تو خود شاہِ حق (حضرت علی کرم اللہ) کے رستے سے ہٹ گیا ہے۔

خارجی گشتی مسلمانی مجو　　　در دل خود نورِ ایمانی مجو

تو خارجی ہو گیا ہے مسلمانی تلاش کر اور اپنے دل میں نور ایمانی تلاش کر

خارجی رانده شده از پیش شاه　　　او شده در صورت و معنی تباه

خارجی شاہ اولیاء کی بارگاہ کا راندہ ہوتا ہے اور جسم وروح کے لحاظ سے تباہ ہوتا ہے۔

ای برادر تا شوی از اهل دید　　گو گریزان شو از این قوم پلید

اے بھائی! اگر تو اہل نظر میں سے ہونا چاہتا ہے تو اس ناپاک قوم سے بھاگ۔

خارجی و ناصبی خود مرده اند　　بیشک ایشان را بدوزخ برده اند

خارجی اور ناصبی خود مردہ ہیں، بے شک یہ دوزخ کی طرف لے جانے والے ہیں۔

راهِ مردان گیر و مرد مرد شو　　با محبان باش و اهل درد شو

مردوں کی راہ پکڑ اور مرد بن، حضرت علی کرم اللہ کے چاہنے والوں کے ساتھ ہو کر اہل درد ہو۔　　(مظہر العجائب۔لسان الحقائق ۶)

امام عبدالوہاب شعرانی رحمتہ اللہ علیہ:

آپ لطائف المنن میں ارشاد فرماتے ہیں:

ایک معتمد شخص نے اہل بیت کے بارہ آئمہ اطہار علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ مصر میں تشریف لائے، اس نے عرض کی: ان دنوں مصر میں کیسے تشریف آوری ہوئی؟ آپ نے فرمایا: ہم شیخ عبدالوہاب شعرانی کی زیارت کے لئے آئے ہیں، کیونکہ مصر میں ہم کسی کو نہیں جانتے جو کہ ہم سے اس جیسی محبت کرتا ہو، دیکھنے والے نے کہا میں نے روئے زمین پر کسی کو نہیں دیکھا جس کا چہرہ ان سے زیادہ روشن ہو یا ان کے لباس سے زیادہ اچھا لباس ہو یا زیادہ مہکتا ہو۔ان کے چہرے چاند کی طرح تھے۔ نیز اس نے کہا کہ میں نے ان کے آگے حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کو دیکھا، آپ کے ساتھ حسنین کریمین علیہما السلام ہیں، ان کے ساتھ امام زین العابدین، پھر امام محمد باقر، پھر امام جعفر صادق، پھر امام موسیٰ کاظم، پھر امام علی رضا، پھر امام تقی، پھر امام علی نقی، پھر امام حسن عسکری، پھر امام مہدی علیہ السلام جو کہ آخری زمانے میں ظاہر ہوں گے۔ پس رسول اللہ ﷺ کی زیارت کے بعد اس واقعہ جیسی مجھے کوئی خوشی نہیں ہوئی۔ بے شک یہ اس امر کی دلیل ہے کہ اہل بیت اطہار علیہ السلام سب کے سب مجھ سے محبت فرماتے ہیں اور بروز قیامت میری دستگیری فرمائیں گے، بے شک یہ اپنے جدا عظم ﷺ سے جدا نہیں ہوں گے اور جو شخص حبیب شفیع و مشفع سید المرسلین ﷺ کے گروہ میں ہو گا۔ اسے انشاء اللہ العزیز کوئی غم و تکلیف نہ پہنچے گی، اللہ تعالیٰ تیری ہدایت کا متولی ہو۔ (لطائف المنن /۷۵۴)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ:

اخبارالاخیار میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جب خاتم نبوت کی خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذات گرامی تک پہنچی تو اس شجرعلم وحکمت وولایت سے شجر طوبیٰ کی مانند بے شمار شاخیں پھوٹیں، جن کے کمالات ہر جانب سایہ فگن ہوئے اور ساری دنیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نور جمالِ ولایت سے روشن ہوگئی۔ بالخصوص رسول اللہ ﷺ کی اولاد عالی مرتبت نے بحکم وراثت حقیقی ومناسبت ذاتی کا پورا پورا حصہ اور فیض حاصل کیا اور عصمت ذاتی کی بنا پر ولایت معنوی کا جھنڈا بلند کرتے ہوئے ظاہری حکومت دوسروں کے لئے چھوڑ دی''

۱۔ مملکت دین میں رسول اللہ ﷺ کے نائب وہی حضرات ہیں، حکومت ایمان کے حکام وہی حضرات ہیں۔

۲۔ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی ہو یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سمندر، سب سے اللہ کا مقصود یہی حضرات ہیں۔

''خاندان نبوت سے نور ولایت نہ کبھی منقطع ہوا نہ ہوگا اور آسمان ولایت نے بغیران اقطاب کے کبھی قرار نہیں پایا''

۳۔ اہل بیت میں رسول اللہ ﷺ کا نور جلوہ گر ہے جس طرح چاند میں آفتاب کا نور ہوتا ہے۔

۴۔ ازل سے ابد تک اس کا ظہور ہے کیونکہ یہ نور نورِ جاودانی ہے۔

''خاندان نبوت میں سے اللہ نے جسے چاہا قطب الاقطاب، بنی آدم کا غوث اور جن وانس کا مرجع بنا دیا حتیٰ کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ مجددِ دین ہو گئے۔ اگرچہ رسول اللہ ﷺ کا جمال تمام اولاد میں درخشاں ہے، لیکن حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ میں اور ہی قسم کا جمال وکمال ہے اور حقیقت میں آپ کا جمال رسول اللہ ﷺ کا جمال اور آپ کا کمال رسول اللہ ﷺ کا کمال ہے''۔

۵۔ تمام عالم نور کمالِ محمدی ﷺ کا مظہر ہے، آدم علیہ السلام حسن و جمال محمدی ﷺ کا نمونہ ہیں۔

۶۔ اس شخص کو قیامت کے دن آفتاب کی (گرمی) کا کیا غم جس کی پناہ سایہ محمدی ﷺ ہو۔
۷۔ اے غریقِ گناہ، طوفانِ غم سے نہ ڈرو کیونکہ عصمتِ آل محمد ﷺ تیرے لئے کشتیِ نوح ثابت ہوگی۔ (اخبار الاخیار مع مکتوبات فارسی/۵)

سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ:

آپ قادری سلسلے کے عظیم بزرگ ہیں اور پانچویں سلطان الفقراء ہیں۔

حضرت سلطان باہو فرماتے ہیں میں بچپن میں ایک دن سڑک کے کنارے کھڑا تھا کہ ایک بارعب صاحب حشمت، نورانی صورت والے بزرگ گھوڑے پر تشریف لائے اور میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے پیچھے بٹھالیا، میں نے ڈرتے ڈرتے، کانپتے ہوئے پوچھا: آپ کون ہیں؟ ارشاد فرمایا میں علی بن ابی طالب ہوں۔ میں نے عرض کی مجھے کہاں لے جا رہے ہیں؟ فرمایا پیارے آقا محمد مصطفیٰ ﷺ کے حکم سے تمہیں ان کی بارگاہ میں لے جا رہا ہوں۔

بارگاہِ رسالت میں حاضری ہوئی تو وہاں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی بھی جلوہ فرما تھے۔ مجھے دیکھتے ہی حضور اقدس ﷺ نے اپنے دونوں دست مبارک میری طرف بڑھائے اور فرمایا میرے ہاتھ پکڑ لو۔ پھر دست اقدس پر بیعت کی اور کلمہ کی تلقین فرمائی۔ جب میں نے کلمہ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ پڑھا تو درجات و مقامات کا کوئی حجاب باقی نہ رہا۔ پھر سیدنا صدیق اکبر نے مجھ پر توجہ فرمائی جس سے میرے وجود میں صدق و صفا (سچائی اور پاکیزگی) پیدا ہوگئی۔ توجہ فرما کر صدیق اکبر محفل سے رخصت ہوگئے۔ پھر فاروق اعظم نے مجھے پر توجہ فرمائی جس سے میرے وجود میں عدل اور محاسبہ نفس پیدا ہوگیا۔ پھر وہ بھی تشریف لے گئے۔ ان کے بعد سیدنا عثمان غنی نے میری جانب توجہ فرمائی جس سے میرے اندر حیا اور سخاوت کا نور پیدا ہوگیا پھر وہ بھی اس نورانی مجلس سے تشریف لے گئے۔ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مجھ پر توجہ فرمائی تو میرا جسم علم، شجاعت اور حلم سے بھر گیا پھر حضور اقدس ﷺ میرا ہاتھ پکڑ کر سیدہ فاطمۃ الزہرا کے پاس لے گئے تو سیدہ نے فرمایا 'تم میرے فرزند ہو' پھر میں نے حسنین کریمین کی قدم بوسی کی اور ان کی غلامی کا پٹہ اپنے گلے میں پہن لیا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے مجھے پیر دستگیر سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا۔ حضور غوث الاعظم نے مجھے مخلوق کی

رہنمائی کا حکم ارشاد فرمایا۔ سلطان باہو فرماتے ہیں میں نے جو کچھ بھی دیکھا اپنی ظاہری آنکھوں سے دیکھا۔(باہو عین باہو)

نور الھدیٰ میں حضرت سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جاننا چاہئیے کہ شیخ و مرید دونوں پر فرض ہے کہ نبی کریم ﷺ کی آل کی خدمت (میں رہیں) اور سادات کے سامنے صدق اخلاص اور ارادت سے سرنگوں رہیں۔ جو کوئی سادات کو رضامند نہیں کرتا، اس کا باطن کبھی صاف نہیں ہوتا اور وہ معرفت الٰہی کو ہرگز نہیں پہنچ سکتا۔ اگرچہ تمام عمر ریاضت کے پتھر سے سر ٹکراتا رہے۔ سادات کے خادم ہی مخدوم بنتے ہیں۔ جو آل نبی، اولاد سیدہ فاطمۃ الزہراء اور حضرت علی کا منکر ہے، وہ (راہِ فقر) میں محروم رہتا ہے۔''(نور الھدیٰ۔۳۱۷)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ:

القول الجلی میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''میں ایک دن حضرات اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کی قبور کی طرف متوجہ ہوا، میں نے ان کو طریقہ معرفت پر پایا، جو اولیاء اللہ کے طریقوں کی اصل بنیاد ہے۔''

''ایام عاشورہ میں اہل بیت اطہار علیہ السلام کی جانب سے متعدد بار یہ اشارہ ملا کہ ان کی بارگاہ میں ایصال ثواب کرنا چاہئیے میں نے ایک دن تھوڑی سی شیرینی منگوائی اور تکمیلِ قرآن کر کے ایصال ثواب کیا۔ پس میرے اس عمل سے ان کی ارواح طیبہ میں مسرت وخوشی کا مجھے مشاہدہ ہوا۔'' نیز یہ بھی ارشاد فرمایا:''جب آئمہ اہل بیت علیہ السلام کی ارواح طیبہ میں غور وخوض کیا تو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی ذاتِ اقدس میں ایک خاص امتیاز اور رفعت وعظمت کا مشاہدہ ہوا جو دوسروں میں نظر نہ آیا اور ایسا واضح ہوا کہ وہ نسبت جو اہل بیت علیہ السلام کے لئے مخصوص ہے گویا ملاحقہ افکار سے آپ علیہ السلام کی جناب میں کامل ومکمل ہوئی۔ اس کے بعد اس کا اتباع اور تعلق آپ علیہ السلام کے ساتھ رہا۔ اسی طرح اولیاء اللہ میں جو دبدبہ اور الٰہیت حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ میں معلوم ہوتی ہے وہ کسی دوسرے میں نہیں پائی جاتی۔''(القول الجلی فی ذکر آثار الولی/۸۱)

''ایک روز مقامِ قرب میں نظر گئی تو ہر چند نظر دور دور گئی لیکن وہ جہتِ خاص جو

حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں تھی، اس سے زائد کسی میں نہ دیکھی گئی اور اس جہت میں کسی دوسرے کی ان پر فضیلت نہیں دکھائی دی اور آپ کرم اللہ وجہہ اس جہت (یعنی مقام قرب کے) اعلیٰ مرکز کے اوپر ہیں اور اسی لئے آپ ہی مبداء عرفان ہوئے ہیں۔" (القول الجلی)

ھمعات میں شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں: "اس امت مرحومہ میں سب سے پہلے ولایت کا دروازہ کھولنے والے سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ہیں۔ جناب امیر کا راز ولایت آپ کی آل پاک میں سرایت کر گیا۔ چنانچہ اولیائے امت میں سے ایک بھی ایسا نہیں ہے جو کسی نہ کسی طور پر سیدنا علی المرتضیٰ کے خاندانِ امامت سے (اکتساب ولایت کے لئے) وابستہ نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ کی امت میں پہلا فرد جو ولایت کے (سب سے اعلیٰ طریق) باب جذب کا فاتح بنا اور جس نے اس مقام بلند پر (پہلا) قدم رکھا وہ امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی ذاتِ گرامی ہے اسی وجہ سے روحانیت و ولایت کے تمام طریقوں کے سلاسل آپ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اب اس امت میں جسے بھی بارگاہ رسالتمآب ﷺ سے فیض ولایت نصیب ہوتا ہے وہ یا تو نسبت علی المرتضیٰ سے ہوتا ہے یا نسبت غوث الاعظم جیلانی سے۔ اس کے بغیر کوئی شخص بھی مرتبہ ولایت پر فائز نہیں ہو سکتا۔" (ھمعات۔۶۲)

مرزا مظہر جانِ جاناں رحمتہ اللہ علیہ:

مرزا مظہر جان جاناں رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

"آئمہ اہل بیت علیہ السلام سے اظہارِ محبت اور اصحابِ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کی یکساں تعظیم لازم ہے اور یہ صراطِ مستقیم ہے جو قیامت کے دن پل صراط کی صورت میں نمودار ہوگی جو دنیا میں اس سیدھی راہ سے منحرف نہیں ہوگا وہ قیامت کے دن اس سے استقامت کے ساتھ گزر جائے گا، آئمہ اطہار علیہ السلام کی محبت ایمان کا موجب اور تصدیق وایقان کا سرمایہ ہے، ہمارے لئے تو ان کی محبت کے سوا اور کوئی عمل وسیلہ نجات نہیں" پھر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے یہ شعر پڑھا:

نکرد مظہر ما طاعتی و رفت بخاک
نجات خود بتولائے بو تراب گذاشت

ترجمہ: ہمارے مظہر نے کوئی نیکی نہیں کی اور آسودہ خاک ہو گیا اور اپنی نجات کا معاملہ ابو تراب علی کرم اللہ وجہہ کی ولا و محبت سے وابستہ کر لیا۔ (مقاماتِ مظہری)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی رحمتہ اللہ علیہ:

قاضی ثناء اللہ ''السیف المسلول'' میں ارشاد فرماتے ہیں:

کارخانہ ولایت کے فیوض و برکات جناب الٰہی سے نازل ہوتے ہیں وہ اولاً ایک شخص پر نازل ہوتے ہیں اور کل اولیاء عصر کو ان کے مراتب و استعداد کے موافق اس شخص سے تقسیم ہوتے ہیں اور کسی ولی کو بغیر توسط اس بزرگ کے فیض حاصل نہیں ہوتا اور مردان خدا سے کوئی بھی ان کے وسیلہ کے بغیر منصب ولایت نہیں پاتا، اقطاب اور اوتاد و ابدال و نجبا و نقبا اور جمیع اقسام اولیاء اللہ ان کے محتاج رہتے ہیں اور یہ منصب عالی حضرت ابو البشر سیدنا آدم علیہ السلام کے وقت ظہور سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روح پاک کے ساتھ مقرر تھا اور آپ کے جسم عنصری میں آنے سے پہلے سابقہ امتوں کے اولیاء اللہ آپ کی روح پاک کے توسط سے درجہ ولایت کو پاتے تھے اور آپ کے وجود عنصری میں آنے کے بعد تا وقت وفات کل صحابہ کرام تابعین عظام کو یہ دولت آپ ہی کے توسط سے پہنچتی رہی اور آپ کی رحلت کے بعد یہ منصب عالی حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کو اور اس کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام کو پھر، حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اور ان کے بعد حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو پھر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو پھر حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو پھر حضرت امام علی رضا علیہ السلام کو پھر حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کو پھر حضرت امام علی نقی علیہ السلام کو پھر حضرت امام عسکری علیہ السلام کو عطا ہوا اور حضرت حسن عسکری علیہ السلام کی وفات کے بعد سے حضرت شیخ سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے ظہور تک یہ منصب عالی حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی روح پاک کے متعلق رہا، جب حضرت سلطان المحبوبین حضرت شیخ سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اس عالم میں رونق افروز ہوئے تب یہ منصب عالی حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو تفویض ہوا اور تا وقت ظہور حضرت امام محمد مہدی علیہ السلام یہ منصب مبارک حضرت پیران پیر دستگیر رضی اللہ عنہ سے متعلق رہے گا، لہٰذا آپ رضی اللہ عنہ نے

فرمایا ''قدمی هذه علی رقبة کل ولی الله'' یعنی میرا یہ قدم کل اولیاء کی گردن پر ہے۔
اور فرمایا:

افلت شموس الاولین وشمسنا ابدا علی الافق العلی لا تغرب

یعنی اولین کے آفتاب غروب ہو گئے لیکن ہمارا آفتاب ولایت ہمیشہ بلندی پر ہی رہے گا قیامت تک غروب نہ ہوگا۔

جب امام مہدی علیہ السلام ظاہر ہوں گے تب یہ منصب عالی آپ کو تفویض ہوگا اور آخری دور تک یہ منصب آپ علیہ السلام ہی کے پاس رہے گا۔

امام زمانہ کی حقیقت

نبی کریم ﷺ کا نور مبارک ہر نبی کا مدد و معاون رہا۔ آپ کے وسیلے سے ہر نبی کی مشکلیں آسان ہوئیں۔ آدم علیہ السلام کی توبہ، نوح علیہ السلام کی کشتی کی نجات، ابراہیم علیہ السلام پر آگ کا گلزار ہونا اور اسمٰعیل علیہ السلام کا چھری سے بچنا وغیرہ۔ یہ تمام حضور اقدس ﷺ کے صدقے، وسیلے اور مدد سے ممکن ہوا۔

مولائے کائنات سیدنا علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ کے کلام میں بھی ایسے اشارے ملتے ہیں جن میں ہر نبی کی مدد کا اظہار ہے۔

سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے قصائد میں بھی ایسے اشعار ہیں جن میں آپ نے فرمایا کہ میں نے فلاں فلاں نبی کی مدد فرمائی۔ آپ نے اپنے ایک قصیدہ میں فرمایا:

أَنَا كُنْتُ فِي الْعُلْيَا بِنُوْرِ مُحَمَّدٍ وَفِي قَابَ قَوْسَيْنِ اجْتِمَاعُ الْاَحِبَّةِ

میں بلندیوں میں نورِ محمد ﷺ کے ساتھ تھا اور قاب قوسین میں پیاروں کا ملاپ تھا۔

أَنَا كُنْتُ مَعَ نُوْحٍ أَشَاهِدُ فِي الْوَرٰے بِحَارًا وَطُوْفَانًا عَلٰى كَفِّ قُدْرَتِیْ

میں نوح علیہ السلام کے ساتھ تھا، مشاہدہ کرتا تھا مخلوق میں دریاؤں اور طوفان کا اپنے دست قدرت پر۔

وَكُنْتُ مَعَ اِبْرَاهِيْمَ مُلْقًىٰ بِنَارِهٖ وَمَا بُرِّدَ النِّيْرَانَ اِلَّا بِدَعْوَتِیْ

اور میں ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تھا جبکہ وہ آگ میں ڈالے گئے اور آگ ٹھنڈی نہ ہوئی مگر میری دُعا سے۔

اَنَا كُنْتُ مَع رَاعِي الذَّبِيْح فِدَاءَهٗ وَمَا نَزَلَ الْكَبْشَانِ اِلَّا بِفَتْوَتِیْ

میں اسمٰعیل علیہ السلام اور ان کے والد کے ساتھ تھا، ان کے فدیے کے وقت، اور مینڈھا نازل نہ ہوا مگر میری ہی جوانمردی کے سبب۔

أَنَـا كُـنْـتُ مَعَ يَعْقُوْبَ فِي غَشْوِ عَيْنِهٖ وَمَـا بَـرِئَـتْ عَيْـنَـاهُ اِلَّا بِتَـفْـلَتِـىْ

میں یعقوب علیہ السلام کے ساتھ تھا جب ان کی آنکھ بند ہوگئی (وہ نابینا ہوگئے) اور نہیں لوٹ آئیں ان کی آنکھیں مگر میرے لعابِ دہن سے۔

اَنَا كُنْتُ مَعَ اِدْرِيْس لَمَّا ارْتَقَى الْعُلَا وَاَقْـعَـدْ تُـهُ الْـفِرْدَوْسَ اَحْسَنَ جَنَّتِىْ

میں ادریس علیہ السلام کے ساتھ تھا جبکہ وہ بلندی پر چڑھے اور میں نے ان کو اپنی بہترین جنت میں بٹھا دیا۔

اَنَـا كُـنْـتُ مَـعَ مُـوسٰـے مُـنَاجَاةَ رَبِّهٖ وَمُوْسٰى عَصَاهُ مِنْ عَصَاىَ اسْتَمَدَّتِ

میں موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھا جب وہ اپنے رب سے مناجات کرتے تھے اور موسیٰ علیہ السلام کا عصا، میرے استمداد کے عصاؤں میں سے (ایک عصا) تھا۔

أَنَـا كُـنْـتُ مَـعَ اَيُّوْبَ فِي زَمَنِ الْبَلَا وَمَـا بَـرِئَـتْ بَـلْـوَاهُ اِلَّا بِـدَعْـوَتِـىْ

میں ایوب علیہ السلام کے ساتھ تھا جب وہ آزمائش میں مبتلا تھے اور ان کی بَلا دُور نہ ہوئی مگر میری دُعا سے۔

اَنَا كُنْتُ مَعَ عِيْسٰى وَفِى الْمَهْدِ نَاطِقًا وَأَعْـطَيْـتُ دَاؤدَا حَلَاوَةَ نَـغْمَةِ

میں عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھا جبکہ وہ جھولے میں بولتے تھے اور میں نے ہی داؤد کو نغمے کی مٹھاس عطا کی۔

أَنَـا الْـوَاحِـدُ الْـفَـرْدُ الْـكَبِيْرُ بِذَاتِـهِ أَنَا الْوَاصِفُ الْمَوْصُوفُ شَيْخُ الطَّرِيْقَةِ

میں اپنی ذات میں یگانہ اور فرد کبیر ہوں۔ میں صفت کرنے والا صفت کیا گیا شیخِ طریقت ہوں۔

وَمَـا قُـلْـتُ هٰـذَا الْـقَوْلَ فَخْرًا وَّاِنَّمَا اَتَـى الْاِذْنُ حَتّٰى يَـعْـرِفُـوْنَ حَقِيْقَتِىْ

اور میں نے یہ بات بطور فخر نہیں کہی بلکہ مجھے حکم آیا ہے یہاں تک کہ لوگ میری حقیقت کو پہچان لیں۔

فَـجَـدِّىْ رَسُـوْلُ الـلّٰـهِ طٰـهَ مُحَمَّدٌ أَنَـا عَبْـدُ الْـقَـادِرِ شَيْـخُ كُلِّ طَرِيْقَةِ

تو میرے نانا رسول اللہ ﷺ طٰہٰ محمد ہیں۔ میں عبدالقادر ہر طریقت کا شیخ ہوں۔

اور یہ بات حقیقت ہے کہ صادق الامین حضور اقدس ﷺ کی طرح نہ کبھی سیدنا علی المرتضیٰ نے جھوٹ بولا، نہ کبھی جھوٹا دعویٰ کیا۔ اسی طرح سیدنا غوث الاعظم ساری زندگی راہِ صدق پر گامزن رہے اور کلام و بیان میں کوئی غلط دعویٰ نہ کیا۔

اس بات کی حقیقت سمجھنی ہو اور شیخ فریدالدین عطار کے فضیلت علی المرتضیٰ کے کلام کو سمجھنا ہو یا مولانا روم نے شیر خدا کی شان اقدس میں جو تصریح فرمائی اور دیگر اکابرین نے جو اس موضوع پر کہا اس کی حقیقت سمجھنی ہو تو بس ایک نقطہ سمجھ لیں۔ پھر تمام باتیں سمجھنی آسان ہو جائیں گی۔

اللہ عزوجل نے سب سے پہلے اپنے نورِ جمال سے نورِ محمدی، حقیقت محمدی کو پیدا فرمایا پھر اس نور سے تمام ارواح اور دیگر مخلوقات پیدا فرمائیں۔ جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے: حضور ﷺ نے فرمایا: **انا من نور اللہ و الخلق کلھم من نوری** میں اللہ کے نور سے ہوں اور ساری مخلوقات میرے نور سے ہے۔ سارے انبیاء کو حضور کا فیض ہے۔ حقیقتِ محمدیہ جملہ انبیاء کی مددگار رہی مگر تمام انبیاء میں اس حقیقت محمدیہ کا کامل طور پر اور اصالتاً ظہور حضور اقدس ﷺ کی ذاتِ مقدسہ میں ہوا اور آپ نے فرمایا **لم یعرفنی حقیقتاً غیر ربی** میری حقیقت کو میرے رب کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اسی بناء پر حضور تمام انبیاء و مرسلین کے سردار، امام اور ان تمام پر فضیلت و عظمت والے ٹھہرے۔

تمام صحابہ میں حضور کا فیض لیکن حقیقت محمدیہ کا کامل ظہور شیر خدا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذاتِ مقدسہ میں ہوا۔ اسی بنا پر آپ تمام صحابہ میں من کل الوجوہ فضیلت رکھتے ہیں اور خود اکابر صحابہ نے آپ کی فضیلت و عظمت کا اعتراف کیا۔

بالکل اسی طرح جملہ اولیاء میں حضور کا فیض ہے مگر حقیقت محمدیہ کا کاملاً اور اصالتاً ظہور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی ذات مقدسہ میں ہوا اور آپ نے فرمایا **تاللہ ھذا وجود جدی و لا وجود عبدالقادر** ۔ اللہ کی قسم یہ میرے جد امجد جناب رسول اللہ ﷺ کا وجود ہے، عبدالقادر کا وجود نہیں۔

اب حقیقت محمدیہ ﷺ ہی حضور ﷺ کی زبان اقدس پر گویا ہے کہ میں نے ہر نبی کی مدد کی اور وہی حقیقت محمدیہ شیر خدا علی المرتضیٰ اور سیدنا غوث الاعظم کی زبان اقدس سے

اظہار کررہی ہے کہ میں نے ہر نبی کی مدد کی۔

علی اولیاء را دلیل است برحق
علی انبیاء را ولیاً نصیرا

(مولانا جامی)

شانِ امام بزبانِ امام

ینابیع المودۃ میں ہے کہ سوید بن نوفل ہلالی کے اعتراض پر سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے جلال میں فرمایا:

''میں سر الاسرار ہوں میں شجرہ انوار ہوں، میں آسمانوں کا قائد ہوں، میں تسبیح کرنے والوں کا مونس ہوں، میں جبریل کا خلیل ہوں، میں میکائیل کا صفیح ہوں، میں فرشتوں کا قائد ہوں، میں افلاک کا سمندر ہوں، میں سچائی کا تخت ہوں، میں لوح محفوظ ہوں، میں تاریکی میں قطب ہدایت ہوں، میں بیت المعمور ہوں، میں بادلوں کو مزین کرنے والا ہوں، میں سخت تاریک راتوں کا نور ہوں، میں گہرے سمندر میں کشتی نجات ہوں، میں تمام انبیاء کی حجت ہوں، میں مخلوق کو مضبوط کرنے والا ہوں، میں محق الحقائق ہوں، میں بہترین تاویل کرنے والا ہوں، میں مفسر انجیل ہوں، میں چادر کساء کا پانچواں فرد ہوں، میں سورہ نساء کے احکام کو واضح بیان کرنے والا ہوں، میں اہل الفت کے لئے جائے محبت ہوں، میں اعراف کے مردوں میں سے ہوں، میں سرّ ابراہیم ہوں، میں اژدھائے کلیم ہوں، میں اولیاء کا ولی ہوں، میں انبیاء کا وارث ہوں، میں دریائے زبور ہوں، میں حجاب غفور ہوں، میں خدائے بزرگ کا انتخاب شدہ ہوں، میں انجیل کا ایلیا ہوں، میں مضبوط وقوی اعصاب والا ہوں، میں لوائے الحمد کا حامل ہوں، میں امام محشر ہوں، میں ساقی کوثر ہوں، میں جنت کا تقسیم کرنے والا ہوں، میں جہنم کا تقسیم کرنے والا ہوں، میں دین کا سردار ہوں، میں امام المتقین ہوں، میں برگزیدہ رسولوں کا وارث ہوں، میں مدد کرنے والوں کا مددگار ہوں، میں کفر کو مٹانے والا ہوں، میں نیک آئمہ کا باپ ہوں، میں قلعہ خیبر کا دروازہ اکھاڑنے والا ہوں، میں دشمنوں کے گروہوں کو متفرق کرنے والا ہوں، میں نایاب نگینہ ہوں، میں باب المدینہ ہوں، میں مفسر آیات قرآن ہوں، میں مشکلات کو دور کرنے والا ہوں، میں نون اور قلم ہوں، میں اندھیروں کو دور کرنے والا چراغ ہوں، میں متی (یونس متی) کا مقصود ہوں، میں ممدوح ہل اتی ہوں، میں خبر عظیم ہوں، میں صراط مستقیم ہوں، میں

گوہر نایاب ہوں، میں جبل قاف ہوں، میں حروف کا راز ہوں، میں اجسام کا نور ہوں، میں جبل الراسخ ہوں، میں بلند و بالا علم ہوں، میں اسرار کی چابی ہوں، میں دلوں کا چراغ ہوں، میں ارواح کا نور ہوں، میں اجسام کی روح ہوں، میں پلٹ کر حملہ کرنے والا شیر ہوں، میں دوستوں کی مدد کرنے والا ہوں، میں غضب الٰہی کی سونتی ہوئی تلوار ہوں، میں شہید مقتول ہوں، میں جامع القرآن ہوں، میں قرآن کا واضح بیان ہوں، میں رسول اللہ کا دوست ہوں، میں بتول کا شوہر ہوں، میں اسلام کا ستون ہوں، میں بتوں کا توڑنے والا ہوں، میں محفوظ کان ہوں، میں جنات کا قاتل ہوں، میں صالح المومنین ہوں، میں امام **المفلحین** ہوں، میں پرہیز گاروں کا امام ہوں، میں اسرار نبوت کا خزانہ ہوں، میں اولین کی خبروں سے مطلع ہوں، میں آخرین کے واقعات کی خبر دینے والا ہوں، میں قطب الاقطاب ہوں، میں حبیب الاحباب ہوں، میں مہدی وقت ہوں، میں وقت کا عیسیٰ ہوں، اللہ کی قسم! میں وجہ اللہ ہوں، اللہ کی قسم میں اسد اللہ ہوں، میں سید العرب ہوں، میں تکلیفوں کا دور کرنے والا ہوں، میں ہی وہ شخص ہوں جس کے بارے میں کہا گیا ''**لا فتیٰ الا علی**'' میں ہی وہ شخص ہوں جس کی شان میں ارشاد ہوا ''**انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ**'' میں نبی غالب کا شیر ہوں، میں علی ابن بی طالب ہوں''۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ کلام سن کر معترض ایک چیخ مار کر گرا اور مر گیا۔ پھر حضرت علی نے فرمایا: ''تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے ارواح کو تخلیق کیا، امتوں کو پیدا کیا، رحمت کاملہ نازل ہوا اسم اعظم، نور مقدم حضرت محمد ﷺ پر، مجھ سے آسمان کے راستوں کے متعلق دریافت کرو، میں آسمانی راستوں کو زمین کی نسبت زیادہ جاننے والا ہوں، مجھ سے سوال کرو قبل اس کے کہ تم مجھے نہ پاؤ، بے شک میرے دونوں پہلوؤں کے درمیان کثیر علوم کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر رہے۔''

یہ کلام سن کر علماء و اصفیاء نے آپ کے قدمین شریفین کو چوما اور اسم اعظم کی قسم دے کر آپ سے عرض گزار ہوئے کہ آپ اپنا کلام مکمل فرمائیں۔

بحر الراسخین وحبر العارفین سیدنا علی ابن ابی طالب نے ارشاد فرمایا:

''جب یہ حال ہوگا تو علم محمدیہ کو اٹھانے والا، سلطنتِ احمدیہ کو تلوار سے قائم

کرنے والا اور حق بات کہنے والا ظاہر ہوگا، جو نظام مملکت کو سنبھالے گا اور فرائض وسنن کو زندہ کرے گا'' پھر آپ نے ارشاد فرمایا: اے مرتبے سے ناواقف اور میرے حال سے بے خبر! بے شک عجیب وغریب آثار اور پوشیدہ راز میرے دل میں ہے، اس لئے کہ میں نے پردوں کو چاک کیا، عجائبات کو ظاہر کیا، میں باب علم تک آیا، میں نے درست گفتگو کی، میں نے غیب کے خزانوں کو کھولا، میں نے دل کی باریکیوں کو ظاہر کیا، میں نے معارف کے خزانوں کو جمع کیا اور لطائف کی معرفت پر مطلع ہوا، تو بشارت ہے اس کے لئے جس نے اس کلام کی رسی کو مضبوطی سے تھاما اور اس امام کی اقتداء میں نماز قائم کی، کیونکہ وہ کتاب مسطور اور رق المنشور پر مطلع ہے اور وہ بیت المعمور میں بھرے ہوئے سمندر میں داخل ہوتا ہے''۔
پھر آپ نے اشعار پڑھتے:

''میں نے علوم اولین کو محفوظ کیا اور میں علوم آخرین کا ضامن ہوں۔ میں نے پوشیدہ اسرار کو بیان کیا اور میرے پاس قدیم وجدید کی خبریں ہیں۔ میں ہر مضبوط وقوی پر فائق ہوں، تمام جہانوں کا احاطہ کرنے والا علیم ہوں''۔

پھر آپ نے ارشاد فرمایا: اگر میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر کروں تو ستر اونٹ لاددوں۔
قٓ ط والقرآن المجید ایسے کلمات ہیں جن کے راز مخفی ہیں، یہ ایسی عبارات پر مشتمل ہے جس کے آثار جلیل الشان ہیں، یہ دلوں کی معرفت کا چشمہ ہیں، پوشیدہ لطائف کا چراغ ہیں، عقل کی انتہاء ہیں گویا کہ نجوم الثاقب ہیں، فہم کی ابتداء ہیں، علوم کی انتہاء ہیں، حکمت ہر حکیم کی گم شدہ میراث ہے، وہ پاکیزہ قدیم ذات ہے جو کتاب کو (ان الفاظ سے) شروع کرتا ہے، ولایت کو اس کے مسکن کی طرف لوٹاتا ہے، اے منصور! دیوار کی تعمیر کی طرف بڑھو، یہ عزیز علیم کی تقدیر ہے''۔

امام الاولیاء شیر خدا سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے درج بالا کلام کو سمجھنے کے لئے یہ نقطہ سمجھنا ضروری ہے کہ اللہ عزوجل نے شجر موسوی سے کلام کیا۔ جب حق تعالیٰ کسی درخت کے ذریعے کلام فرما سکتا ہے تو اشرف المخلوقات انسان کے ذریعے کلام کیونکر نہیں کر سکتا۔ دنیا میں بے شمار فنافی اللہ بقاباللہ اولیاء گزرے، جن کی زبان پر حق تعالیٰ متکلم ہوا۔ کسی نے کہا **انا الحق**، کسی نے کہا **سبحانی ما اعظم شانی**، کسی نے کہا **لیس فی جبتی سوی اللہ**، کسی نے کہا **نور نورم، نور نورم، نور نور. من نیم و اللہ مسعود من نیم**۔ تو اگر امام اولیاء کی زبان مقدس سے حق تعالیٰ متکلم ہوجائے تو کیا عجب!

امام زمانہ سے محبت کرنے والوں کے اوصاف

ینابیع المودۃ میں حضرت علی سے روایت ہے، آپ لوگوں کی ایک جماعت پر سے گزرے تو وہ لوگ تیزی سے کھڑے ہو کر آپ کے پاس آئے۔ آپ نے دریافت فرمایا: تمہارا تعلق کس قبیلہ سے ہے؟ انہوں نے کہا: اے امیر المومنین! ہم آپ کے چاہنے والے ہیں۔ آپ نے ان سے پوچھا: کیا وجہ ہے میں تم میں اپنے چاہنے والوں کی کوئی علامت اور اپنے محبین کی سیرت نہیں دیکھ رہا؟ تو وہ لوگ حیا کی وجہ سے جواب نہ دے سکے۔ آپ کے ہمراہ ایک شخص نے عرض کیا: ''ہم آپ کو اس ذات کا واسطہ دے کر سوال کرتے ہیں جس نے اہل بیت کو عزت و اکرام سے نوازا، آپ کو خاص اور برگزیدہ فرمایا، ہمیں اپنے محبین کے سیرت و کردار سے آگاہ فرمایئے۔'' حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: ہمارے چاہنے والے عارف باللہ، احکام الٰہی پر عمل کرنے والے، فضائل کے مالک، سچ بولنے والے، قلیل طعام اور لباس والے، عاجزی اور انکساری والے، اطاعت الٰہی میں خائف، عبادت الٰہی میں خشوع و خضوع والے، حرام چیزوں سے نگاہیں جھکانے والے، اپنی توجہ اپنے رب کے علم پر رکھنے والے اور قضائے الٰہی پر رضا مند رہنے والے ہوتے ہیں۔ اگر اللہ نے ان کی موت کا وقت مقرر نہ کیا ہوتا تو روحیں ان کے جسموں میں، اللہ تعالیٰ کے ساتھ ملاقات اور ثواب کے شوق کی وجہ سے اور دردناک عذاب کے خوف سے ان کے جسموں میں پلک جھپکنے کے برابر بھی نہ رہتیں، ان کے دلوں میں خالق کا مرتبہ بلند ہے اور اس مالک حقیقی کے علاوہ ہر شے ان کی نگاہوں میں حقیر ہے، جنت ان افراد کے لئے ایسی ہے گویا کہ انہوں نے اسکا نظارہ کر لیا اور خود کو جنت کے تختوں پر ٹیک لگائے بیٹھا دیکھ لیا، دوزخ ان کے لئے ایسی ہے گویا انہوں نے اسے دیکھ لیا اور اس کا عذاب چکھ لیا، تھوڑے دنوں کے صبر پر ان کے لئے بدلے میں طویل راحت ہے، دنیا نے انہیں چاہا لیکن انہوں نے دنیا کو نہ چاہا، دنیا نے انہیں طلب کیا لیکن انہوں نے دنیا سے گریز کیا۔ ہمارے چاہنے والے قائم اللیل، ترتیل کے ساتھ قرآن کی تلاوت کرنے والے، قرآنی مثالوں سے خود کو وعظ کرنے والے، قرآنی

آیات سے شفا طلب کرنے والے اور اپنی پیشانی، اپنی ہتھیلی، اپنے گھٹنے، اپنے قدم (عاجزی وانکساری سے) زمین پر بچھانے والے ہوتے ہیں، خشیت الٰہی کے سبب ان کے آنسو رخساروں پر رواں ہوتے ہیں، اس جبار عظیم ذات کی بزرگی بیان کرتے ہیں، اپنی گردنوں کو (دوزخ سے) چھڑانے کے لئے اللہ تعالیٰ سے التجاء کرنے والے ہوتے ہیں، اس حال میں ان کی راتیں گزرتی ہیں اور ہمارے محبین دن کو علماء، حکماء نیک اور پارسا ہوتے ہیں، پاکیزہ اعمال کے ساتھ بارگاہ الٰہی کی طرف کوشش کرتے ہیں، تھوڑے اعمال پر راضی نہیں ہوتے، بڑے اعمال کو زیادہ خیال نہیں کرتے، خود کو ملامت کرنے والے ہوتے ہیں، اپنے اعمال سے ڈرنے والے، دین کے بارے میں قوی معاملات میں احتیاط کرنے والے، ایمان میں یقین والے، علم پر حریص، فقہ میں فہم وفراست رکھنے والے، صاحب حلم، بردبار، دولتمندی میں صاحب قناعت، فاقہ میں صاحب تحمل، مشقت میں صابر، عبادت میں خشوع وخضوع والے، مخلوق پر رحم کرنے والے، حق ادا کرنے والے، معاش میں نرمی برتنے والے، حلال کے طالب، ہدیہ دینے میں خوشی محسوس کرنے والے اور خواہشات سے کنارہ کشی کرنے والے ہیں۔ ان کا عمل ذکر اور ان کی فکر شکر ہے، غفلت کی نیند سے ڈرتے ہوئے ان کی رات بسر ہوتی ہے اور صبح کے وقت اللہ کے فضل و رحمت سے فرحت محسوس کرتے ہیں، ان کی رغبت باقی رہنے والی (آخرت) کی طرف ہوتی ہے، فانی شے سے یہ کنارہ کشی اختیار کرتے ہیں علم کو عمل کے ساتھ ملانے والے اور علم کو حلم سے مزین کرنے والے ہوتے ہیں۔ ان کی خوشی دائمی زندگی (آخرت) میں ہوتی ہے اور کاہلی سے یہ افراد دور نظر آتے ہیں، ان کی امید قلیل، انکی لغزش کم، ان کا قلب شاکر، اپنے رب کے شکر گزار، نفس کو گناہوں سے روکنے والے، اپنے دین کی حفاظت کرنے والے، اپنے غصے کو پینے والے، ان کا پڑوسی ان سے محفوظ، انکا معاملہ آسان، ان میں تکبر معدوم، ان کا صبر واضح اور ان کا ذکر کثیر ہے۔ بھلائی کا کوئی بھی عمل ریا کے طور پر نہیں کرتے اور نیکی کو حیا کی وجہ سے ترک نہیں کرتے۔ یہی ہمارے چاہنے والے اور ہم سے محبت کرنے والے ہیں، یہ ہم سے ہیں اور ہمارے ساتھ ہوں گے"۔

ہمام بن عباد جو آپ کے قریب کھڑا تھا، اس نے یہ سن کر چیخ ماری اور بے ہوش

ہوگیا۔ یہ شخص عبادت گزار تھا، لوگوں نے اسے دیکھا تو وہ دارِفانی سے کوچ کر چکا تھا اسے غسل دیا گیا پھر امیر المومنین نے لوگوں کے ہمراہ اس کی نماز جنازہ ادا کی۔

محبان علی المرتضیٰ کو شیر خدا کے اس کلام کی روشنی میں اپنا جائزہ لینا چاہیئے اور مسلسل اصلاح کرتے ہوئے اپنی زندگیوں کو اس کے مطابق ڈھالنے کی بھرپور کوشش کرتے رہنا چاہیئے۔ جان لیں کہ شیر خدا سے محبت کا معیار شیخین پر سبّ وشتم اور لعنت وملامت کرنا نہیں بلکہ ان اعلیٰ صفات سے اپنے آپ کو مزین کرنا ہے۔

حقیقتاً اولیاءاللہ ان اوصاف کے حامل ہوتے ہیں یہ اہل اللہ ہی سچے عاشق مرتضیٰ ہیں۔ یہ امام الاولیاء کے فیضان سے مستفیض اور اہل زمانہ پر ان کے نائب ہیں۔

ینابیع المودۃ میں نوف البکالی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے نوف! کیا تم جانتے ہو کہ میرے چاہنے والے کون ہیں؟ میں نے عرض کیا: واللہ مجھے نہیں معلوم۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: مجھ سے محبت کرنے والے وہ لوگ ہیں جو بھوکے پیٹ والے اور تارک الدنیا ہوتے ہیں، رہبانیت و ربانیت انکے چہروں سے عیاں ہے، رات کے راہب ہوتے ہیں، دن کے شیر ہوتے ہیں، یہ ایسے لوگ ہیں کہ جب ان پر رات آتی ہے تو اپنی چادریں اپنے شانوں پر رکھ لیتے ہیں، اپنے قدموں سے صف بنا کر اپنی پیشانی بارگاہ الٰہی میں بچھا لیتے ہیں، ان کے آنسو ان کے رخساروں پر بہتے ہیں، اپنی گردنوں کو دوزخ سے آزاد کرانے کے لئے بارگاہ الٰہی میں گریہ وزاری کرتے ہیں، ان کے دن کا عالم یہ ہے کہ یہ حکماء، علماء، متقی اور پارسا ہوتے ہیں''۔ اے نوف! میرے چاہنے والے کتے کی طرح بھونکتے نہیں، کوئے کی طرح لالچی نہیں، لوگوں کے سامنے دست دراز نہیں کرتے خواہ بھوک سے مر جائیں۔ اگر یہ کسی مومن کو دیکھ لیں تو اس کا احترام کرتے ہیں اور اگر کسی فاسق کو دیکھ لیں تو اس کا راستہ چھوڑ دیتے ہیں۔ اللہ کی قسم! یہی میرے چاہنے والے ہیں''۔

امامِ زمانہ کی فضیلت، اکابر صحابہ کرام کی نظر میں

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے: ”جو بھی یہ چاہتا ہے کہ ایسے انسان کی زیارت کرے، جس کی رسول اللہ ﷺ کے نزدیک سب سے زیادہ منزلت تھی، جو رسول اللہ ﷺ سے سب سے زیادہ قرب رکھتا تھا، جو حضور کی ضروریات کو پوری کرنے میں سب سے زیادہ پیش پیش رہا، جو اپنے آپ کو دوسروں سے بے نیاز رکھتا ہو، اسے چاہئیے کہ وہ علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ کو دیکھے۔

حضور اقدس ﷺ کے وصال کے چھ روز بعد سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا علی حضور ﷺ کی قبر انور پر زیارت کے لئے حاضر ہوئے۔ حجرہ شریف میں داخل ہونے سے پہلے حضرت علی نے فرمایا اے خلیفہ رسول! آپ سبقت فرمائیں تو حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا اے علی میں اس شخص پر کیسے سبقت کر سکتا ہوں جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”علی میرے لئے اسی طرح ہے جس طرح میں اپنے رب کے لئے ہوں“۔

ذرا الفاظ پر غور کریں اور ان الفاظ کی تصدیق کون کر رہا ہے، کون بیان کر رہا ہے، جو صدیق اکبر ہے تمام سچوں میں سب سے زیادہ سچا ہے۔ جس طرح حضور اقدس ﷺ اپنے رب کے نزدیک ہیں یعنی تمام انبیاء و مرسلین سے زیادہ برگزیدہ اور محبوب اسی طرح سیدنا علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ تمام صحابہ میں حضور کو سب سے زیادہ محبوب، پیارے، برگزیدہ اور فضیلت والے ہیں۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے والد گرامی سے پوچھا کہ کیا سبب ہے کہ جس مجلس میں حضرت علی ہوتے ہیں آپ ان کے چہرے کو تکتے رہتے ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اس لئے ایسا کرتا ہوں کہ حضور ﷺ نے فرمایا ”**نظرة الی وجه علی عبادة**“ علی کے چہرہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

علی کا ذکر ہو تو عبادت اللہ کی! علی کے چہرہ اقدس کو دیکھا جائے تو عبادت اللہ کی! سبحان اللہ۔ نہ اللہ کے سوا کوئی معبود ہے، نہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت ممکن ہے۔ مگر یہاں

حضور نے ذکرِ علی کو، لقائے علی کو اللہ عزوجل کی عبادت قرار دیا۔

ایک مرتبہ وظائف تقسیم کرتے ہوئے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حسنین کریمین کو زیادہ اور اپنے بیٹے کو کم وظیفہ دیا تو عبداللہ ابن عمر نے اعتراض کیا۔ فاروق اعظم جلال میں آئے اور فرمایا تیری ماں تجھ پر روئے (یعنی تو ہلاک ہو) کیا تیرا باپ ان کے باپ جیسا ہے؟ کیا تیری ماں ان کی ماں جیسی ہے؟ کیا تیرا نانا ان کے نانا جیسا ہے؟

نہ صرف شیخین بلکہ حضرت عمار بن یاسر، مقداد بن الاسود، ابوذر غفاری، سلمان فارسی، جابر بن عبداللہ انصاری، ابی بن کعب، حذیفہ یمانی، بریدہ، ابوایوب انصاری، سہل بن حنیف، عثمان بن حنیف، ابوالہیثم، خزیمہ بن ثابت، ابوطفیل، عامر بن واثلہ، عباس بن عبدالمطلب ان کے بیٹے اور تمام بنی ہاشم تفضیل علی کا عقیدہ رکھتے تھے۔

امام ابن عساکر، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ''علی سب انسانوں سے افضل ہیں اس بات میں منافق کے علاوہ کوئی شک نہیں کرتا''۔ سرِّ مصطفٰے حضرت حذیفہ بن یمان ۳۶ھ میں کوفہ میں بیمار تھے۔ جب انہیں حضرت عثمان کی شہادت اور حضرت علی سے بیعت کی اطلاع ملی تو لوگوں نے آپ کو منبر پر بٹھایا اور آپ نے لوگوں کو تلقین کی کہ ''علی المرتضٰی کی مدد کرو اور آپ کا ہاتھ بٹاؤ۔ خدا کی قسم علی اول و آخر حق پر ہیں اور وہ ان سب سے بہتر ہے جو نبی اکرم ﷺ کے بعد گزرے ہیں اور ان سے بھی افضل ہیں جو قیامت تک آئیں گے''۔

حضرت عبداللہ ابن عباس نے امیر معاویہ کے کہنے پر، امیر معاویہ کے دربار میں سیدنا علی المرتضٰی کے بارے میں فرمایا: ''ابوالحسن سے اللہ راضی ہو، خدا کی قسم وہ ہدایت کا منبع تھے، تقویٰ کی جائے پناہ، ذہانت کا مرکز، سخاوت کا سمندر، علم و دانش کا پہاڑ، خلق خدا کے لئے بلندی کا مرکز تھے۔ وہ تمام اہل ایمان اور اہل تقویٰ سے افضل تھے، وہ سب سے بڑھ کر فصیح تھے۔ وہ حسنین کریمین کے باپ اور اس عالم کی سب سے اچھی و افضل خاتون کے شوہر تھے کیا ان کا کوئی ہم پایہ ہے؟ وہ سخت جنگجو، انتہائی بیدار مغز تھے۔ میری آنکھوں نے ان جیسا دیکھا اور نہ ہی دیکھے گی اور جو انہیں عیب دار سمجھے اس پر قیامت تک اللہ اور اسکے بندوں کی لعنت ہو۔''

الاصابہ میں ابوطفیل عامر بن واثلہ الکنانی اللیثی کا بیان ہے: ''میں آٹھ سال رسول اللہ ﷺ کی صحبتِ اقدس میں رہا۔ آپ ﷺ حضرت ابوبکر وعمر کی فضیلت کا اعتراف کرتے تھے لیکن حضرت علی کو مقدم سمجھتے تھے''۔

ابوطفیل حضور کے صحابہ میں سب سے آخر میں دنیا سے تشریف لے گئے۔ آپ حضرت علی سے محبت کرتے اوران کی افضلیت کے قائل تھے۔

جواہر العقدین میں ہے، جو شخص حضرت علی کو حضرت ابوبکر وحضرت عمر پر فضیلت دیتا ہے، اہل سنت اس کی تکفیر کے قائل نہیں ہیں۔ یہی مذہب قاضی ابوبکر باقلانی نے اختیار کیا، الرشاد میں امام الحرمین کا بھی یہی مذہب ہے۔ مسئلہ تفضیل ظنی ہے، قطعی نہیں۔ ''**المفهم فی شرح مسلم**'' میں یہی بات ہے اور امام اشعری اس مسئلہ کی قطعیت کے قائل نہیں۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد عمرابن العاص کے مکر وفریب کے سبب شوریٰ کے ارکان نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی تو سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے حاضرین کو مخاطب کر کے کہا میں تم سب کو قسم دیتا ہوں، سچ سچ بتانا کہ تمام صحابہ میں میرے سوا کون ہے جس کے لئے حضور نے فرمایا ''**انت اخی فی الدنیا والآخرہ**'' اے علی! تو دنیا اور آخرت میں میرا بھائی ہے۔ سب نے کہا کوئی نہیں۔ آپ نے کہا میرے سوا کون ہے جس کے حق میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہو ''**من کنت مولاہ فعلی مولاہ**'' جس کسی کا بھی میں مددگار، دوست اور مشکل کشا ہوں، علی اس کے مددگار، دوست اور مشکل کشا ہیں۔ سب نے کہا کوئی نہیں۔ پھر کہا میرے سوا تم میں کون ایسا ہے جس کے حق میں حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: ''**انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انهٗ لا نبی بعدی**'' اے علی تم میرے نزدیک ایسے ہی ہو جس طرح موسیٰ کے لئے ہارون، مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ سب نے کہا کوئی نہیں۔ پھر فرمایا میرے سوا تم میں کون ایسا ہے کہ اس کو سورہ برأت کے لے جانے کا امین قرار دے کر یہ کلمات اس کے حق میں حضور نے فرمائے ہوں ''**لا یودی عنی الا انا و رجل من عترتی**'' یہ کام کوئی نہیں کر سکتا سوائے میرے یا میری عترت کے کسی فرد کے۔ سب نے کہا کوئی نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا

میرے سوا تم میں کون ایسا ہے جسے حضور نے جب بھی سریوں میں بھیجا تو کل مہاجرین و انصار پر امیر کیا ہو اور ان کو امیر لشکر کی اطاعت اور فرمانبرداری کا حکم دیا ہو، اور مجھ پر کسی اور کو امیر مقرر نہ کیا ہو؟ سب نے کہا کوئی نہیں۔ پھر کہا میرے سوا کوئی ایسا ہے جس کے حق میں آنحضرت نے کہا ہو "**انا مدینۃ العلم و علی بابھا**" میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں"۔سب نے کہا کوئی نہیں۔ پھر کہا کیا تم نہیں جانتے کہ جب اکثر لوگ رسول اللہ ﷺ کو دشمنوں کے خطرہ میں چھوڑ کر میدان جنگ سے بھاگ گئے، تو میں ثابت قدم رہا، سب نے کہا یہ سچ ہے۔ پھر کہا میرے سوا تم میں کون ہے جو دائرہ اسلام میں سب سے پہلے آیا ہو؟ سب نے کہا کوئی نہیں۔ پھر کہا کہ کون مجھ سے زیادہ حضور کے قریب اور حضور کو عزیز ہے؟ سب نے کہا کوئی نہیں۔ یہ تقریر سن کر عبدالرحمٰن ابن عوف نے کہا کہ جو کچھ آپ نے بیان کیا سب سچ ہے مگر لوگوں نے حضرت عثمان کی طرف رغبت کر کے بیعت کر لی ہے، امید ہے کہ آپ بھی لوگوں سے موافقت کریں گے۔(روضۃ الاحباب)

صحابہ کے اعتراف کے باوجود

امامِ زمانہ کو خلافت نہ دینے میں حکمت

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب اکابر صحابہ فضیلت علی المرتضٰی کے معترف تھے تو پھر انہیں خلافت کیوں نہ دی گئی؟

غزوہ بدر اور احد میں قریش کے اکابر اور بیشتر گھرانوں کے سرکردہ افراد شیر خدا علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ہاتھوں جہنم رسید ہوئے۔ غزوہ بدر میں پہلا کافر ولید حضرت علی کے ہاتھوں مارا گیا۔ بہ ایں وجہ اہل قریش، مولا علی سے بغض رکھتے تھے۔ بنوامیہ کے سرکردہ لوگ شروع سے آخر تک اسلام کے دشمن رہے۔ بیشتر نے فتح مکہ کے بعد محض جان بچانے کے لئے اسلام قبول کیا۔ اسلام سے ان کے بغض کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد جب سیدنا امام حسین کا سر اقدس یزید کے سامنے لایا گیا تو اس نے برملا کہا کہ آج ہم نے بدر واحد کے مقتولوں کا بدلہ لے لیا۔ خالد بن ولید سریہ یمن میں حضرت علی کے ہمراہ تھے۔ مال غنیمت میں ایک حسین وجمیل کنیز کو سیدنا علی المرتضٰی نے اپنی صحبت سے مشرف فرمایا۔ خالد بن ولید نے حضور کی بارگاہ میں حضرت علی کی شکایت کے لئے ۵ آدمی تیار کئے اور کہا کہ اگر تمہاری بات حضور نہ سنیں تو دوسرا اور تیسرا اسی طرح شکایت کرے۔ خم غدیر کے مقام پر حضرت علی لشکر کے ہمراہ حضور سے آملے۔ ان پانچوں میں سے ایک شخص نے حضرت علی کی شکایت حضور سے کی کہ علی نے ایسا ایسا کیا۔ حضور ﷺ نے اس کی طرف سے منہ موڑ لیا، تو دوسرا کھڑا ہوا اور اس نے بھی یہی شکایت کی، حضور نے اس کی طرف سے بھی اپنا رخ پھیر لیا۔ یہاں تک کہ جب پانچوں لوگ شکایت کر چکے تو حضور اقدس ﷺ نے تمام صحابہ سے کہا "اَلَسْتُ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ" کیا میں تمام مومنوں سے ان کی جانوں سے زیادہ حقدار نہیں۔ سب نے کہا "بلٰی" یا رسول اللہ "ہاں"۔ تب حضور ﷺ نے مولائے کائنات سیدنا علی المرتضٰی کا ہاتھ بلند کر کے فرمایا "مَنْ کُنْتُ

مَوْلَاهُ فَعَلِیٌّ مَوْلَا اَللّٰھُمَّ وَ آلِ مَنْ وَالَاہ وَ عَادِ مَنْ عَادَاہُ" جس کا بھی میں مولا ہوں، مددگار اور مشکل کشا ہوں اس کے علی مولا ہیں۔ اے اللہ! جو اس سے محبت رکھے، اس سے محبت فرما اور جو اس سے عادر کھے اس سے عادر کھ۔

بتلانا یہ مقصود ہے کہ اہل قریش میں سے بیشتر حضرت علی سے محض اس لئے عاد رکھتے تھے کہ ان کے خاندان کے لوگ ان کے ہاتھوں تہہ تیغ ہوئے۔ اس بات کا شکوہ حضرت علی نے حضور سے بھی کیا کہ لوگ مجھ سے بغض رکھتے ہیں تو حضور نے حضرت علی سے فرمایا اس طرح دعا کرو: "اے پروردگار اپنے پاس سے مجھے ایک عہد عطا فرما اور مومنوں کے دل میں میری محبت ڈال دے"۔ اللہ عزوجل نے اس پر یہ آیت نازل فرمائی: "اِنَّ الَّـذِیْنَ اٰمَـنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَھُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا" بے شک جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کئے تو رحمٰن ان کے دلوں میں محبت ڈال دے گا۔ محمد بن حنفیہ اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ کوئی مومن ایسا باقی نہ رہے گا جس کے دل میں حضرت علی اور آپ کی آل کی محبت نہ ہو۔

حضور اقدس ﷺ نے ایک خطبہ میں فرمایا اے لوگوں! میں تمہیں اپنے بھائی اور چچا کے بیٹے علی ابن ابی طالب کے ساتھ محبت کرنے کی وصیت کرتا ہوں جو میرے قرابتداروں میں سب سے زیادہ قریب ہیں، مومن علی کو دوست رکھیں گے اور منافق اس سے دشمنی رکھیں گے۔ جس نے اسے دوست رکھا اس نے مجھے دوست رکھا۔ جس نے اس سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی۔ جو مجھے دوست رکھے گا اللہ عزوجل اسے جنت میں داخل کرے گا اور جو مجھ سے عداوت رکھے گا حق تعالیٰ اسے دوزخ میں ڈالے گا۔

بلاشبہ حضور اقدس ﷺ کے بعد خلافت کے حقدار سیدنا علی تھے۔ لیکن اگر اس وقت خلافت ان کو دے دی جاتی ہے تو اہل قریش اور بنی امیہ ان کے خلاف ہو جاتے، جنگ چھڑ جاتی اور اس کا فائدہ مسلیمہ کذاب، منکرین زکوٰۃ اور مرتدین کو پہنچتا۔ اسلام دشمن قوتیں مسلمانوں کے باہمی تصادم کا فائدہ اٹھاتیں اور اسلام کا شیرازہ بکھر جاتا، ہونے والی فتوحات رک جاتیں، اسلام پھیلنے کے بجائے سمٹ کر رہ جاتا۔ لہٰذا سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا فاروق اعظم رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جو فیصلہ کیا بالکل صحیح اور اس وقت کی ضرورت

کے مطابق تھا۔ اگر اس فیصلہ کے وقت حضرت علی بھی موجود ہوتے تو وقت کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے وہ بھی سیدنا ابوبکر صدیق کے حق میں فیصلہ دیتے۔ مگر حالات ایسے ہوئے کہ ان کو اس فیصلے میں شریک نہیں کیا جاسکا۔ بعد میں سیدنا علی نے نہ صرف اس فیصلے کو قبول کیا۔ بلکہ خلفاء کے ہاتھ پر بیعت کی، ان کے مدد و معاون رہے۔ ان کو ہمیشہ بہتر مشورہ دیتے رہے۔ آپ کا پہلا خلیفہ نامزد نہ ہونا آپ کی فضیلت میں آڑ نہیں۔

ارے جو خلیفۃ اللہ فی الارض ہوں، زمام قدرت جن کے اختیار میں ہو، جو روحانیت کا شہریار ہو، جو اسرار وانوار الٰہیہ کا معدن ومخزن ہو اس کے لئے یہ ظاہری خلافت کی کوئی وقعت نہیں۔ حضرت عثمان غنی کی شہادت کے بعد بھی آپ خلیفہ بننے کو تیار نہ تھے مگر اسلام کو ملوکیت سے بچانے کے لئے مجبوراً آپ کو آگے آنا پڑا۔

خلافت کے مسئلے میں شیعہ علماء نے جو کچھ غلط باتیں حضرت علی کی طرف منسوب کی ہیں آپ کی ذات والا صفات اس سے مبرا ہے۔ اس موضوع پر آپ کا مفصل بیان اس کتاب کے صفحہ نمبر 128 پر گزر چکا ہے۔

تمام اکابرین اہل سنت کا اس بات پر اجماع ہے کہ جنگ جمل اور جنگ صفین میں حضرت علی حق پر تھے۔ جنگ جمل حضرت علی نے بڑی حکمت سے رکوا دی تھی۔ حضرت زبیر جنگ سے علیحدہ ہو گئے تھے مگر عبداللہ بن سبا کے لوگوں کو یہ صلح پسند نہ آئی اور ان کی سازش سے معرکہ برپا ہوا جس میں ہزاروں صحابہ شہید ہوئے۔ جنگ کے بعد سیدہ عائشہ صدیقہ ساری زندگی اس خطا پر متاسف رہیں اور حضور سے شرمندگی کے سبب وصیت کی مجھے مرنے کے بعد حضور کے پہلو میں دفن نہ کرنا بلکہ دیگر ازواج کے پاس بقیع میں دفن کرنا۔ مگر امیر معاویہ نے اپنی خطا سے کبھی بھی رجوع نہ کیا۔ ان کے دل میں حضرت علی سے دشمنی و بغض کا یہ عالم تھا کہ برسر منبر حضرت علی اور ان کی آل پر سبّ وشتم اور لعنت وملامت کرتے اور لوگوں سے زبردستی کرواتے، جو انکار کرتا اسے زدوکوب کیا جاتا، شہید کر دیا جاتا، کتنے صحابہ کو ایسا نہ کرنے پر ظلم کا نشانہ بنایا گیا اور بعض کو شہید کیا گیا اور یہ رسم ایک صدی چلتی رہی بالآخر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے دورِ حکومت میں اسے ختم کیا۔

چنانچہ تاریخ طبری میں اور تاریخ کی کئی کتابوں میں ہے کہ ''معاویہ کے لوگوں

نے حجر بن عدی اوران کے ساتھیوں سے کہا ہم لوگوں کوحکم ہے کہ تمہیں علی پر تبرا اور لعنت کرنے کا کہیں۔ اگر تم ایسا کرو تو سب کو چھوڑ دیں گے ورنہ قتل کر دیں گے۔ ان لوگوں نے کہا خداوند! ہم سے تو یہ فعل کبھی نہ ہو سکے گا۔ چنانچہ حجر بن عدی اوران کے ساتھیوں کوشہید کر دیا گیا۔

مگر افسوس آج ہمارے بیشتر علماء حضرت علی کے اس دشمن کو، شیر خدا سے بغض و عاد رکھنے والے کو ان کے خلاف بغاوت کرنے والے، قتال کرنے والے، سبّ وشتم کرنے والے کو اپنا ہر دل عزیز قائد بنا بیٹھے۔ امیر معاویہ کا یوم منانا شروع کر دیا ان کا عرس منعقد کیا جانے لگا ان کے لئے بے خطا، بے گناہ کے نعرے لگائے جانے لگے (گویا یہ نعرہ لگا کر وہ یہ اقرار کر رہے ہیں کہ معاویہ بے خطا تھے، نتیجتاً حضرت علی خطا پر تھے؟) ان کے نام پر مسجدیں بنائی جانے لگیں اپنے بیٹوں کے نام معاویہ رکھنا شروع کر دیا اور نہ جانے کہاں سے یہ دلیل لے آئے کہ ہر صحابی نبی...... جنتی جنتی! یہ جانتے ہوئے بھی کہ کتنے صحابی حضور کے بعد مرتد ہو گئے۔ منکرین زکوٰۃ ہو گئے، مسلیمہ کذاب کے ساتھ ہو گئے۔ امام حسین علیہ السلام اور آپ کے رفقاء کوشہید کرنے کے لئے یزیدی لشکر میں شامل ہو گئے۔ مگر ان علماء کے نزدیک ہر صحابی جنتی ہے۔

جس طرح انبیاء میں درجات ہیں اسی طرح صحابہ میں بھی درجات ہیں۔ سب سے افضل خلفاء راشدین، پھر عشرہ مبشرہ، پھر اصحاب بدر پھر اصحاب بیعت الرضوان پھر وہ جو فتح مکہ سے پہلے ایمان لائے۔

یہ حقیقت ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی صحبت کا شرف، اعلیٰ مدارج، کثرت ثواب اور نیکیوں میں زیادتی کا سبب ہے۔ کوئی بھی شرف اس حد کونہیں پہنچتا مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ انبیاء کے علاوہ کوئی معصوم نہیں۔ وہ عظیم الشان صحابہ کبار جن کے فضائل ومناقب تواتر کی حد کو پہنچ چکے ہیں، محفوظ عن الخطا سمجھے جائیں گے۔ اکابر صحابہ کون ہیں؟ کتنے ہیں؟ سر الجلیل میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ جو لوگ صلح حدیبیہ تک مشرف بہ اسلام ہوئے، وہ ہر طرح سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ اس کے بعد کوئی ایسا مشہد نہیں جو معیار فضل وصداقت سمجھا جائے۔

امیر معاویہ کا جو مقام اسلام میں اور صحابہ میں تھا وہ تاریخ اور سیرت کی کتابوں کے مطالعہ سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا شمار مولفتہ القلوب میں تھا (الاستیعاب، اسد الغابہ، تاریخ الخلفاء، روضتہ الاحباب، روضتہ الصفا وغیرہ) صحیح بخاری کے مطابق غزوہ حنین کے بعد حضور اقدس ﷺ نے غنیمت تقسیم فرمائی تو انصار کی شکایت پر صاف الفاظ میں اس امر کو ظاہر فرما دیا تھا کہ مولفتہ القلوب کا رتبہ ایمانی کیا ہے۔ بیشتر علماء نے انہیں صحابہ کے بجائے طُلقاء میں شمار کیا ہے۔ یعنی بعد میں اسلام لانے والے۔

لفظ صحابی کا طلاق کس شخص پر ہوسکتا ہے اس کے متعلق بھی مختلف اقوال ہیں۔ صحابی کی صحیح تعریف یہ معلوم ہوتی ہے کہ جس نے ایک مدت تک حضور ﷺ کی صحبت کا شرف، بغرضِ حصول علم و عمل حاصل کیا ہو وہ صحابی کہلانے کا مستحق ہوگا چنانچہ علامہ سخاوی فتح المغیث میں لکھتے ہیں: صحابی وہ ہے جس نے بطریق اتباع حضور ﷺ کی طویل صحبت اٹھائی ہو اور آپ سے علم و عمل حاصل کیا ہو۔ جنہوں نے اس کے بغیر آپ ﷺ کی طویل یا غیر طویل صحبت اٹھائی ہو، وہ صحابی نہیں۔''

اس تعریف کے مطابق مولفتہ القلوب کا شمار صحابہ میں ممکن نہیں۔ لفظ صحابی کی وہی تعریف ماننی پڑے گی جو صاحب فتح المغیث نے لکھی، اگر یہ تعریف مانی جائے کہ جس نے بھی حضور ﷺ کو بنظر ایمان دیکھا وہ صحابی ہے، تو اس میں بہت سے ایسے لوگ آ جائیں گے جن کے بیشتر افعال نفسانیت پر مبنی تھے اور جن میں شائبہ حقانیت بالکل معدوم تھا۔ خود آنحضرت ﷺ کا حضرت خالد بن ولید سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے معاملے میں ارشاد فرمانا کہ تم میرے صحابہ کی برابری نہیں کر سکتے، صاف ظاہر کرتا ہے کہ صحابی کی وہی تعریف صحیح ہے جو علامہ سخاوی نے لکھی ہے۔ کل صحابہ کو خطا سے محفوظ سمجھنا خلاف حقیقت اور سلف صالحین کے معتقدات کے خلاف ہے۔ مسطح بن اثاثہ اور حضرت حسان بن ثابت کا واقعہ افک میں ملوث ہونا، حاطب بن ابی بلتعہ کا آنحضرت ﷺ کا راز افشا کرنے کی کوشش کرنا، ولید بن عقبہ بن ابی معیط و دیگر کا حرمت کے حکم کے بعد بھی شراب پینا، ماعز بن مالک اسلمی سے زنا واقع ہونا اور اشعث بن قیس کندی و دیگر کا زکوٰۃ دینے سے انکار کرنا وغیرہ۔ معلوم ہوا تمام صحابہ محفوظ عن الخطا نہیں تھے نہ ہی تمام کو اصحاب بدر کی طرح استثنیٰ حاصل تھا

کہ جن کے حق میں ارشاد باری ہوا''اعملوا ما شئتم قد غفرت لکم'' جو چاہے عمل کرو کہ تحقیق اللہ نے تمہیں بخش دیا۔

جنگ جمل اور جنگ صفین میں قطعی مشابہت نہ تھی۔ جنگ جمل خلافت کے بجائے حضرت عثمان غنی کے قصاص کے لئے تھی۔اس جنگ میں بھی معاویہ نے حصہ نہ لیا بلکہ اس بات کے منتظر رہے کہ جنگ کے سبب فریقین اس قدر کمزور ہو جائیں کہ معاویہ کے مقابلے کے قابل نہ رہیں۔ یہ جنگ حضرت علی کی حکمت عملی سے صلح میں تبدیل ہو گئی تھی مگر عبداللہ بن سبا کے گروہ نے دونوں لشکروں پر حملہ کرے جنگ بپا کر دی۔ جبکہ معاویہ نے خونِ عثمان کا بہانہ بنایا حقیقتاً وہ حضرت علی کے مخالف تھے۔حضرت عثمان کے محاصرے کے زمانے میں حضرت عثمان نے معاویہ سے مدد طلب کی مگر انہوں نے مدد دینے سے گریز کیا (روضۃ الصفا)۔ جنگ صفین کے دوران جب حکمین مقرر کیئے گئے تو حکمین کے لئے تصفیہ طلب امر خون عثمان نہ تھا بلکہ خلیفہ کا تقرر تھا، کہ کون مستحق خلافت ہے۔تاریخ بتاتی ہے کہ معاویہ نے عمر ابن العاص کے کہنے پر شام میں اجرتی لوگ مقرر کئے جن کا کام اس افواہ کو پھیلانا تھا کہ سیدنا علی شہادت عثمان میں شریک تھے۔ جنگ کے بعد بھی معاویہ نے قاتلان عثمان کو تلاش کرنے اور سزا دینے کی کوئی کوشش نہ کی۔امام حسن کی خلافت سے دستبرداری کے بعد جب معاویہ کو مملکت اسلامیہ پر مکمل دسترس حاصل ہو گئی تو کسی ضعیف سے ضعیف روایت سے بھی یہ معلوم نہیں ہوتا کہ معاویہ نے قاتلان عثمان غنی کی تلاش کی ہو یا کسی کو بھی سزا دی ہو۔صفین کے بعد وہ بالکل بھول گئے کہ عثمان کوئی شخص تھے۔اپنے دور امارت میں جب معاویہ مدینہ آئے تو عائشہ بنت عثمان غنی نے شکوہ کیا کہ تم نے میرے باپ کا بدلہ لینے کا خیال چھوڑ دیا تو معاویہ نے جواب دیا لوگوں نے میری اطاعت قبول کر لی، میں نے امن دیا، تم یہ غنیمت جانو کہ تم عثمان کی بیٹی اور امیر المومنین کی بھتیجی کہلاتی ہو، اگر میں تمہاری خاطر معاملہ بدلوں، طلب قصاص کروں تو حکومت میرے ہاتھ سے نکل جائے گی اور تم معمولی عورت رہ جاؤ گی۔ مدینہ میں خطبہ دیتے ہوئے معاویہ نے کہا''میں دنیا کی طرف مائل ہوا وہ میری طرف جھک پڑی، میں اس کا بیٹا ہوں اور وہ میری ماں''۔

طبقات الاطباء میں ہے ثمامہ ابن اثال نصرانی طبیب، معاویہ کا خلوت وجلوت کا

ساتھی تھا اس کے بنائے ہوئے زہروں سے معاویہ کے زمانہ حکومت میں اکابر مسلمین کی ایک بڑی جماعت کی جانیں تلف ہوئیں چنانچہ مالک بن اشتر کو زہر دلوایا گیا۔ عبدالرحمٰن بن خالد ابن ولید جو خلافت یزید میں مانع تھے انہیں معاویہ نے ابن اثال سے زہر دلوایا۔ ابوعبید القاسم بن سلام اپنی کتاب الامثال میں اس واقعہ کی تصدیق کرتے ہیں کہ جب معاویہ کو عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید سے ڈر ہوا کہ خلقت معاویہ کے بعد انہیں منتخب کرے گی تو انہوں نے عبدالرحمٰن کو اپنے طبیب سے زہر دلوا دیا۔

جب عبدالرحمٰن کی وفات ہوگئی تو معاویہ نے کہا ’جو مکروہ بات پیش آئے اس کو اسی جگہ ختم کرو، اس کے سوا کوئی کوشش نہیں‘‘۔ مسعودی، مروج الذہب میں لکھتے ہیں اور استیعاب میں بھی مذکور ہے کہ معاویہ نے پوشیدہ طور پر امام حسن کی بیوی جعدہ بنت اشعت کو کہلا بھیجا کہ اگر تم کسی حیلہ سے امام حسن کو قتل کر دو تو میں تم کو ایک لاکھ درہم دوں گا اور یزید کے ساتھ تمہارا نکاح کر دوں گا۔ امام حسن کی وفات کے بعد معاویہ نے حسب وعدہ ایک لاکھ درہم اسے بھیج دیئے اور پیغام بھیجا کہ میں یزید کی زندگی کا خواہاں ہوں ورنہ تیرا نکاح اس سے کر دیتا۔

محمد ابن جریر تاریخ طبری میں لکھتے ہیں کہ امیر معاویہ نے مسجد میں زور سے تکبیر کہی، دوسرے لوگ بھی ان کی آواز سن کر تکبیر کہنے لگی۔ لوگوں نے پوچھا ایسی کیا خبر ہے جس کی ایسی خوشی ہے؟ معاویہ نے کہا حسن بن علی کی موت سے خوش ہوا، خدا کی قسم وہ اسی کے اہل تھے۔ ابن عباس سفارت کے لئے معاویہ کے پاس گئے ہوئے تھے، معاویہ نے ان سے کہا اے ابن عباس! مجھے معلوم ہوا ہے کہ حسن بن علی نے انتقال کیا۔ عبداللہ ابن عباس کہنے لگے کیا تم نے اسی لئے تکبیر کہی؟ معاویہ نے کہا ہاں۔ ابن عباس نے کہا واللہ اگر وہ مر گئے تو تم بھی باقی نہ رہو گے۔ ہم لوگ مرنے کے بعد آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچ جائیں گے، اللہ ہمارے زخم بھر دے گا۔ معاویہ کہنے لگا ابن عباس افسوس، کبھی ایسا نہ ہوا کہ میں نے تم کو گفتگو کے لئے تیار نہ پایا۔ علامہ ابوالفداء اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ امام حسن کی شہادت کی خبر پر معاویہ بہت خوش ہوئے، سجدہ شکر بجا لائے اور کہا کہ میرے قلب نے راحت پائی۔ تیسیر الباری، شرح بخاری میں مولوی وحید الزماں لکھتے ہیں کہ بعد وفات امام حسن،

معاویہ نے اظہار مسرت کر کے کہا کہ امام حسن ایک انگارہ تھے، جسے اللہ نے بجھا دیا۔ امام حسن کے انتقال سے چند روز پیشتر معاویہ کا ایک خط حاکم مدینہ مروان کے نام آیا کہ امام حسن کے حالات سے فوراً مطلع کرو۔ اس خط کے چند روز بعد امام حسن کا وصال ہوا۔ اس قسم کے واقعات مستدرک، حاکم، کنز الاعمال، مجمع الزوائد، سنن ابو داؤد اور سنن نسائی میں موجود ہیں۔ اگر ان تمام روایتوں کو جھوٹ قرار دے بھی دیا جائے تب بھی امام حسن کا زہر سے شہادت پانا مسلمہ ہے۔ اس وقت معاویہ کی حکومت تھی مگر معاویہ اور ان کے اہلکار میں سے کسی نے بھی تحقیقات تک نہ کی۔ معاویہ اور ان کے حکام کا سکوت صاف ظاہر کرتا ہے کہ معاویہ کے ایما اور سازش سے امام حسن کو زہر دیا گیا تھا۔ اس قدر عجلت میں امام حسن کے احوال معلوم کرنے کی کوئی اور وجہ نہ تھی، نہ ہی امام حسن بغاوت کر رہے تھے۔ امام حسن خود خلافت سے دستکش ہوئے۔ شرائط صلح میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ معاویہ کے بعد حکومت خاندان نبوت کی طرف واپس ہوگی (تاریخ الخلفاء) یہی شرط آپ کے قتل کا باعث ہوئی۔

عوام الناس میں سیدنا علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ کی فضیلت و عظمت کم کرنے اور دلوں سے ان کی محبت نکالنے کے لئے شیر خدا علی المرتضٰی پر برسر منبر سبّ وشتم اور لعنت و ملامت کی رسم زور و شور سے شروع کی گئی جو حضرت عمر بن عبد العزیز کے دور حکومت تک جاری رہی۔ سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ معاویہ نے انہیں حضرت علی پر سبّ کرنے کا حکم دیا۔ جب انہوں نے ایسا نہ کیا تو پوچھا کہ تم علی پر سبّ کیوں نہیں کرتے، سعد نے کہا تین باتوں کے سبب (۱) جب غزوہ تبوک میں حضور نے حضرت علی کو مدینہ میں چھوڑا تو فرمایا کہ تم اس امر میں راضی نہیں کہ تمہاری منزلت میرے ساتھ ایسی ہو جیسی ہارون علیہ السلام کی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (۲) غزوہ خیبر کے موقع پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ کل میں علم اس شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول بھی اسے دوست رکھتے ہیں۔ اگلے دن آپ ﷺ نے حضرت علی کو بلوایا، اپنا لعاب دہن ان کی آنکھوں میں لگایا آشوب چشم سے شفا بخشی اور علم انہیں عطا فرمایا۔ اللہ نے ان کے ہاتھ پر فتح دی۔ (۳) جب آیت مباہلہ نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے جناب امیر، سیدہ فاطمہ اور حضرت حسنین کو بلا کر فرمایا، بار الٰہا یہ میرے اہل

بیت ہیں۔

عیدین کے خطبوں میں معاویہ کے وظیفہ خور علماء و حکام عوام الناس کے سامنے منبروں پر حضرت علی اوران کی آل پر سبّ وشتم اور لعنت ملامت کرتے۔لوگ ان باتوں کو سننے کے بجائے نماز ادا کر کے عیدگاہ سے چلے جاتے اس بناء پر معاویہ نے عیدین کے خطبے نماز سے پہلے کر دیئے تا کہ لوگوں کو مجبوراً یہ فعل قبیح سننا پڑے۔

حضور اقدس ﷺ پیش آنے والے واقعات سے آگاہ تھے۔آپ نے پہلے ہی سے فرمایا: جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ پر لعنت و ملامت کریں تو کہو کہ تم پر اللہ اور تمام انسانوں کی لعنت ہو۔سب جانتے ہیں کہ منبروں پر نہ سیدنا صدیق اکبر پر لعنت و ملامت کی گئی ، نہ سیدنا فاروق اعظم پر نہ ہی سیدنا عثمان غنی پر۔حضور اقدس ﷺ نے مزید وضاحت کے لئے بتادیا کہ کس پر لعنت و ملامت کی جائے گی فرمایا **"من سبّ علی فقد سبّنی"** جس نے بھی علی کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی۔حضور اقدس ﷺ کو گالی دینے والا نہ صحابی رہتا ہے نہ مسلمان۔حضور کی بارگاہ میں بلند آواز سے بولنے پر سارے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔گالی دینے پر تو ایمان کا جلوس نکل جاتا ہے۔

علامہ ابن جوزی اپنی کتاب "الموضوعات" میں لکھتے ہیں کہ معاویہ کے فضائل میں کوئی حدیث صحیح مروی نہیں۔عینی و فتح الباری میں بھی اسحاق ابن راہویہ وامام نسائی کا یہی قول منقول ہے۔امام نسائی کہتے ہیں کہ میں معاویہ کے بارے میں اس قول کے سوا کچھ نہیں جانتا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "اللہ اس کے پیٹ کو نہ بھرے"۔

امام شافعی نے اپنے شاگرد ربیع سے فرمایا کہ چار صحابہ کی روایت مقبول نہیں۔ معاویہ، عمرابن العاص، مغیرہ بن شعبہ، زیاد۔

مسند امام احمد بن حنبل میں عبداللہ ابن بریدہ اسلمی سے مروی ہے کہ میں اور میرے والد بریدہ معاویہ کے یہاں آئے ،فرش پر بیٹھے، ہم لوگوں کے لئے کھانا آیا، ہم نے کھایا۔ پھر شراب آئی معاویہ نے پی پھر میرے والد کو دی۔میرے والد نے کہا جب سے رسول اللہ ﷺ نے اسے حرام کیا ہے، میں نے نہیں پی۔معاویہ کہنے لگا میں جوانانِ قریش میں بہت خوبصورت تھا اس سے زیادہ کسی چیز میں لذت نہیں پاتا تھا سوائے دودھ اور خوش

تقریر شخص کے۔

علامہ ابن جوزی امام حسن بصری سے روایت کرتے ہیں کہ معاویہ میں چار خصلتیں ایسی تھیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی ہوتی تب بھی یہ خلق اللہ کو ہلاک کرتے۔ اول یہ کہ معاویہ بلا مشورہ وصلاح، تلوار کے زور پر حاکم ہوئے جبکہ صاحبانِ فضیلت موجود تھے۔ دوسرے انہوں نے اپنے بیٹے یزید کو خلیفہ کیا۔ تیسرے زیاد کو اپنے نسب میں ملا لیا۔ زیاد کو معاویہ سے مغیرہ ابن شعبہ کی ہوشیاری نے ملایا۔ انہوں نے یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہ ولد الزنا ہے، امرِ حق چھپایا۔ یزید کو بھی اسی نے ولی عہد کرایا۔ چوتھے حجر بن عدی اور ان کے اصحاب کو قتل کیا۔

تاریخ ابو الفداء و عقد الفرید اور مستطرف میں ہے ایک مرتبہ اروی بنت حارث بڑھاپے میں معاویہ کے پاس آئیں معاویہ نے کہا مرحبا، اے خالہ آپ کیسی ہیں؟ کہا اچھی ہوں۔ پھر کہا اے معاویہ تو نے کفرانِ نعمت کی۔ اپنے چچا کے بیٹے کے ساتھ بہت برائی کی، اس کی صحبت کو فراموش کیا، اپنا وہ نام رکھا جو تجھے زیبا نہ تھا۔ تو غیر کے حق کا غاصب ہو گیا، ہم اہل بیت تم لوگوں سے بہت رنج و مشقت اٹھا چکے ہیں۔ ہم تم میں ایسے ہیں جیسے آل فرعون میں بنی اسرائیل۔ علی ابن ابی طالب ہمارے نبی کے بعد بمنزلہ ہارون کے تھے موسیٰ سے، ہماری غایت جنت ہے اور تمہاری غایت دوزخ۔ یہ سن کر عمرابن عاص بولے اے بڑھیا چپ رہ، تیری عقل جاتی رہی۔ اروی کہنے لگیں اے نابغہ کے بچے تو بھی کلام کرتا ہے! تیری ماں مکے میں کیا کچھ شقاوت و بغاوت کر چکی ہے۔ جس نے چاہا اس سے بغل گرم کی۔ چنانچہ تیرے نسب کا دعویٰ قریش میں پانچ شخصوں نے کیا تھا۔ جب تیری ماں سے پوچھا گیا، اس نے کہا ان پانچوں نے مجھ سے صحبت کی ہے۔ پھر تیری صورت ملائی گئی کہ کس کے مشابہ ہے، اس سے تیرا نسب ملایا جائے۔ تو عاص بن وائل کے مشابہ نکلا اور اسی کے نسب میں ملایا گیا۔ معاویہ نے کہا خیر، ہوا جو ہوا، جانے دو۔

محمد بن ابی بکر مصر پر گورنر تھے۔ معاویہ نے عمرابن العاص کی سربراہی میں مصر میں قبضہ کے لئے لشکر روانہ کیا۔ ادھر محمد بن ابوبکر کی مدد کے لئے شیرِ خدا علی المرتضیٰ نے مالک بن اشتر کو روانہ کیا۔ مصر کے راستے میں ایک زمیندار سے معاویہ نے کہلا بھیجا کہ اگر تم کسی حیلے

سے مالک بن اشتر کو زہر دے کر مار دے تو میں بیس برس کا خراج معاف کر دوں گا۔ زمیندار کے پاس ابن آثال کا بنایا ہوا زہر بھیج دیا جسے زمیندار نے شہد کے شربت میں ملا کر مالک بن اشتر کو پلایا جس سے وہ اسی وقت شہید ہو گئے۔ خبر پر معاویہ نے کہا ''بے شک اللہ کے لشکروں میں شہد بھی ہے'' عمر ابن العاص نے محمد بن ابی بکر کے لشکر کو شکست دی اور محمد بن ابی بکر کو گدھے کی کھال میں لپیٹ کر جلا دیا۔ سیدہ عائشہ نے یہ خبر سن کر بے حد روئیں اور ہر نماز کے بعد معاویہ اور عمر ابن العاص کو بد عا دیتی رہیں

تاریخ ابن خلدون، حبیب السیر ، مناقب مرتضوی اور دیگر کتب میں ہے کہ مروان نے سیدہ عائشہ کو دعوت کے لئے بلوایا، ایک گڑھا کھدوا کر اس میں آلات حرب بچھائے۔ اس گڑھے میں گرنے اور زخموں کے سبب سیدہ عائشہ صدیقہ کی وفات ہوئی۔ یہ واقعہ بھی معاویہ کے دور حکومت کا ہے اور یہ ذہنیت بجز معاویہ کے کسی اور کی نہیں ہو سکتی۔

تاریخ ابن اثیر میں ہے کہ معاویہ مدینہ منورہ گئے تو پہلے امام حسین علیہ السلام سے ملاقات ہو گی، معاویہ امام حسین کو دیکھ کر کہنے لگے اس بدن کو خوشی و بہتری نہ ہو جس کا خون بہایا جائے گا اور اللہ اس کو بہا دے گا۔ امام عالی مقام نے فرمایا: معاویہ میں ان باتوں کا سزاوار نہیں ہوں۔ معاویہ نے کہا تم اس سے بھی بڑی باتوں کے سزاوار ہو۔

پھر ایک شرابی، فاسق و فاجر کو مسلمانوں کا حکمران بنانا جو واقعہ کربلا اور شہادت حسین کا سبب بنا۔

چیچنیا کے مشہور جنگجو کمانڈر اور حکمران 'امام شامل' نے علماء سے فتوی پوچھا کہ ایسے شخص کی کیا سزا ہے جو کسی نا اہل شخص کی تقرری کے لئے سفارش کرے۔ علماء نے کہا بیس کوڑے ایسے شخص کو لگائے جائیں۔ امام شامل نے پوچھا کہ اگر اس شخص میں ۲۰ کوڑے کھانے کی سکت نہ ہو تو؟ علماء نے کہا کہ اس کے سب سے قریبی عزیز کو یہ سزا دی جائے تا کہ اسے اس کا دکھ ہو۔ امام شامل نے کہا سنو! میری ماں نے مجھ سے ایک نا اہل شخص کی تقرری کی سفارش کی۔ میری ماں ضعیف ہے، ۲۰ کوڑے کھانے کی سکت نہیں رکھتی اور اس کا سب سے قریبی عزیز میں ہوں، لہٰذا یہ سزا مجھے دی جائے۔ امام شامل نے اپنی کمر پر سزا کے ۲۰ کوڑے برداشت کئے۔

یزید جیسے فاسق وفاجر شرابی وزانی شخص کو اپنا جانشین مقرر کرنے کے لئے معاویہ کی طرف سے افواہ پھیلائی گئی کہ عبداللہ ابن عمر، عبداللہ ابن زبیر، ابن ابوبکر ودیگر اکابرین نے یزید کی بیعت کر لی تا کہ اہل مدینہ سے بیعت کی راہ ہموار کی جائے۔ پھر اسے اپنا جانشین بنادیا۔ کیا یزید کے ڈھائے گئے مظالم سے معاویہ بری الذمہ ہو سکتے ہیں؟

قرآن مجید میں ارشاد باری ہے **من قتل مومنا متعمدا فجزاؤہ جھنم خالد ین فیھا ابدا** جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے اس کی جزا جہنم ہے اور وہ اس میں ہمیشہ رہے گا۔ تو جو اکابر صحابہ اور جوانانِ جنت کے سردار کو قتل کروائے اس کی کیا سزا ہو گی؟ کیا معاویہ کے پاس اصحاب بدر کی طرح کوئی استثنیٰ حاصل ہے؟

حضور اقدس ﷺ سے عرض کیا گیا کہ ایک صحابی پر جان کنی کا عالم طاری ہے مگر روح نہیں نکل رہی۔ آپ تشریف لائے اور ایک نظر میں معاملہ بھانپ گئے۔ آپ نے اس کی ماں کو بلوایا، پوچھا کیا تو اس سے ناراض ہے۔ ماں نے کہا ہاں۔ یہ میرے مقابلے میں اپنی بیوی کی طرفداری کرتا تھا۔ میرا دل اس سے دکھا ہوا ہے۔ حضور نے فرمایا اسے معاف کر دے۔ ماں نے کہا میں اسے معاف نہیں کروں گی۔ حضور نے صحابہ کو حکم دیا کہ لکڑیاں جلاؤ اور اس کے بیٹے کو آگ میں جلا دو۔ ماں تڑپ اٹھی کہ آپ میرے بیٹے کو میرے سامنے زندہ جلائیں گے۔ حضور نے فرمایا اگر تو نے اسے معاف نہ کیا تو یہ دوزخ میں جلے گا۔ ماں نے فوراً کہا میں نے اسے معاف کیا۔ صحابی کی روح پرواز کر گئی۔ حضور فرما رہے ہیں اپنے صحابی کو کہ ماں نے اگر معاف نہ کیا تو جہنم میں جلے گا تو جس نے حضور کا دل دکھایا اس کا کیا عالم ہو گا؟ مگر آج مولویوں کی ایک ہی رٹ ہے ہر صحابی نبی ...... جنتی جنتی۔

پھر یہ دلیل لاتے ہیں کہ امام حسن نے معاویہ سے صلح کر لی تھی لہٰذا وہ حق پر ہیں۔ حضور اقدس ﷺ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر کافروں سے صلح کی۔ تو کیا کافر حق پر ہو گئے؟ امام حسن نے خلافت کے ۳۰ برس پورے ہونے پر ملوکیت سے بچنے کے لئے، مسلمانوں کو خونریزی سے روکنے کے لئے کچھ شرائط پر صلح کی۔ مگر معاویہ نے ایک شرط پر بھی عمل نہ کیا۔ دھوکا دیا۔ اپنے بعد یزید کو حکمران بنانے کی خاطر جعدہ بنت اشعث کے ذریعے امام حسن کو زہر دلوایا (یہ تمام باتیں تاریخ کا حصہ ہیں) اس دوران وہ منتظر رہے اور لوگوں سے پوچھتے

کہ حسن کی خبر دو۔ جب شہادت کی خبر پہنچی تو کہا وہ ایک انگارہ تھا جو بجھ گیا۔ کسی عمال کے ذریعے تحقیق نہ کروائی یزید کے فسق و فجور سے آگاہ ہوتے ہوئے بھی اس کے لئے راہ ہموار کی اور ایک فاسق و فاجر کو اپنا جانشین بنایا جس نے بدر و احد کے مقتولین کا انتقام امام حسین اور ان کے رفقاء کو شہید کر کے لیا۔

آج منبروں پر سیدنا علی المرتضیٰ کا ذکر بالکل نہ ہونے کے برابر ہو گیا ہے اس کے برعکس دشمن اہلبیت کے من گھڑت فضائل و مناقب منبروں پر علی الاعلان بیان کئے جا رہے ہیں۔ ایسا کرنا یقیناً حضور اقدس ﷺ کو شاق پہنچاتا ہوگا اور جو حضور کو شاق پہنچائے، حضور کو اذیت دے اس کے لئے ارشاد باری ہے ''وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا'' جو بھی ہدایت آ جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ کو شاق پہنچائے، دکھ دے اور مومنوں کے طریقے کو چھوڑ کر دوسرا طریقہ اختیار کرے، تو وہ جس طرف مڑا ہے ہم اسے اسی طرف موڑ دیں گے اور اسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ لوٹنے کے لئے بہت بری جگہ ہے۔

ان تمام حقائق کو بیان کرنے کی اس تالیف میں ضرورت نہ تھی مگر کیونکہ فی زمانہ ہمارے بعض قادری بھائیوں نے کم علمی کی بناء پر معاویہ کا عرس منانا شروع کر دیا۔ معاویہ کو بے خطا، بے گناہ قرار دے دیا۔ سیاست معاویہ زندہ باد کے نعرے لگائے جانے لگے۔ ساتھ محبتِ اہل بیت کا بھی دعویٰ کیا۔ لہٰذا میں نے ضروری سمجھا کہ محبانِ علی و اہل بیت کو تاریخی حقائق سے آگاہ کیا جائے۔

مؤلف کا ایک خواب

میرے محلے کی مسجد فاروق اعظم کے شعلہ بیاں خطیب ''اخلاق شامی'' صاحب ملک شام سے سند یافتہ ہیں۔ فرفر عربی بولتے ہیں۔ شام سے آئے علماء کے مترجم کے فرائض بھی انجام دیتے ہیں۔ میری کئی مرتبہ کی یاددہانی، درخواست کے باوجود انہوں نے مولا علی کرم اللہ وجہہ کے فضائل ومناقب اس جوش وخروش سے کبھی بھی بیان نہ کئے جیسے جوش وخروش سے وہ حضرات شیخین کے فضائل بیان کرتے ہیں۔ جوش وخروش تو درکنار کبھی بھی کسی جمعہ کو انہوں نے شیر خدا کا تفصیلی ذکر تک نہ کیا۔ ان کے استاد عبدالعزیز حنفی کا بھی یہی حال رہا گزشتہ چالیس سالوں میں ایک جمعہ بھی انہوں نے ذکر علی المرتضٰی نہ کیا۔

ایک روز میں نے خواب میں دیکھا کہ جمعہ کے دن اسی مسجد کے منبر پر اخلاق شامی صاحب امیر معاویہ کے فضائل بیان کر رہے ہیں، مسجد میں تھوڑے لوگ تھے میں بھی ایک طرف بیٹھا تھا۔ میں نے بیٹھے بیٹھے آواز لگائی کہ معاویہ کی تعریف میں تمام احادیث من گھڑت ہیں۔ انہوں نے پوچھا کون ہے یہ؟ میں کھڑا ہوا، ان کے پاس گیا اور کہا ہمارے اکابرین علماء نے یہی کہا کہ معاویہ کی تعریف میں تمام حدیثیں شامیوں کی گھڑی ہوئی ہیں۔ امام نسائی جن کی سنن نسائی صحاح ستہ میں داخل ہے ان سے لوگوں نے کہا کہ آپ حضرت علی کے اتنے فضائل بیان کرتے ہیں، امیر معاویہ کے بھی بیان کریں۔ امام نسائی نے کہا معاویہ کے بارے میں ایک بھی حدیث نہیں سوائے اس کے کہ حضور نے معاویہ کے شکم پر لعنت کی (ایک مرتبہ کسی کام سے حضور نے معاویہ کو بلوایا، تین دفعہ آدمی بھیجا مگر اس نے آ کر یہی جواب دیا کہ وہ ابھی کھانا کھا رہے ہیں۔ حالانکہ اللہ کا حکم ہے **يَـا اَيُّهَـا الَّـذِيْـنَ اٰمَـنُـوْا اسْتَـجِيْبُـوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ** اے ایمان والوں جب بھی اللہ اور اس کا رسول تمہیں بلائیں تو تم حاضر ہو جاؤ یہاں تک کہ اگر تم حالت نماز میں بھی ہو تو حضور کا حکم سنتے ہی حاضر ہو جاؤ)۔ لوگوں نے امام نسائی سے یہ سن کر انہیں مارنا شروع کر دیا اور اس قدر مارا کہ ان کے خصیے پھٹ گئے اور وہ بالآخر اسی تکلیف سے جاں بحق ہو گئے۔

دوسری بات میں نے یہ کہی کہ میں نے جامعہ نعیمیہ کے مدرس علامہ جمیل نعیمی صاحب سے پوچھا کہ کیا آپ کے علم میں کوئی آیت یا حدیث ہے جس سے امیر معاویہ کو اس بات کا استثنٰی حاصل ہو کہ وہ سیدنا علی اور آپ کی آل پر سبّ وشتم کرے لعنت وملامت کرے اور دوسروں سے کروائے اور جو نہ مانے سے زدوکوب کر کے ہلاک کر دے۔ علامہ نعیمی نے فرمایا ایک بھی آیت اور حدیث ایسی نہیں ہے۔

تیسری بات میں نے خواب میں اخلاق شامی کے سامنے یہ کی کہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ اگر کوئی جلیل القدر صحابی بھی حضور کی بارگاہ میں اونچی آواز سے بولے؟ میں نے کہا اگر اونچی آواز سے کلام کیا تو سارے اعمال حبط ہو جائیں گے اور اسے پتہ بھی نہ چلے گا کہ ارشاد باری ہے ''لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ .... اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ '' اور اگر کوئی حضور کو خدانخواستہ گالی دے دے؟ میں نے کہا سنو، اگر بلند آواز سے بولا تو اعمال گئے اور اگر خدانخواستہ گالی دی تو ایمان گیا اور حضور نے کیا فرمایا ''مَنْ سَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ سَبَّنِيْ '' جس نے بھی علی کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی۔ تو جو حضور کو گالیاں دیتا رہا جو حضور پر لعنت وملامت کرتا اور کرواتا رہا، تم یہاں منبرِ رسول پر اس کی تعریف کر رہے ہو؟ میری یہ بات سن کر علامہ اخلاق شامی نے کوئی جواب نہ دیا بس اثبات میں سر ہلایا، پھر میری آنکھ کھل گئی۔

میں نے یہ خواب لکھ کر علامہ صاحب کے ہاتھ میں دیا۔ انہوں نے اس پر کوئی تبصرہ نہ کیا لیکن الحمدللہ پھر انہوں نے میرے سامنے معاویہ کے فضائل بیان نہ کیئے۔

رابطہ شیخ: امام زمانہ سے نسبت، تعلق اور حصول فیض کا طریقہ

کامل اولیاء اللہ امام زمانہ کے حقیقی نائب ہیں۔ امام زمانہ اور ان کے نائبین کے عطا کردہ اختیارات، تصرفات سے متصرف ہوتے ہیں۔ کسی بھی ولی سے نسبت، تعلق اور رابطہ، حقیقتاً مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے نسبت، تعلق اور ربط ہے۔ کیونکہ تمام اولیاء اسی سلسلہ طریقت، سلسلہ ذھب کی ایک لڑی ہیں۔ جس طرح اپنے گھر میں پلگ لگاتے ہیں پاور ہاؤس سے رابطہ ہو جاتا ہے۔ پاور ہاؤس سے پیدا بجلی سے استفادہ ہونے لگتا ہے، اسی طرح شیخ کامل سے رابطہ، ان کا تصور، ان سے فیض، امام زمانہ سے مربوط و مستفیض کرنے کا ذریعہ ہے۔

راہ سلوک طے کرنے کا آسان ترین طریقہ تصور شیخ ہے، اگر شیخ کی عنایات شامل حال ہو جائے تو اس طریقے کے ذریعے مرید شیخ کی صفات سے متصف ہو جاتا ہے، شیخ کے رنگ میں رنگ جاتا ہے۔ طریقت میں صحبت شیخ کی بڑی اہمیت ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں:

ساعت یک صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

اولیاء کی صحبت میں ایک گھڑی گزارنا، سو سال کی بے ریا عبادت سے بہتر ہے۔

مولانا جامی کے پیر و مرشد حضرت عبیداللہ احرار فرماتے ہیں: بھلے نماز قضا ہو جائے مگر ہماری صحبت کی نماز قضا نہ ہونی چاہیئے۔ نماز کا اصل مقصد اللہ کی یاد ہے، ''**اقیموا الصلوٰۃ لذکری**'' نماز قائم کرو میری یاد کے لئے اور اللہ کی یاد اولیاء کی صحبت میں سب سے زیادہ ہے کہ ''**اذا راؤ ذکر اللہ**'' ان کے دیکھے سے خدا یاد آ جاتا ہے۔

صحبت شیخ کی دو قسمیں ہیں: صحبت ظاہری، یعنی شیخ کی مجلس میں حاضر ہونا، شیخ

سے تلقین وتوجہ لینا وغیرہ۔ اگر یہ ممکن نہ ہو یعنی اگر شیخ سے فاصلہ کے سبب روز ملاقات نہ ہو سکے یا شیخ کا وصال ہو گیا ہو تو صحبت باطنی کے ذریعے شیخ کی روحانیت سے استفادہ کیا جا سکتا ہے اور اس کا طریقہ تصورِ شیخ ہے یعنی ہمہ وقت شیخ کے خیال میں رہنا، یہ خیال کرنا کہ شیخ سامنے موجود ہیں اور ان سے انوار نکل کر مرید میں منتقل ہو رہے ہیں یا اپنی ذات کی نفی کرتے ہوئے شیخ کا اثبات کرنا یعنی لا الہ سے اپنے وجود کی نفی کرے اور الا اللہ سے شیخ کا اپنی ذات میں اثبات کرے۔ کیونکہ صحبت ظاہری ہر وقت میسر نہیں ہوتی اس لئے صحبت باطنی کے ذریعے رابطہ شیخ کے ذریعے، تصورِ شیخ کے ذریعے سالک ہمہ وقت اپنے مرشد سے منسلک رہ سکتا ہے۔

خواجہ ابو یوسف ہمدانی فرماتے ہیں اللہ کی صحبت میں رہو اگر ایسا نہیں کر سکتے تو ایسے بزرگ کی صحبت میں رہو جو اللہ کی صحبت میں رہتا ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں:

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا
او نشیند در حضورِ اولیاء

جو بھی اللہ کی ہم نشینی چاہتا ہے اسے چاہیئے کہ وہ اولیاء اللہ کا ہم نشین ہو جائے۔

شکر یزداں را کہ چوں او شد پدید
در خیال او خیال حق رسید

اللہ کا شکر کہ میں ایسی ہستی تک پہنچ گیا کہ جس کے خیال میں خیال حق تک رسائی ہو گئی۔

بزرگان دین فرماتے ہیں کہ جب بھی کوئی اپنے مرشد یا کسی بھی ولی کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اس ہستی کا فیضان ایک جھروکے کی راہ سے سالک کی طرف آنا شروع ہو جاتا ہے، سالک اس فیض رساں ہستی سے اس کی صفات اپنے اندر جذب کرنے لگتا ہے۔ مجدد الف ثانی فرماتے ہیں اس طریقے یعنی رابطہ شیخ کے ذریعے بعض اوقات لوگوں کی تربیت ایسی روحوں کے ذریعے ہوتی ہے جو کئی سو سال پہلے گزر چکی ہوتی ہوں۔ مثلاً حضرت لعل شہباز قلندر نے شیخ منصور حلاج رحمتہ اللہ علیہ کی روح سے استفادہ کیا۔

منم عثمان مروندی کہ یار خواجہ منصورم
ملامت می کند خلقے، سر بازار می رقصم

شیخ ابو الحسن خرقانی نے بایزید بسطامی کی روح سے استفادہ کیا۔ سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ وصال کے بعد بھی مریدین اور عقید تمندوں کو مستفیض کر رہے ہیں اور قیامت تک کرتے رہیں گے کہ آپ نے فرمایا: ''افلت شموس الاولین وشمنا...... ابدا علی افق العلیٰ لا تغرب'' ہم سے پہلوں کے سورج غروب ہو گئے مگر ہمارا سورج افق اعلیٰ پر ہمیشہ طلوع رہے گا اور کبھی غروب نہ ہو گا'۔

امداد اللہ مہاجر مکی، امداد السلوک میں فرماتے ہیں: مرید کو یہ یقین ہونا چاہئیے کہ شیخ کی روح کسی خاص جگہ محدود نہیں، پس مرید قریب ہو یا دور شیخ کی روحانیت سے دور نہیں۔ جب مرید ہر وقت شیخ کو یاد رکھے گا تو شیخ سے رابطہ قلب پیدا ہو جائے گا اور وہ ہر دم شیخ سے استفادہ کرتا رہے گا۔ اسی رابطہ کے سبب مرید کے قلب میں قوت گویائی پیدا ہو گی۔ حق تعالیٰ کی طرف راستہ کھل جائے گا، اس کو حق کی طرف سے الہام ہو گا۔

مولانا روم فرماتے ہیں: ''پاک لوگوں کی صحبت تم کو ان کی طرح پاک بنا دے گی، ان کی ایک گھڑی کی ہم نشینی سو سال کی بے ریا عبادت سے بہتر ہے۔ اگر تم بیکار پتھر کی طرح ہو تب بھی اگر کسی صاحب دل کے پاس پہنچو گے تو موتی بن جاؤ گے۔ پاک لوگوں کی محبت دل میں بٹھا لو اور اللہ والوں کے علاوہ دل کسی اور کو نہ دو۔ دل تجھے اہل دل کی کوچے کی طرف کھینچتا ہے اور جسم پانی ومٹی کے قید خانے کی طرف۔ کسی دل والے سے دل کی خوراک حاصل کر اور کسی نصیب والے سے نصیبہ تلاش کر۔''

رابطہ شیخ کے ذریعے سالک ہمہ وقت اپنے شیخ کے سائے میں رہ سکتا ہے اور یہ طریقہ اس وقت صحبت شیخ کا کام دیتا ہے جب شیخ کے ساتھ ظاہری صحبت ممکن نہ ہو۔ اس کا ایک طریقہ یہ ہے کہ شیخ کے لئے نوافل پڑھے پھر ان کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ جائے اگر کوئی کشتی میں سوار ہو جائے اور سو بھی جائے پھر بھی سفر طے کرتا رہتا ہے۔ نسبت شیخ، رابطہ شیخ کے سبب تو دن رات چل رہا ہے، کشتی میں سوار کی طرح راہ طے کر رہا ہے۔

رابطہ شیخ، شیطان سے حفاظت میں لے لیتا ہے۔ اللہ نے شیطان سے کہا 'ان

عبادی لیس لک علیھم سلطان، جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا غلبہ نہ ہو سکے گا۔تو جو رابطہ شیخ ،تصور شیخ کے ذریعے ایسے اللہ کے بندوں سے منسلک رہے اس پر بھی شیطان غلبہ نہیں پا سکتا۔

مکتوبات مجدد الف ثانی میں ہے: آپ کے مرید خواجہ محمد اشرف نے خط لکھا کہ نماز میں آپ کا تصور قائم ہو جاتا ہے۔آپ سامنے ہوتے ہیں میں اس خیال کو ہٹانے کی کوشش کرتا ہوں مگر آپ کو سامنے سے ہٹا نہیں پاتا۔اس خط کے جواب میں مجدد صاحب لکھتے ہیں ارے ناداں یہ دولت تو کم خوش نصیبوں کے حصے میں آتی ہے،تو اسے اپنے سے دور کرنے کی کوشش کیوں کر رہا ہے، جان لے کہ شیخ مسجود الیہ ہے مسجود لہ نہیں۔یعنی شیخ کو سجدہ نہیں ہوتا بلکہ شیخ کی طرف رخ کر کے اللہ کو سجدہ ہو رہا ہے۔جیسا کہ کعبۃ اللہ مسجود الیہ ہے، مسجود لہ نہیں یعنی کعبے کی طرف رخ کر کے اللہ کو سجدہ کیا جاتا ہے نہ کہ کعبہ کو''

اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی فرماتے ہیں''جسم کا قبلہ کعبہ ہے اور روح کا قبلہ مرشد ہے''۔

اپنے خیال کو شیخ کی طرف مبذول کرنے کے بے شمار طریقے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے: ایک ہندو کو کامل گرو کی تلاش تھی۔بڑا تلاش کیا نہ ملا۔ایک دن تنگ آ کر مندر کی راہ میں لیٹ گیا کہ صبح سب سے پہلے جو بھی آیا اسے اپنا گرو بنا لوں گا۔علی الصبح ایک پنڈت پراتھنا کے لئے مندر جا رہے تھے،راہ میں اسے لیٹا پایا تو ایک لات ماری کہ اٹھ رام رام کر۔ یہ اٹھا اور انہیں اپنا گرو بنا لیا۔ ہر وقت ان کے ساتھ، ان کی خدمت میں ایک دن گرو جی مراقبے میں بیٹھے تھے یہ ہندو چیلا بھی قریب بیٹھا تھا۔گرو جی مراقبہ میں تصور ہی تصور میں اپنے مہا گرو کی خدمت کر رہے تھے پہلے مٹھی چاپی کی پھر تیل کی مالش کی پھر خیال ہی خیال میں گرو جی کو غسل دیا، کپڑے پہنائے، دستار باندھی جب مالا گلے میں ڈالنے لگا تو وہ دستار میں پھنس گئی۔گرو نے چاہا کہ مہا گرو کی دستار اتار کر پہلے مالا پہنائے پھر دستار سر پر رکھے۔ جیسے ہی خیال میں دستار اتارنا چاہی برابر سے چیلا بولا، گرو جی گرو جی یہ بے ادبی نہ کریں۔ دستار نہ اتاریں۔ مالا کا دھاگہ توڑ کر گلے میں ڈال کر دوبارہ گرہ لگا دیں۔گرو نے چیلے کی طرف دیکھا اور حیرت سے پوچھا تیری جوت کب سے جاگی؟ چیلے نے کہا جب سے حضور

کی لات لاگی۔

اس واقعہ میں تصورِ شیخ، خیالِ شیخ، خدمتِ شیخ کا ایک طریقہ ہے۔ ہمارے ساتھی امان اللہ شاہ صاحب کوکسی نے **حسبی اللہ لا الہ الا اللہ علیہ توکلت و ھو رب العرش العظیم** کا وظیفہ بتایا۔ آپ نے سونے سے پہلے صوفی صاحب کا تصور کیا اور وظیفے کے لئے اجازت مانگی۔ خواب میں صوفی صاحب تشریف لائے اور مصافحہ کر کے کہا آپ کو اجازت ہے۔ اگلے دن صوفی صاحب کی خدمت میں گئے رات کا خواب بتایا۔ صوفی صاحب مسکرائے اور فرمایا آپ کو یہ پڑھنے کی اجازت ہے۔

صوفی صاحب کے وصال کے کئی سال بعد کا واقعہ ہے۔ میری ہمشیرہ کا رسولی کا آپریشن ہونا تھا۔ وہ بے حد ڈر رہی تھی۔ میں نے کہا آپریشن سے پہلے یعنی جب تمہیں بے ہوش کرنے لگیں تو صوفی صاحب کا تصور کر لینا۔ صوفی صاحب کے کرم سے آپریشن کامیاب ہوا۔ آپریشن کے بعد اس نے بتایا کہ جوں ہی میں نے صوفی صاحب کا تصور کیا میں دیکھ کر دنگ رہ گئی کہ صوفی صاحب سامنے موجود ہیں۔ اس طرح کے متعدد واقعات ہیں۔

رابطہ شیخ بڑے بڑے مصائب کے سامنے ڈھال بن جاتا ہے۔ شہاب الدین سہروردی کے پاس ایک عورت بیعت ہونے آئی اور پوچھا کہ حضرت میں نے سنا ہے کہ اولیاءاللہ آڑے وقت میں مدد فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں اگر کبھی تجھ پر برا وقت پڑے تو ہمیں یاد کر لینا۔ وہ چلی گئی اور خلیفہ کے محل میں ملازم ہوگئی۔ حاسدین نے اس پر تہمت لگائی اور جھوٹے گواہوں سے ثابت بھی کر دیا۔ خلیفہ نے اسے محل کی ساتویں منزل سے نیچے پھینکنے کا حکم دیا۔ سزا کے لئے اسے چھت پر لے گئے اس نے کہا کہ میں دو رکعت نماز پڑھنا چاہتی ہوں۔ نماز پڑھی اور شیخ شہاب الدین سہروردی کا تصور کر کے عرض کیا حضرت آج مجھ پر آڑا وقت ہے، آپ جانتے ہیں کہ میں بے گناہ ہوں، میری مدد فرمائیں۔ ساتویں منزل سے اسے دھکا دے دیا گیا، ابھی ایک منزل ہی نیچے آئی تھی کہ شہاب الدین سہروردی پرواز کرتے ہوئے آئے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر حفاظت سے زمین پر اتار دیا۔ مریدنی نے حیرت سے کہا حضرت آپ! فرمایا جب تو ساتویں منزل سے چلی تھی تو میں عراق سے تجھے

بچانے چل پڑا تھا۔

ضروری ہے کہ اپنے شب و روز میں سے کچھ وقت نکال کر امام زمانہ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہ کے تصور اور دھیان میں یکسو ہو کر بیٹھا جائے۔ پہلے ان کی بارگاہ میں نوافل، آیات قرآنی، درود شریف کا ہدیہ نذر کیا جائے۔ پھر بالکل ساکت ان کا خیال دل میں جما کر پوری توجہ اور یکسوئی سے ہر روز مسلسل ان کے حضور ادب سے بیٹھا رہے۔ آپ کی تعلیمات، اخلاق و کردار سے آگاہی بڑھاتا رہے ان پر عمل پیرا ہونے کی پوری پوری کوشش کرے جملہ اخلاق رزیلہ دور کرنے کے لئے کوشاں رہے۔ ہر روز سونے سے پہلے اپنا احتساب کرے اور اگلے دن مزید بہتری کے لئے عزم صمیم کرے۔

یہ حقیقت ہے کہ کسی بھی ولی کی طرف متوجہ ہوتے ہی ان سے روحانی ربط قائم ہو جاتا ہے یہ تو پھر امام الاولیاء ہیں۔ جیسے ہی ان کا کرم ہوگا، معاملات میں سدھار اور ربط استوار ہونے لگے گا۔ امام زمانہ میں فنائیت کے لئے لا الہ کہتے ہوئے اپنی نفی کرے اور الا اللہ کہتے ہوئے شیخ کامل یا امام زمانہ کا اپنی ذات میں اثبات کرے۔ اس میں اتنی کثرت ہو کہ محویت ہو جائے۔ ہر وقت، ہر لمحہ یہ احساس ہو کہ میں نہیں ہوں میرے وجود میں امام زمانہ ہیں، وہی جلوہ گر ہیں، وہی بول رہے ہیں، وہی سن رہے ہیں وغیرہ۔

جان لیں کہ ذات باری تعالیٰ بے صورت ہے مگر وہ جسے چاہتا ہے، کسی صورت میں اپنا دیدار کراتا ہے اور عموماً انسان کو اس کے محبوب ترین ہستی کے صورت میں جلوہ حق نظر آتا ہے۔ کسی کو اپنے شیخ کامل کے روپ میں، کسی کو حضور غوث الثقلین کی صورت میں کسی کو حضور اقدس ﷺ کے روپ میں لقائے باری نصیب ہوتی ہے۔ حضور اقدس ﷺ کو کیونکہ شیر خدا علی المرتضیٰ سے سب سے زیادہ محبت تھی۔ اس لئے شب معراج آنجناب کو حضرت علی کی صورت میں دیدار الٰہی ہوا اور حضور ﷺ نے اس طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا **رایت ربی فی امرد شباب**۔ میں نے اپنے رب کو ایک بے ریش نوجوان کے روپ میں دیکھا۔ اس وقت صحابہ میں حضرت علی نوجوان اور بے ریش تھے۔

کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ انسان کو اپنی ہی صورت پر جلوہ حق، لقائے باری نصیب ہوتا ہے۔ ایک بزرگ فرماتے تھے کہ جب میں نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہوں، اپنے آپ کو ہی

سامنے پاتا ہوں۔

قادریہ سلسلے کے ایک بزرگ شیخ محمد بھیک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں

بھیکا خالی کوئی نہ، ہر گدڑی میں لعل
گرہ کھولنا کوئی نہ جانے، اس لئے سب کنگال

''اے بھیکا کوئی خالی نہیں۔ ہر ایک کے پاس وہ لعلِ بے بہا ہے جس سے کائنات میں حکمرانی کی جاسکتی ہے۔بس مشکل یہ ہے کہ اس گدڑی کی گرہ کھولنا کسی کو نہیں آتا جس سے وہ اس لعل بے بہا کو پا سکے، اس قیمتی خزانے تک رسائی ہو سکے جس سے انسان خلیفۃ اللہ فی الارض بن جاتا ہے۔اس بھید سے لاعلمی کے سبب،خزانے سے محرومی کی بناء پر سب کنگال ہیں''۔

یہ گرہ شیخ کامل کی توجہ سے کھلتی ہے۔شیخ کی طرف مکمل ارتکاز و توجہ سے، شیخ کی کرم نوازی ہوتی ہے اور طالب حق مالا مال ہو جاتا ہے۔

امام زمانہ کی معرفت، امام زمانہ کی محبت، موجب نجات ہے

سورہ صفّٰت کی آیت نمبر۲۴ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ ۔اس آیت کا پس منظر یہ ہے کہ جہنمیوں کا بیان ہو رہا ہے کہ جب ان کے حق میں یہ فیصلہ ہو گیا کہ انہیں جہنم میں ڈال دیا جائے۔ان کے لئے حکم ہو گا کہ ان سب کو جمع کر کے دوزخ کی طرف لے جاؤ اور جب فرشتے انہیں ہانک کر جہنم کی طرف لے جا رہے ہوں گے۔جب وہ جہنم کے نزدیک پہنچیں گے تو حکم ہوگا انہیں روکو ہم نے ان سے کچھ پوچھنا ہے کچھ سوال کرنا ہے۔احوال قیامت سب نے پڑھے ہوئے ہیں۔جب آدمی کو دفن کر دیا جاتا ہے تو نکیرین قبر میں اس سے تین سوال کرتے ہیں۔من ربک. ما دینک. ما تقول لھذا رجل ۔تیرا رب کون ہے۔تیرا دین کیا ہے اور اس ہستی کے بارے میں تو کیا کہتا ہے۔یہ سوال تو قبر میں ہوں گے۔پھر قیامت میں میزان پر اعمال تولے جائیں گے۔وہاں فیصلہ ہو جائے گا کہ جس کے نیک اعمال زیادہ ہوئے اسے جنت میں اور برے اعمال زیادہ ہوئے اسے جہنم میں لے جاؤ۔قبر میں سوال ہو گئے۔اعمال تل گئے فیصلہ ہو گیا کہ انہیں جہنم میں لے جاؤ، تو جب انہیں جہنم کی طرف لے جایا جا رہا ہوگا وہ جہنم کے نزدیک ہوں گے عین اس وقت ارشاد باری ہوگا۔وقفوھم انہیں ٹھہراؤ، روکو، انھم مسؤلون ان سے پوچھا جائے گا۔اب کیا پوچھنا باقی ہے؟ قبر میں پوچھ لیا کہ تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ محمد الرسول اللہ کے بارے میں تو کیا کہتا ہے، تیرا کیا عقیدہ ہے؟ پھر اعمال بھی تل گئے۔جہنم لے جانے کا فیصلہ بھی ہو گیا اب عین جہنم پر روک کر کیا پوچھا جائے گا؟ اس کا جواب صوائق محرقہ میں علامہ ابن حجر مکی الھیثمی نے دیا ہے جو امام کعبہ تھے، سارے عرب کے امام تھے، فرماتے ہیں یہاں روک کر ان سے علی کی ولایت کے بارے میں سوال ہوگا۔رب کا سوال ہو گیا، دین کا سوال ہو گیا، حضور کے بارے میں سوال ہو گیا، اعمال تل گئے، جہنم واجب ہو

گئی مگر عین جہنم میں دخول سے پہلے ان سے پوچھا جائے گا کہ علی المرتضیٰ کے بارے میں تیرا کیا عقیدہ تھا۔ اگر سارے اعمال تلنے کے بعد بھی نظریہ علی کے بارے میں درست ہے تو حکم ہوگا انہیں جنت میں لے جاؤ۔ سیدنا علی کی محبت نجات کی کنجی ہے۔ عین جہنم کے کنارے محبان علی کو، علی کی محبت نجات دلا دے گی۔

نفحات الانس میں مولانا جامی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ قیامت میں ایک شخص نیک اعمال میں کمی کے سبب پھنسا ہوگا۔ نجات کی کوئی صورت نہ ہوگی حق تعالیٰ اس سے پوچھیں گے کہ تیرے محلے میں میرا ایک دوست، ایک عارف بندہ رہتا تھا کیا تو اسے جانتا ہے؟ وہ شخص کہے گا ہاں۔ یا اللہ میں اسے جانتا تھا اور اس کے بارے میں گمان رکھتا تھا کہ یہ تیرا دوست، تیرا ولی ہے۔ حق تعالیٰ فرمائیں گے کہ جا میں نے تجھے اس کے طفیل بخش دیا۔ یہ بیان کر کے مولانا جامی فرماتے ہیں کہ جب ایک ولی کی معرفت، ایک ولی کے بارے میں نیک گمان موجب نجات بن سکتا ہے تو جو اس دارِ دنیا میں ایسے ولی کی صحبت میں آ جائے، اس سے نسبت و تعلق قائم کرے، اس کی اتباع کرے، اس کی تعلیمات پر عمل کرے، پھر اس کا کیا عالم ہوگا۔

امام زمانہ سے محبت، ان سے عقیدت، ان کی معرفت رائیگاں نہیں جا سکتی۔ نزھتہ المجالس میں حضور اقدس ﷺ کا قول ہے کہ اگر علی سے محبت ہو تو کوئی گناہ ضرر نہیں دے سکتا اور علی سے بغض ہو تو کوئی نیکی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔

اور فرمایا اگر سارے لوگ علی کی محبت پر مجتمع ہو جاتے تو اللہ جہنم کو پیدا نہ فرماتا۔

امامِ زمانہ سے بغض پر وعید

حدیث قدسی میں ہے مَنْ عَادَ لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتَهٗ بِالْحَرْبِ جو میرے کسی ولی سے عادر کھے، بغض رکھے میں اس کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہوں۔ اللہ جس کے خلاف اعلانِ جنگ کر دے، اس کا کیا بنے گا؟ پھر جو ایسے اولیاء کے سردار اوران کے امام سے بغض وعناد رکھے وہ یقیناً اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا، دنیا وآخرت میں خسارے کا مصداق ہوگا۔

علامہ زمخشری نے تفسیر کشاف میں اسی آیت مودۃ کی تفسیر میں ایک طویل حدیث نقل کی جسے امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں نقل کیا کہ حضورِاقدس ﷺ نے فرمایا'' جو شخص آلِ محمد کی محبت پر فوت ہوا اس نے شہادت کی موت پائی، سن لو جو آل محمد کی محبت پر فوت ہوا وہ تائب ہو کر فوت ہوا، جو آل محمد کی محبت پر فوت ہوا اسے ملک الموت، پھر منکر نکیر جنت کی خوشخبری دیتے ہیں۔ جو آلِ محمد کی محبت پر فوت ہوا اس کی قبر میں جنت کے دو دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ جو شخص آل محمد کی محبت پر فوت ہوا وہ اہلسنت والجماعت پر فوت ہوا اور خوب ذہن نشین کرلو کہ جو آلِ محمد کے بغض پر مرا وہ قیامت میں اس حال میں آئے گا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا ''اللہ کی رحمت سے ناامید'' خبردار! جو شخص آلِ محمد کے بغض پر مرا وہ کافر مرا۔ کان کھول کر سن لو کہ جو آلِ محمد کے بغض پر مرا وہ جنت کی خوشبو نہیں سونگھے گا۔

امام طبرانی معجم اوسط میں حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں:

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا'' جو ہم اہلبیت سے بغض رکھے گا وہ نہیں اٹھایا جائے گا مگر یہودی بنا کر'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ خواہ وہ ساری زندگی روزے رکھتا رہا ہو اور نماز پڑھتا رہا ہو؟ حضور نے فرمایا ہاں، خواہ وہ روزے اور نماز کا پابند رہا ہو'' اور حضور نے فرمایا اگر کوئی حرم میں حطیم اور مقامِ ابراہیم کے درمیان کھڑا ہو کر زندگی بھر نماز روزہ کرتا رہا ہو لیکن اگر ہم اہلبیت سے بغض رکھے گا تو اہل نار سے ہوگا۔ اور

حضور نے فرمایا کوئی منافق ایسا نہ ہوگا جس کے دل میں اہل بیت کی محبت ہو نہ کوئی مومن ایسا ہوگا جس کے دل میں اہل بیت سے بغض ہو۔

فی زمانہ جہاں ایک طرف خارجیت اور وہابیت کے پیروکار بغض اہل بیت میں یزید جیسے فاسق و فاجر اور ظالم کو امیر المومنین بنا بیٹھے اور اس کے جنتی ہونے پر سندیں لے آئے اور امام عالی مقام کو باغی اور فسادی قرار دے دیا تو دوسری طرف علمائے اہل سنت نے محض شیعوں کے مقابلے میں اہل بیت اطہار کا ذکر کرنا ترک کر دیا یا بالکل کم کر دیا۔ تمام صحابہ کرام کا یوم بڑے زور وشور سے مناتے ہیں، کئی کئی جمعے ان کے فضائل ومناقب کے بیان کے لیے وقف کر دیتے ہیں مگر اہلبیت اطہار کے ایام پر اہلبیت کے فضائل ومناقب بیان کرنے پر حکمتیں اور مصلحتیں ان کے پیش نظر ہوتی ہیں اور وہ یا تو بالکل ان کے تذکرے سے اعراض کرتے ہیں یا برائے نام ذکر کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ ۲۱ ر رمضان المبارک کو جمعہ کے دن میں نے اپنے امام مسجد کو رقع بھیجا کہ آج حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یومِ شہادت ہے۔ ان کے فضائل بیان کریں مگر انہوں نے نہ کئے۔ جبکہ یہی ہمارے اپنے مولوی امیر معاویہ کا یوم زور وشور سے مناتے ہیں، ان کے فضائل ومناقب خوب بیان کرتے ہیں۔

ان امور سے نتیجہ یہ نکلا کہ ہمارے نو جوان اور نئی پود پنجتن پاک اور بارہ اماموں کے فضائل ومناقب، سیرت و کردار اور ان کے کارناموں سے بالکل ناواقف ہے۔ اور بیشتر بارہ اماموں کو شیعوں کے امام سمجھتے ہیں جبکہ حقیقتاً وہ تمام اپنے زمانے میں صحابہ سے بغض و کدورت رکھنے والے ان شیعوں اور رافضیوں سے بیزار تھے اور اثناء عشری فرقہ کی کتابوں میں بھی یہ مرقوم ہے مگر افسوس کہ ان کے علماء نے بارہ اماموں پر تقیہ کرنے کا بہتان باندھا۔ وہ ہستیاں جو ہمیشہ صدق وصفا پر گامزن رہیں جنہوں نے دل میں صرف اللہ کا خوف رکھا اور طاغوتی قوتوں کے سامنے اعلائے کلمۃ الحق کیا اور اپنی جانیں نچھاور کیں وہ عام لوگوں سے ڈر کر جھوٹ بولیں گے؟ تقیہ کریں گے۔ افسوس انہوں نے اکابرین امت کی قدر نہ پہچانی ان کی شان وعظمت کو نہ سمجھا۔

ایسے امام زمانہ کہ جن کی پیروی موجب ہدایت وسعادت ہو، جن کی معرفت ومحبت جہنم سے خلاصی اور جنت میں دخول کا سبب بنے ایسی ہستی مقدسہ سے جتنی بھی محبت کی جائے کم

ہے۔کوئی اس دار دنیا میں کسی کی قید سے رہائی کا سبب بن جائے تو رہا پانے والا ساری زندگی اس کا مشکور رہتا ہے۔جبکہ آخرت کا عذاب دائمی ہے،تو جن کے طفیل ہمیشہ کے عذاب سے نجات ملے۔جن کی وجہ سے جنت کی ایسی نعمتوں کا ہیشگی کے ساتھ حصول ہو، بلاشبہ وہ ہستی مقدسہ اس لائق ہے کہ ان سے ٹوٹ کر پیار کیا جائے،ان کے اسوہ کو اپنایا جائے ان کے ذکر وفکر کو عام کیا جائے،کثرت سے ان کی بارگاہ میں ھدایا بھیجے جائیں ان پر اپنا تن من دھن قربان کر دیا جائے۔خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کے اس محبوب پر فدا ہو گئے۔اویس قرنی جیسی ہستی کہ جن کے سبب اس امت کے اتنے لوگ بخشے جائیں گے جتنے بنو کلب کی بکریوں کے بال، وہ بھی جنگ صفین میں مولائے کائنات پر نثار ہو گئے۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ جو سراپا ایمان تھے،سابقون الاولین میں سے تھے جنہوں نے حضرت بلال حبشی سے زیادہ قریش کے مظالم سہے جنکے والد و والدہ اسلام کے پہلے شہید۔اس عظیم اور جلیل القدر صحابی رسول کو بھی باغیوں نے شہید کر دیا اور یہ امام زمانہ پر نچھاور ہو گئے۔

اے ہمارے رب! ان خوش نصیب لوگوں کے صدقہ و طفیل اس تالیف کے پڑھنے والوں کے دلوں کو امام زمانہ کی محبت و فیضان کے سے لبریز کر دے ان تمام کو اور اس حقیر مؤلف کو محبین امام زمانہ کے زمرے میں محشور فرما۔امام زمانہ اور ان کے سچے نائبین کے قدموں میں جگہ عطا فرما۔آمین بجاہ نبی الامین۔**و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمد و علی آله و اصحابه و اولیائه اجمعین .**

مآخذ

۱) قرآن مجید، کلام الٰہی
۲) بخاری شریف — محمد بن اسمٰعیل بخاری
۳) مسند احمد بن حنبل — امام احمد بن حنبل
۴) مسلم شریف — امام مسلم
۵) سنن نسائی — امام نسائی
۶) ابوداؤد شریف — امام ابوداؤد
۷) شرح مشکوٰۃ — شیخ عبدالحق محدث دہلوی
۸) شواہد النبوت — مولانا عبدالرحمٰن جامی
۹) معرفت امام مہدی — مفتی محمد ہاشم
۱۰) الشرف المؤبد لآلِ محمد — امام یوسف بن اسمٰعیل نبہانی
۱۱) صوائق المحرقہ — علامہ ابن حجر مکی
۱۲) تاریخ الخلفاء — علامہ جلال الدین سیوطی
۱۳) مسالک السالکین — مولوی مرزا عبدالستار بیگ
۱۴) شریف التواریخ — سید شریف احمد شرافت نوشاہی
۱۵) کتاب الفتن — نعیم بن حماد
۱۶) البدایہ والنہایہ — علامہ ابن کثیر
۱۷) مکتوبات امام ربانی — مجدد الف ثانی
۱۸) تفہیماتِ الٰہیہ — شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
۱۹) سی فصل — شیخ فریدالدین عطار
۲۰) مظہر الصفات — شیخ فریدالدین عطار
۲۱) لسان الحقائق — تنویر المصطفیٰ قادری
۲۲) ینابیع المودۃ — سلیمان بن ابراھیم قندوزی حنفی
۲۳) احسن الانتخاب فی ذکر معشتہ سیدنا ابی تراب — حافظ شاہ محمد علی حیدر
۲۴) تاریخ طبری — محمد بن جریر بن یزید طبری
۲۵) روضۃ الاحباب — سید جمال الدین عطاء اللہ شیرازی

